U0838

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

رسالہ

سرمۂ خاموشی

مولفہ و مرتبہ

متکلم و مناظر لاثانی منشی سید سجاد حسین صاحب

مصنف

جام جہاں نما۔ آفتاب خلافت۔ مشعل ہدایت۔ شرح کنز مکتوم فی عقد ام کلثوم۔ آیات بینات۔ عطر ایمان۔ صراط مستقیم۔ بحث بدا اور آئینہ حق نما۔ پاکیزہ خیال۔ سرمۂ خاموشی وغیرہ وغیرہ

بمطبع مقبول پریس دھلی طبع شد
۱۳۳۱ھ



بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

پس از حمدِ خدا و نعت و منقبتِ جناب سیّد الانبیاءؐ و شیرِ خدا علیہ الصّلوٰۃ والسلام حقیرِ پُر تقصیر سیّد سجاد حسین ولد سید محمد حسین مرحوم و مغفور غفر اللّٰہ ذنوبہ و ستر عیوبہ ساکن موضع بھیڑہ ساداتِ ضلع مظفر نگر واقعہ ساداتِ بارہہ اپنے برادرانِ ایمانی کی خدمتِ سراپا برکت میں عرض کرتا ہے کہ جب دسمبر سنہ ۱۸۹۰ء میں شیخ حبیب احمد صاحب سہارنپوری نے مذہب شیعہ اختیار کر کے اشتہار دیا اور تیس سوال درجِ اشتہارِ مذکور فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ جملہ معاملات مندرجۂ سوالات اہلسنت کی کتبِ معتبرہ میں موجود ہیں۔ اُس وقت حضراتِ اہلسنّت کو تشویش ہوئی۔ کہ بیڈھب آگ لگی۔ ہر جاہل و عاقل شیخ صاحب موصوف کے اشتہار اور اُن سوالات کو دیکھکر سر دھنتا تھا کہ ہائے یہ کیا غضب ہوا۔ اگر درحقیقت ہماری کتابوں میں یہ سب باتیں موجود ہیں تو پھر مذہبِ اہلسنّت کی حقیقت ہی کیا باقی رہی علمائے سہارنپور نے جب ہر گلی و کوچہ میں یہ غوغا دیکھا اور اپنے ہم مذہبوں کے چہروں پر آثارِ اُداسی نمایاں پائے تب باہم یہ منصوبہ کیا کہ اگر ہماری جانب سے بجوابِ اشتہارِ شیخ حبیب احمد صاحب کوئی ندا و صدا نہ ہوئی تو یہ خاموشی ایک آفتِ عظیم برپا کر کے عوامِ اہلسنّت کی کشتیِ اعتقاد کو گردابِ توہمات میں ڈالکر ساحلِ تشیع سے ہمکنار کر دیگی۔ حضراتِ علماء نے اِس موقع پر سخت پیچیدگی اُٹھائی۔ اگر خاموش رہتے ہیں تو اہلسنّت بےبسی و کوتاہ دستی سے یتیم بچوں کی طرح آوارہ و پریشان ہوئے جاتے ہیں۔ اور اگر قصدِ جواب فرماتے ہیں تو کوئی ایسی وجہ نہیں

جس کے بھروسے پرشیعوں سے گلخپ ہو جائیں۔ آخرکار اُنہوں نے راہِ انکار اختیار کرکے اپنے دینی بھائیوں کی آتشِ تشویش پر چھینٹا ڈالکر اُسکے شعلوں کو لپٹ مارنے اور سربفلک ہونے سے بایں عنوان روکاکہ علمائے سہارنپور و گنگوہ و دیوبند وغیرہ سے تو کوئی شخص حبیب احمد صاحب کے سامنے خم ٹھونک کر نہ کھڑا ہوا۔ ایک معمولی وجاہل ونافہم آدمی کی طرف سے جسکا نام محمد انیس ہے یہ چھاپ دیاکہ تیسوں معاملات مندرجۂ اشتہار میں سے ایک بات بھی اہلسنت کی کتب میں موجود نہیں ہے۔ اگر شیعہ کتبِ اہلسنت سے اُنکا وجود ثابت کرسکتے ہیں توبسم اللہ دیر نہ لگائیں۔ اپنے ہر ایک سوال کا ثبوت دکھائیں۔

شیعوں کو کب تاب تھی حقیر نے چونکہ خادم وکفش بردارِ شیعیانِ مرتضوی ہے اُسی وقت ہر تیس نمبر مندرجۂ اشتہارِ شیخ حبیب احمد صاحب کا ثبوت بذریعۂ اشتہار مسمّٰی بہ آئینہ حق نما منجانب شیخ فرزند علی صاحب ساکن بڈھانہ ضلع ہذا شائع کرکے یہ شرط لکھدی کہ حضراتِ اہلسنت اگر ثبوت پیش کردہ کو بذریعۂ کمیٹی باطل فرمادیں تو مبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ انعام لیلیں مگر نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ باوصف انقضائے مدّتِ متمادی آج تک منجانب اہلسنت کوئی جوابِ اشتہارِ مذکور حسبِ شرائط وقیود نہ چھپا۔ دو ایک حضرات نے اِس میدان میں گھوڑا دوڑانیکے لیے باگ اُٹھائی۔ مگر چونکہ شہسوار نہ تھے ایک ہی جست میں دھم سے نیچے آرہے۔ سب سے پہلے ایک نلی جنگ یعنی جولاہے کی امداد وشرکت سے جنکا نام نامی الٰہی بخش ہے جناب سیّد محمد احسن صاحب ساکن امروہہ نے ایک جواب مسمّٰی بہ جوابِ باصواب تحریر فرمایا۔ لیکن سیّد ممدوح نے شرائطِ مندرجۂ اشتہارِ آئینہ حق نما سے گریز وفرار کرکے کچھ ایسی راہ اختیار فرمائی کہ گویا اُس اشتہار کو ترچھی نگاہ سے بھی نہ دیکھا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیّد صاحب نے اُن تمام کتابوں کے نامعتبر ہونیکا اقرار فرمایا جن کے نام مع مؤلفین ومصنّفین ومفسّرین آئینہ حق نما میں دکھائے گئے تھے۔ وہ جواب باصواب جوکہ درحقیقت محض ناصواب بلکہ بمراحل دور از راہِ صواب تھا جناب مستطاب معلّے القاب سیّد منظر حسن صاحب نقوی امروہوی کی نظرِ مبارک سے گزرا۔ اُنہوں نے جوابِ باصواب مذکور کے مقابلہ میں ایک رسالہ مسمّٰی بہ حمایت الایمان تحریر فرماکر سیّد محمد احسن صاحب کے ہر ہر فقرہ کو ایسا توڑا جیسے کوئی جوان کسی ضعیف کے فقراتِ کمر کو توڑ دیتا ہے۔

آئینۂ حق نما کے ثبوت کو سیدِ مقدم الوصف نے یہاں تک قابلِ اقتدار تاثابت فرمایا کہ اُس کے باطل کرنیوالے کو مبلغ ایک لاکھ روپیہ انعام کا وعدہ دیا۔ چونکہ اہلسنّت کی قدیم الایام سے یہ عادت ہے کہ شیعہ کی کسی کتاب بلکہ ایک ادنٰے رسالہ کا بھی جواب دینا خلافِ سنت جانتے ہیں۔ لہذا باوصفِ وعدۂ انعامِ کثیر کسی جاریاری نے جواب نہ دیا۔ حیرت تو یہ ہے کہ سید محمد احسن صاحب اور اُنکے نفسِ ناطقہ کارگاہ نشین میاں جولاہے صاحب کو بھی باوصفیکہ اُسی قصبہ کے رہنے والے ہیں حمیت نے نہ اُبھارا کہ لاکھ روپیہ لیکر جیب میں رکھیں اور مضامین حمایت الایمان کو باطل کرکے مذہب اہلسنّت کا عام نظروں میں اقتدار بڑھائیں۔ بعد سید محمد احسن اور اُن کے رفیق شفیق جولاہے صاحب کے ایک حضرت افغان کو جنکا نام نامی مشرف علی خاں ہے مثل جہانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی الہ آباد میں جوشِ افغانیت آیا۔ کاش وہ اپنے جوش و خروش وغصۂ افغانیت کو حمایت الایمان کے جواب میں صرف کرکے ایک لاکھ روپیہ لیکر ہم دنیا و ہم آخرت کے مزے لوٹتے تو خوب ہوتا۔ لیکن افسوس ہے کہ اُنھوں نے باتّباعِ سنّت علمائے خود جواب لکھنے میں تو دوات و قلم پر زور نہ ڈالا۔ مگر اُسی محمد احسن صاحب کے گائے ہوئے راگ کو کچھ تال و سر بدل کر گانا شروع کر دیا یعنی ایک اشتہار بہ ایں سرخی (حضراتِ شیعہ کی طرف سے پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کا جھوٹا اشتہار۔ اہلسنّت کے دو حرفی سوال سے جمیع حضرات شیعہ کا عجز) شایع فرمایا۔ چونکہ اس اشتہار میں مشرف علی خاں صاحب نے بذیلِ حضرات علمائے شیعہ اِس جاہلِ محض و نابلدِ کوچۂ مناظرہ کو بھی مخاطب فرمایا تھا۔ لہذا میں نے بجوابِ اشتہار مذکور ۲۸۔ اگست ۱۸۹۵ء کو ایک طولانی خط بصیغۂ رجسٹری بخدمتِ بابرکت جناب مشتہر صاحب مرسل کیا۔ جس میں تمام مضمونِ اشتہار کو بدلائلِ باہرہ باطل کیا گیا تھا۔ اُسکا جواب مشتہر موصوف نے بقولے "سوال از آسمان و جواب از ریسمان"، ۔ستمبر ۱۸۹۵ء کو بصیغۂ رجسٹری عنایت فرمایا۔ نغمۂ بیوقت و صدائے بے ہنگام سمجھ کر حقیر نے اُسکو بھی رد کرکے ۲۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو جواب بھیجدیا۔ مشتہر صاحب نے ۔۔ اکتوبر سنہ مذکور کو پھر اُسکا جواب رجسٹری شدہ بھیجا۔ مگر وہاں آش ہمدر کاسہ۔ پوچھو زمین کی کہیں آسمان کی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اگر ہزار مرتبہ پٹھان صاحب کی تحریر کا رد کرونگا تو وہ جواب ناصواب دینے سے نہ رکیں گے۔ کسی

بڑھیا نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ اے جانِ مادر مجمع میں ہمیشہ گفتگو کیے جانا خواہ غلط ہو یا صحیح۔ تیری باتیں سُنکر عقلا تو یہ کہینگے کہ راہِ حقیقت سے محض بے خبر ہے۔ اور جہلا سمجھینگے کہ لونڈا بڑا بولنے والا ہے۔ بعینہ یہی حالت پٹھان صاحب کی ہے۔ میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ اور وہ کچھ جواب دیتے ہیں۔ بعد معائنہ ہر دو تحریرات ہر جاہل و عاقل یہی کہیگا جسکی پیشین گوئی بُڑھیا اپنے پیارے بچّے کے حق میں کرچکی تھی۔ الحاصل جبکہ فقیر نے دیکھا کہ خاں صاحب بولنے سے ہرگز ہرگز بند نہ ہونگے اور برابر کاغذ سیاہ فرمائے جائینگے۔ نظر برآں ۷۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کے خط کا اُلٹا کوئی جواب نہ دیا اور یہ تجویز کی کہ اُس کو چھاپ کر تمام اگلی پچھلی کارروائی اہلِ دانش کو دکھا دوں تاکہ ہر ذی شعور پر ظاہر ہو جائے کہ علمائے اہلسنّت شیعوں کے سامنے بالکل عاجز ہیں اور کسی بات کا اطمینان بخش جواب اُنکی جانب سے نہیں ہوسکتا۔ اور جن جن اعتراضات کو شیعوں نے خلفا کی ذات سے چسپاں کیا ہے وہ مرشدانِ سنّیہ کے بدن سے ایسے چمٹے ہوئے ہیں کہ جیسے وصلی کے ورق۔ ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے شیخ حبیب احمد صاحب تازہ شیعہ کا اشتہا چھاپا گیا ہے۔ پھر شیخ محمد انیس سہارنپوری کا جواب۔ زاں بعد اشتہار آئینۂ حق نما پھر مولوی مشرف علی خاں صاحب کا اشتہار زاں بعد وہ خطوط جو میرے اور مولوی صاحب کے بالمقابل جاری ہوئے۔ سب سے آخر وہ خط ہے جسکو حقیر نے بجواب نوازشنامہ مرسلۂ خاں صاحب مورخہ ۷، اکتوبر ۱۸۹۵ء ترتیب دیکر شائع کیا۔ اور خاں صاحب کی خدمت میں مثلِ دیگر خطوط رجسٹری کی ذریعہ سے نہیں بھیجا۔ خاں صاحب کا اصلی خط محررہ ۷، اکتوبر میرے پاس بجنسہٖ موجود ہے۔ چونکہ وہ ایک طومار لاطائل فضول ولغو وعبث و ناکارہ ہے۔ لہذا یہ ایں خیال نہیں چھاپا گیا کہ ناظرین کی قوتِ نظری گھٹتی۔ اور فضول و بیکار روپیہ صرف ہوتا۔ اہلِ نظر بعد معائنۂ عریضۂ حقیر مورخہ ۲۸، اگست و جواب خاں صاحب عطیہ ۷، ستمبر خود انصاف فرمالینگے کہ جناب خاں صاحب کس حد تک طاقت جواب رکھتے ہیں اگر تحریر ۷، ستمبر میں اُن سے کوئی کار نمایاں ہوا ہے تو ۷، اکتوبر کی تحریر میں بھی ہوا ہوگا ورنہ نہیں چونکہ تمام ہندوستان کے علما سنیہ سے کوئی شخص حسب شرائط و قیود مندرجہ اشتہار آئینۂ حق نما جواب نہیں دے سکا اور سب دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے نظر برآں اِس رسالہ کا نام مہر سکوت خاموشی

رکھا گیا۔ ناظرین خوش آئین سے ملتمس ہوں کہ ۱۰ اکتوبر کے جواب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں حقیر نے روداد قیامت لکھی ہے۔ اور دکھلایا ہے کہ بالآخر سُنّی و شیعہ کا کیا مآل ہوگا۔ ابتدائے سلسلہ مناظرہ سُنّی و شیعہ سے آجتک ایسی دلچسپ و مطابق واقعہ تحریر قید قلم میں نہیں آئی۔ انشاء اللہ ناظرین بہت لطف اُٹھائینگے۔ میں فی الحقیقت ایک بے علم شخص ہوں جس جگہ غلطی ہو قلم عفو سے اصلاح فرماکر دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

اشتہار شیخ حبیب احمد صاحب متوطن سہارن پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جمیع علمائے اہلسنّت و دیگر عمائد و ممتازین و رؤسائے فرقہ موصوف نہایت ادب کے ساتھ التماس کرتا ہوں

حقیر: ۔ کا مذہب قدیم اہلسنّت والجماعت ہے۔ مگر نحیف کو ابتدائے عمر سے کتب بینی کا شوق پیدا ہوا جسکا بالآخر نتیجہ نکلا کہ مذہب شیعہ کی حقیّت ذہن نشین ہو گئی۔ مگر چونکہ میں ایک بڑے گروہ کا آدمی ہوں جو کہ چند اعتبار سے ذی عزّت گنا جاتا ہے۔ جوش سلسلہ نسبی و اتحاد قومی مجھ پر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جو وجوہات مذہب شیعہ کے حق ہونیکی میری طبیعت میں جاگزین ہوئی ہیں وہی میرے ذی عزّت اہل خاندان و دیگر حق شناسان کی طبائع صافیہ پر منقش ہو جائیں اور اگر میں بمقتضائے سوء فہمی بر سر خطا ہو گیا ہوں تو حامیان مذہب اہلسنّت میرے اُس مایۂ استدلال کو اُٹھا دیں جو کہ مذہب شیعہ کے حق ہونے پر بروئے تحقیقات خود جاگزین طبیعت کر چکا ہوں۔ اِس بات کی تنقیح کے لیے بادی النظر میں یہ طریقہ سہل معلوم ہوتا تھا کہ علمائے سُنّی و شیعہ میں گفتگو کرا کر پورا اطمینان اپنا کر لیا جائے مگر عند المشورہ جناب مولٰنا و مقتدانا حامی دین سیّد المرسلین السیّد مولوی غلام حسنین صاحب کنتوری نے یہ ارشاد

فرمایا کہ ایسا جلسہ بے سرو پا کرنے سے ممکن ہے کہ علمائے فریقین میں دوبدو گفتگو ہو کر بوجہ شرکت جہالِ ہر فرقہ کوئی نتیجہ خلافِ مراد پیدا ہو۔ لہٰذا اس خیال کو چھوڑ کر دوسرا شائستہ قرینہ اختیار کرو جس میں امورِ بحث طلب معین و محدود ہوں۔ اور بہتر ہوگا کہ جس طرح موضع بہرہ ساداتِ متعلقہ ساداتِ بارہہ میں ہمنے جلسہ کیا تھا اُسی قاعدہ پر چلو۔ تمہاری نظر میں جو معاملات اہم قابلِ صحبت ہوں اُن کو حضراتِ اہلسنت کی خدمت میں پیش کرکے دوستانہ طریقے سے پوچھو کہ آخر کبھی وہ دن بھی آئیگا کہ مسلمان بیجا باتوں سے دست کش ہو کر اتحاد و یکجہتی اختیار کرکے حصولِ عقبےٰ میں کوشش کرینگے۔ یا کہ اسی طرح بیفائدہ جھگڑتے رہینگے۔ اگر وہ حضرات تمہاری درخواست منظور فرماکر آمادگی ظاہر فرمائیں تو عین مناسب ہے۔ بنا برآں حسب ہدایت مولانائے ممدوح حقیر منجملہ اُن بہت سی باتوں کے صرف دو تین پیش کرکے مستدعی ہے کہ حضرات علماء اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر براہِ ہمدردی دین جواب عنایت فرمائیں تاکہ میں اسکو بقدرِ فہم واستعدادِ خود امتیاز کروں۔ اگر میرا ذہن جواباتِ عطیۂ اہلسنت کو قبول کرلے اور جو شکوک کہ واقع ہوئے ہیں وہ اُٹھ جائیں تو خدائے پاک کی ضمانت سے کہتا ہوں کہ اپنے مذہبِ قدیم پر نہایت استقلال سے کمر بستہ ہو جاؤنگا۔ اور اگر میری کوتاہ فہمی یا وجوہِ دیگر سے وہ جواب مبطلِ دلائلِ پیش کردہ تخفیف نہ ہوں تو پھر اتحادی طریقہ سے دونوں دلائل کی جانچ کے لیے بہ نیک نیتی محض بنظرِ تحقیقِ حق ایک مختصر جلسہ علمائے فریقین بہ انضباطِ عہدنامہ مثلِ دستور العملِ جلسہ بہرہ سادات قائم کیا جائیگا۔ تاکہ بحضورِ علمائے ہر دو فرقہ و حکمِ غیر مذاہب نتیجہ پیدا ہو کر مذہبِ حق ہر کو بنظرِ تدبیر مثلِ آفتاب نمایاں ہو جائے۔ سُنّی و شیعہ کے اختلافات کا پورے طور پر بیان کرنا تو سوادِ تحریر کو طول دیتا ہے۔ مگر دو چار باتیں ایسی ہیں کہ جن پر تمام قضایا متفرع ہو رہے ہیں۔ ازانجملہ ایک حضراتِ شیخین رضوان اللہ تعالےٰ کا اثباتِ ایمان تا آخرِ عمر حضراتِ اہلسنت اُن بزرگواراں کا دنیا سے باایمان اُٹھ جانا بیان فرماتے ہیں۔ اور اہلِ تشیع اسکے خلاف ظاہر کرتے ہیں۔ دوسرا خلافت شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بروزِ غدیر شاہِ خیبر گیر کو اپنا جانشین فرماکر حسبِ دستور زمانہ اُنکے سرِ اطہر پر دستارِ قائم مقامی بندھوائی۔ اہلسنت فرماتے ہیں کہ حدیثِ غدیر سے خلافت ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکا مطلب مشتمل بہ نصرت و محبت ہے۔ بس انہی دو باتوں کے

تصفیہ پر میرا اور نیز دیگر طالبانِ حق کا اطمینان منحصر ہے۔ درباب امرِ اوّل یعنی ایمانِ جنابِ شیخین تو وہی رسالہ پیش کرونگا جو کہ جناب منشی سید سجاد حسین رئیس موضع بہڑہ سادات نے بوعدۂ تبدیلِ مذہب وعطائے مبلغ ایک ہزار روپیہ کسی فاضل سُنّی المذہب کو دیا تھا۔ جسکے بطلان پر جلسہ موصوف میں منجملہ چند فضلائے اہلسنت کے کسی ایک کو بھی مجالِ دم زدن نہوئی۔ امرِ دوم یعنی خلافت کی بابت کتابِ مستطاب عبقات الانوار سے جلد اوّل و دوم مسمّٰی بہ حدیث غدیر ہے۔ جس میں اکابرِ علمائے اہلسنّت کے اقرار سے بردِّ مضامین جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی حدیث غدیر کا متواتر اور صحیح و مُثبِتِ خلافت ہونا بعد ارتحالِ ختمی مرتبت ثابت کیا گیا ہے۔ بعدِ ملاحظۂ التماس ہذا جو صاحب جوشِ دینداری سے بنظرِ حفاظتِ مذہب قصدِ جواب فرمائیں لازم ہے کہ حقیر سے رسالۂ مرتبۂ سید سجاد حسین صاحب منگالیں۔ اور مجلداتِ غدیر چونکہ چھپ چکی ہیں اُنکو ملاحظہ فرمالیں۔ اگرچھ مہینے تک کسی گوشے سے آواز نہ آئی تو میں سمجھ لونگا کہ اہلسنّت اپنی ہی کتابوں سے خلفاء کا دنیا سے باایمان جانا ثابت کرنے میں دست پاچہ ہیں۔ و نیز حدیثِ غدیر کے باطل کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ اُس وقت مجھ کو ناگزیر مذہبِ شیعہ اختیار کر کے علمائے اہلسنّت کا عجز شائع کرنا پڑیگا۔ ای حضراتِ اہلسنّت اگر تمہارا مذہب حق ہے تو خدارا مجھ کو سنبھالو ورنہ اہلبیتؑ کا دامن ہے اور میرا ہاتھ ہے۔ میں کبھی اغراضِ دنیائے دنی سے دولتِ عقبٰے کو ضائع و برباد نہ کرونگا۔ اگر آپ مجلداتِ غدیر کے حجم و ضخامت وکثرتِ مضامین سے گھبرا کر جوابدہی پر آمادہ نہوں تو رسالۂ سجادیہ ہی کو باطل فرما دیجیے۔ جو کلّھم تینتیس ورق کا ہے۔ اور مطالبِ مندرجۂ ذیل متعلقِ حدیثِ غدیر کو سوائے خلافتِ بلافصل کسی اور معنی پر ثابت فرما دیجیے۔ وما علینا الّا البلاغ۔

حالاتِ متعلق بہ حدیثِ غدیر و دیگر معاملات حسبِ تسلیم علمائے کاملینِ اہلسنّت جو کہ ذیل میں درج ہو کر جواب طلب ہیں

(۱) درباب اعلانِ خلافتِ حضرتِ امیرؑ صحابہ سے آنحضرتؐ کا خوف کرنا۔

(۲) بحکمِ قرآن آنحضرت کا تبلیغ مولائیتِ حضرتِ امیرؑ پر مامور ہونا۔

(۳) ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کی موجودگی میں آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا۔

(۴) جناب عمر کا حضرتِ علیؑ کو خلافت کی مبارکباد دینا۔

(۵) اُمہات المؤمنین و دیگر صحابہ کا حضرتِ علیؑ کو تہنیتِ خلافت دینا۔

(۶) بعدِ اعلانِ خطبۂ خلافت خدا کا تکمیلِ دین کی بشارت دیکر رضامندی ظاہر کرنا۔

(۷) رسالتمآبؐ کا حضرتِ علیؑ کے سر پر عمامہ باندھنا جسکو مولوی غلام حسنین صاحب نے بحضورِ صدہا علمائے جلسہ دستاربندی کانپور میں ثابت کر دیا۔

(۸) اِس موقع پر مولےٰ کے معنی بالتصرف والے بتصرف یعنی حاکم امت ہونا۔

(۹) روبروئے جناب ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ حضرتِ امیرؑ کا حدیثِ غدیر پر مستدل ہوکر خلافتِ نبوی میں اپنا استحقاق ثابت فرمانا۔

(۱۰) جنابِ سیدہؑ سے صحابہ کا یہ فرمانا کہ تمنے عہدِ غدیر کو بھلا دیا۔

(۱۱) عبدالرحمٰن وغیرہ ممبرانِ شورےٰ کے روبرو حضرت علیؑ کا حدیثِ غدیر پیش کرنا۔

(۱۲) وقوعِ حدیثِ غدیر پر جناب امیرؑ کا صحابہ سے استشہاد فرمانا۔

(۱۳) منکرینِ مولائیتِ حضرتِ امیرؑ پر آنحضرتؐ کے سامنے عذابِ الٰہی کا نازل ہونا۔

(۱۴) غدیر میں حسّان ابنِ ثابت کا اشعار پڑھنا۔

(۱۵) رسالتمآب کا حسّانِ موصوف کو انعام دعا دینا۔

(۱۶) بوقتِ استشہادِ حدیثِ غدیر کے چھپانیوالوں پر امراضِ صعب مثلِ برص وجذام گرانی کی لاحق ہونا۔

(۱۷) روزِ غدیر کا روزہ پانچ برس کے روزے کے برابر ہونا۔

(۱۸) روزِ غدیر کا داخلِ عید ہونا۔

(۱۹) جنابِ فاطمہؑ کا فدک پر بروئے ہبہ دعوےٰ کرنا۔

(۲۰) حضرت امیرؑ حسنینؑ و اُمِّ کلثومؑ و اُمِّ ایمن کا وقوعِ ہبہ پر گواہی دینا۔

(۲۱) جنابِ خلیفۂ اوّل کا بعذرِ عدمِ تکمیلِ شہادت بیناتِ گواہان کا رد کرنا۔

(۲۲) خلیفۂ اوّل صاحب کا جناب فاطمہؑ کو سندِ فدک دینا۔ اور خلیفۂ دوم کا اُس سند کو بیدردی سے چاک کرنا۔

(۲۳) بعد چاک ہونے سندِ فدک کے سیّدہؑ کا وراثۃً دعوےٰ کرنا۔

(۲۴) جنابِ خلیفۂ اوّل کا درباب عدمِ جریانِ وراثتِ انبیاءؑ حدیث بنا کر بیان فرمانا۔

(۲۵) سیّدہؑ کا اپنے باپ کے ترکے سے محروم ہو کر خلیفۂ اوّل سے ترکِ کلام کرنا۔

(۲۶) جنابِ سیّدہؑ کا حضرتِ امیرؑ کو وصیت کرنا کہ ابو بکر میرے جنازے پر نہ آئے۔

(۲۷) خلفاء فی جیشِ اُسامہ سے تخلف کر کے ہم نہیں کہہ سکتے کہ زبانِ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کیا انعام پایا۔ مگر کتبِ اہلسنت میں لعن وارد ہوا ہے۔

(۲۸) نجات کا صرف اطاعتِ اہلبیتؑ میں منحصر ہونا۔

(۲۹) جنابِ ابو بکر کا سیّدہؑ کے ساتھ سختی کرنے سے بوقتِ وفات خود افسوس کرنا۔

(۳۰) عمر کا جنابِ سیّدہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجا کر سختی سے چلّا چلّا کر کہنا کہ اِس گھر کو جلا دو۔ اور اُس گھر میں سوائے جنابِ امیرؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ اور کوئی نہ تھا۔

ہر چند کہ یہ پرچہ عام نگاہوں سے گزریگا مگر خاصکر بذریعہ رجسٹری علمائے ذیل کے نام پر بھیجا گیا اور عام طور پر اُن علماء کے نام جو جلسۂ دستار بندی کانپور میں تشریف لائے تھے۔

۱ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سہارنپوری۔

۲ مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری۔

۳ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔

۴ مولوی محمود حسن صاحب مدرس دیوبند۔

۵ مولوی احمد حسن صاحب مدرس مدرسۂ امروہہ ضلع مراد آباد۔

۶ مولوی محمد قاسم صاحب ساکن سسلبلھیڑا ضلع مظفر نگر۔

۷ قاضی ریاض علی صاحب میرانپور ضلع مظفر نگر۔

۸ ملا مراد صاحب مدرس مظفرنگر۔

الملقب
اذل الکونین الشیخ حبیب احمد ولد شیخ حافظ احمد فضل حق بانی
مدرسۂ اسلامیہ و مہتمم مسجد جامع سہارنپور

اشتہار محمد انیس صاحب بجواب اشتہار حبیب احمد صاحب سہارنپوری جدید شیعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

اُسے مان جائیگا ذہن نفیس
جو کچھ لکھ رہا ہے محمد انیس

بہت یاں پہ ہیں مردِ میداں نہاں ؎ کہاں تمنے دیکھے ہیں زور آوراں

اے حق شناس! یہ عاجز چند کلماتِ رکیکہ کو اپنے ما فی الضمیر کا ترجمان بنا کر آپ حضرات سے عاجزانہ مستدعی ہے کہ اِس خاکسار کو حضراتِ شیعہ سے بوجہ ایک مطلبِ خاص کے بہت کچھ ارتباط رہا۔ اور اُنکے افعال و اقوال کو بہ نظرِ امتحان اچھی طرح جانچا۔ اور اُسکی وجہ سے بعض اہلِ حق نے اِس خاکسار پر شیعہ ہونیکا گمان کیا۔ مگر میں اُنکے احوال کو بخوبی جانچ چکا تھا۔ میرے ذہن میں ایسے عقائدِ مخدوشہ کب جگہ پکڑ سکتے تھے۔ میری نسبت ایسا خیال سوءِ ظنی میں داخل تھا۔ میں راہِ اہلسنت کو کہ جنے قرآن مقدس کے ظلِ عاطفت میں نشو و نما پایا ہے اور آفتاب سے زائد روشن ہے کیونکر ترک کرتا۔ اب ایک اور تازہ سُنیے کہ ایک اشتہار اِس عاجز کی نظر سے کہ جسکو راقم حبیب احمد صاحب ملقب اذل الکونین ہیں اور جسکے کئی حصے کذب و افترا سے مملو ہیں اور اُس میں بہرہ سادات کا حال بھی درج ہے گزرا۔ سبحان اللہ کیا اچھی بات ہے پہلو تہی کریں علمائے شیعہ اور کہا جاکر اہلسنت نے گریز کیا۔ شیخ صاحب اب بھی وہ موقعہ ہو سکتا ہے آمادگی وعدم آمادگی و تعیین

بمباحثہ ظاہر ہو جائیگی۔ اور نیز آپکے سوالات کی اصلیت بھی کھل جائیگی۔ میں آپکو قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ نے یہ اشتہار محض بصدق علی دریافت صداقت مذہب جاری کیا ہے تو آپ اپنے علما صاحبان کو طلب فرمایئے اور کسی مقام پر کسی تاریخ معینہ پر جلسۂ مباحثہ کرائیے۔ اور اُنکی تشریف آوری و مہمانداری کی تمام خرچ کا میں کفیل ہوں جو پہلے کسی رئیس یا مہاجن کے یہاں جمع کر دیا جائے۔ مگر یہ نہ ہو کہ وہ صاحبان تشریف لاکر مباحثے سے لیت و لعل کریں مثل بہرہ سادات کے۔ اگر ایسا ہوا تو آپ ذمہ دار بری ہونگے۔ اور ہمارے مولانا و مقتدانا جناب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے بجواب آپکے اشتہار کے فرداً فرداً اہل شیعہ کے سربرآوردگان کی خدمت میں بذریعۂ ڈاک جواب بھیجے مگر وہ صاحبان خاموش ہو رہے۔ بنابرآں یہ عاصی اشتہار دہندہ و سرپرستانِ اشتہار دہندہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ علمائے سنت جماعت ایسے شخص سے کیا مخاطب ہوں جو خود آپکو اذل الکونین لکھے اور جسکو معنی الفاظ بھی معلوم نہ ہوں متفق علیہ ذلیل آخرت کفار ہیں علاوہ ازیں متنِ اشتہار میں درج ہے کہ درصورت عدم جواب کے میرا ہاتھ اور دامن اہلبیت ہوگا۔ کیوں صاحب پہلے کسکا دامن تھا کیا پہلے سے مسلمان نہ تھے۔ سنت جماعت بھی جو اہلبیت سے محبت نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے اس واسطے جس شخص کے لیسے الفاظ ہوں اُسکو علمائے اہلسنت کیا جواب دیں؟ ان سوالات کے جوابات اگرچہ نہ میں مولوی نہ فاضل ہوں لیکن اپنی معلومات سے جواب لکھتا ہوں۔ مگر تم کو ان جوابات کی صحت بلا موجودگیِ علمائے فریقین کیسے ہو۔ اس واسطے دوبارہ عرض ہے کہ آپ جلسۂ مباحثہ قائم کرائیے اور اسکا کفیل خرچ میں ہونگا۔ اور یہ اشتہار آپکا محض بغرض تبدیل مذہب ہے۔ ورنہ یہ سوالات بالکل بے اصلیت اور افترا سے مملو ہیں۔ ناظرین کتب پر پہلے سے بخوبی ثابت ہے۔ اور اُردو خوانوں پر اگر وہ چاہیں تو کتاب ہدایت الرشید کہ جس میں جواب رسالۂ کنتوری بھی موجود ہے اور کتاب آیات الشیعہ و تحفۂ اثنا عشریہ و آیات بینات سے اطمینان کرلیں۔ شیخ صاحب دوسروں کے کندھوں پر بندوق چلانا اور عوام الناس کو مغالطے میں ڈالنا آپ ہی کا حصہ ہے۔ کیونکہ انحصار ہے اس اشتہار میں اہلسنت کے علما سے دو امور دریافت کیے ہیں۔ ایک شیخین کا بعد ایمان رحلت فرمانا۔ دوسرا جناب امیرؑ کا خلیفہ بلافصل ہونا۔ اور اول میں بخلاف ظاہری اہلسنت

منافی امور ثابت کرنا مشکل ہے۔ لیکن نزدیک حقائق شناس کے امر اول بالعکس ہے یعنی حضرات شیعہ منافی امور اہلسنت منفرد الاول امر ہیں جو امور تنقیح طلب ہیں انکا طے کرنا ضرور ہے کہ امر حق ظاہر ہو اور طوفان بے تمیزی برپا نہو۔ لہذا اول وہی معروض ہیں واضح رہے کہ جس امر میں بحث واقع ہو اُن میں نشان دعوے اور حالت انکار کا جانچنا بہت ضروری ہے تاکہ ہر ذی حق کو اسکا حق دیا جائے۔ اور مسئلہ بحث مجادلہ جاہلانہ سے برطرف ہو۔ ایمان شیخین کی نسبت جو اہلسنت سے دریافت کیا جاتا ہے اُسکی بابت جو عرض کیا جائے غور سے سنو۔ اور کسی ذی ہوش سے دریافت کرو کہ یہ راست ہے یا کیا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ حدوث ایمان شیخین کا فریقین کے نزدیک مسلم ہے اور ظاہر ہے کہ ایمان کا سلب اُس کی رفع کرنیوالی شئے سے ہوتا ہے تاوقتیکہ مضامین منافی ایمان شیخین میں نہ پائے جائیں وہی حدوث بقا کی دلیل رہیگا۔ اور جو فریق اسکے خلاف ثابت کرنا چاہیگا اُس کو ایسے امور ثابت کرنے پڑینگے کہ جو منافی ایمان ہوں لیکن باوجود ثابت ہونے ایک امر کے اُسکے امور منافی کا ثابت کرنا یہ شان مدعیانہ ہوگی۔ یعنی اُسکو ایسے امور ثابت کرنے پڑینگے جو شیخین کے ارتداد پر دلالت کریں۔ دونہ خرط القتاد۔ لہذا ثبوت اس امر کا اہل شیعہ کے ذمہ ہوگا۔ اور اہلسنت کی شان اس محل پر منکرانہ ہوگی۔ اگر اہل شیعہ نے امور ارتدادی ثابت کردیے تو بقائے ایمان ثابت نہیں ہوسکیگا۔ اور جب ان حضرات سے یہ مضمون ثابت نہ ہوسکے تو حدوث ایمان بقا کی دلیل سمجھی جائیگی اگر اہل شیعہ حدوث ایمان کے مقر نہ ہوتے تو مطالب دلیل درست تھا۔ دوسرا امر جو اشتہار میں درج ہے اُسکا بار ثبوت بہمہ وجوہ حضرات شیعہ کے ذمہ ہے۔ انکو واجب ہے کہ کسی حدیث مسلمہ اہلسنت سے خلیفۂ بلافصل ہونا ثابت کریں۔ حدیث غدیر کی نسبت جو مضامین مشتہر کیے ہیں وہ سراسر افترا اور کذب محض ہے۔ اوّل اُس اشتہار کی عبارت نقل کرکے اُسی کی ذیل میں صحیح صحیح اُسکی حالت ہے نظاہر کی جاتی ہے۔ ۱ در باب اعلان خلافت حضرت امیرؑ صحابہ سے حضرتؐ کا خفیہ کرنا) اسکی نسبت عرض ہے کہ یہ دروغ محض ہے۔ اسکو کسی حدیث اہلسنت سے ثابت کرو ۲ بحکم قرآن آنحضرتؐ کا تبلیغ ولایت حضرت امیرؑ پر مامور ہونا کسی قرآن مجید کی آیت سے ثابت کرو کہ مطلب ولایت حضرت امیرؑ کے واسطے ہوئی ہے۔ اور اہلسنت کی تفاسیر میں

اُسکو تسلیم کیا ہے۔ اہلِ شیعہ کے موضوعات کو پیش کرنا بے محل ہے۔ ۳ ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ
کی موجودگی میں آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا ھٰذا بہتان عظیم۔ اپنی طرف سے روایت بنا لی
ہے اور اہلسنت کی مسلمات سے قرار دیکر اُسکا جواب طلب کیا جاتا ہے۔ کیا اچھی جرأت ہے! ۴ عمر کا حضرت
علیؑ کو خلافت کی مبارکباد دینا) اہلسنت کی نزدیک یہ مسلم نہیں۔ حضرات شیعہ کا یہ افترا ہے۔
۵ امہات المؤمنین و دیگر صحابہ کا حضرت علیؑ کو تہنیت خلافت دینا) یہ کذب صریح ہے۔ اسکی کچھ اصل
نہیں عوام الناس میں مضامین بے اصل مشتہر کرنا اہلِ فہم کے نزدیک کس درجہ رسوائی کی بات ہے۔
۶ بعد اعلانِ خطبۂ خلافت خدا کا تکمیلِ دین کی بشارت دیکر رضامندی ظاہر کرنا) یہ اہلسنت کے
نزدیک مردود ہے۔ اسکو کسی تفسیرِ اہلسنت سے ثابت کر دیجیے تاکہ حضرات شیعہ سے افترا کا ایک
ایسے محل سے الزام اُٹھ جائے۔ ۷ رسالت مآبؐ کا حضرت علیؑ کے سر پر عمامہ باندھنا جس کو
مولوی غلام حسنین صاحب نے بحضور صدہا علماء جلسۂ دستاربندی کانپور میں ثابت کر دیا) ہم نہیں
مانتے کہ مولوی غلام حسنین صاحب نے عمامہ یعنی دستاربندی خلافت بر سرِ مجمع ثابت کی ہو۔ اگر ایسا ہوا ہے
تو مہربانی فرماکے آپ دو چار علمائے اہلسنت کے روبرو ہی ثابت کرا دیجیے۔ صدہا کے روبرو ثابت
کریں اور دو چار کے بالمواجہ ثابت کرنے سے پہلو تہی ہو۔ اہلِ انصاف غور کریں یہ کیا ماجرا ہے۔
۸ اس موقع پر مولے کے معنی بالضرور اولے بالتصرف یعنی حاکمِ امت ہونا) مولے کی معنی اولی بالتصرف
اہلِ شیعہ کے نزدیک ہونگے۔ اہلسنت اسکو نہیں مانتے کسی دلیل سے ثابت کر دیجیے۔ ۹ روبروے ابوبکر و
عمر و دیگر صحابہ حضرت امیرؑ کا حدیثِ غدیر پر مستدل ہو کر خلافت نبوی میں اپنا استحقاق ثابت فرمانا)۔
صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم کے روبرو ایسا استدلال جناب امیرؑ کی طرف سے پیش نہیں ہوا۔ یہ ایجاد
حضرات شیعہ کا ہے۔ ۱۰ جناب سیدہؑ کا صحابہ سے یہ فرمانا کہ تمنے عہدِ غدیر کو بھلا دیا) جناب سیدہؑ
کے کلام کو ثابت کرکے اپنے مافی الضمیر کو ثابت فرمائیے۔ اپنے خیالات سے یکسو ہو کر اہلسنت کی کسی کتاب
کی سند پیش کیجیے۔ ۱۱ عبدالرحمن وغیرہ ممبرانِ شوریٰ کے روبرو حضرت علیؑ کا حدیثِ غدیر کو پیش
کرنا) حضرت عبدالرحمنؓ وغیرہ کے روبرو دربارۂ ثبوتِ خلافتِ بلافصل کوئی کلمہ جناب امیرؑ کی زبان سے نہیں
نکلا۔ اگر ایسا ہوا ہے تو ثابت کرو کہ کونسی کتابِ اہلسنت سے نقل کیا ہے۔ ۱۲ وقوعِ حدیثِ غدیر
پر جناب امیرؑ کا صحابہ سے استشہاد فرمانا) وقوعِ حدیثِ غدیر کے اہلسنت منکر نہیں۔ اگر کہیں کسی

کتاب اہلسنت سے انکار ثابت ہو تو وہ ثابت کیجے۔ ۱۳ منکرین مولائیتِ حضرت امیرؑ پر آنحضرتؐ کے سامنے عذابِ الٰہی نازل ہونا) اگر ایسا ہوتا تو مسلکِ اہلِ حق کے خلاف نہ تھا کیونکہ جناب امیرؑ کی مولائیت یعنی محبوبیت سے جو منکر ہے وہ مستحق عذاب کا ہے۔ مگر آنحضرتؐ کے زمانۂ بابرکات میں ایسا نہیں ہوا۔ یہ اہلِ شیعہ کا افترا ہے۔ ۱۴ غدیر میں حسان ابنِ ثابت کا اشعار پڑھنا) حضرتِ حسان کے اشعار کا ذکر اس محل پر بیفائدہ ہے۔ اگر اُن سے کچھ آپکا مافی الضمیر ثابت ہوتا ہو تو ثابت کیجیے۔ صرف اشعار کی سند مطلوب نہیں۔ اُسکو مطلبِ اصلی سے بھی لگاؤ ہونا چاہیے۔ ورنہ

ع بے محل ہے چھیڑنی یاں عہدِ گُل کی داستاں۔

۱۵ رسالت مآبؐ کا حسانؓ موصوف کو انعام دعا دینا) سرورِ کائنات کا حضرتِ حسانؓ کو دعا دینا اہلِ شیعہ کے کس مطلب کا مفید ہے چونکہ وہ اشعار میں مشرکین کو جواب دیتے تھے لہذا آنحضرتؐ نے اُنکو دعا دی۔ اُنکے مدعا سے اور اُس دعا سے کیا نسبت۔ اگر ایسا ہے تو کتابِ اہلسنت سے ثابت کیجیے۔ ۱۶ بوقتِ استشہاد حدیثِ غدیر کے چھپانیوالوں پر امراضِ صعب مثلِ برص و جذام و گراں گوشی لاحق ہونا) یہ غلط ہے۔ ایسا نہیں ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو نہ حضراتِ شیعہ کے کچھ مفیدِ مطلب تھا اور نہ اہلسنت کو کچھ مضر۔ یہ بہتانِ محض ہے۔ ۱۷ روزِ غدیر کے روزہ کا پانچ برس کے روزوں کے برابر ہونا) یہ فروغِ بے فروغ ہے۔ اہلسنت کے یہاں اسکی کچھ اصل نہیں۔ اپنی طرف سے ایک مضمونِ خیالی ایجاد کرنا اور اُسپر ثواب متفرع کرنا اور دوسرے سے جواب طلب فرمانا کس اہلِ عقل کی نزدیک درست ہوگا۔ ۱۸ روزِ غدیر کا داخلِ عید ہونا) روزِ غدیر کو اگر عید قرار دیا جائے تو اصولِ اہلسنت کے مضر نہیں۔ مگر اُسکا عید ہونا منجملۂ اختراعاتِ شیعہ ہے۔ اہلسنت کے یہاں اسکی کچھ اصل نہیں اگر سرورِ کائنات یا اصحابِ کرام کے زمانہ میں اسکو عید قرار دیا ہو تو کسی کتابِ اہلسنت سے ثابت کرو۔ اگر آنحضرتؐ کے زمانے میں ثابت نہو۔ زمانۂ خلافت جنابِ امیرؑ میں اُسکا کچھ نشان دو مگر کتاب اہلسنت سے ہو۔ اور آپ صاحبوں سے یہ نہو سکیگا۔ ۱۹ جنابِ فاطمہؑ کا فدک پر بروی ہبہ دعوے کرنا) ہبہ کا دعوے بہتانِ عظیم ہے۔ اسکی اہلسنت کے یہاں کچھ اصل نہیں۔ ۲۰ حضرتِ امیرؑ و حسنینؑ و امِ کلثومؓ و امِ ایمنؓ کا وقوعِ ہبہ پر گواہی دینا) ان حضراتِ بابرکات کی گواہی اہلسنت کی کتاب سے ثابت نہیں۔ یہ حضراتِ شیعہ کا بہتان ہے ۲۱ خلیفۂ اول کا بعذرِ عدم تکمیلِ شہادت

بیاناتِ گواہان کو رد کرنا) اسکا جواب نمبر ۲۰ سے واضح ہے۔ جب شہادت پیش ہی نہیں ہوئی تو ردِ شہادت کے کیا معنی مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ۔ ۲۲ (خلیفۂ اوّل کا جنابِ فاطمہؑ کو سندِ فدک دینا۔ اور خلیفۂ دوم کا بیدردی سے چاک کرنا) خلیفۂ برحق نے کوئی سند درباب فدک جنابِ سیدہؑ کو نہیں دی کہ جسکے چاک کرنیکی نوبت آتی۔ یہ مضمون خیالی ہے۔ اہلسنّت کے یہاں نہیں ہے۔ ۲۳ (بعد چاک ہونے سندِ فدک کے جنابِ سیدہؑ کا وراثتاً دعوے کرنا) وراثتہً دعوے کرنیکو سند کے چاک پر متفرع کرنا دروغِ محض ہے۔ جب سند چاک ہی نہ کی تو یہ بات کس امر کی دلیل ہے۔ ۲۴ (خلیفۂ اول کا درباب عدمِ جریانِ وراثتِ انبیاء حدیث بنا کر بیان فرمانا) صدیقِ اکبر کا بیان درباب عدم وراثتِ انبیاء صحیح تھا جیسا کہ اہلِ شیعہ کی بعض کتبِ معتبرہ سے ثابت ہے۔ اور بھی اسکی تائید میں کتبِ اہلِ شیعہ سے شواہد موجود ہیں جنکو بنظرِ اختصار یہ عاجز تحریر نہیں کرتا۔ عند الضرورت ظاہر کیے جائینگے۔ ۲۵ (سیدہؑ کا اپنے باپ کے ترکے سے محروم ہو کر خلیفۂ اوّل سے ترکِ کلام کرنا) جس حالت میں صدیقِ اکبر کا فیصلہ حسبِ روایتِ شیعہ درست تھا تو ترکِ کلام کا الزام خلیفۂ برحق پر بڑی بے انصافی کی بات ہے مصرع

بشتو آزردگیِ غیر سبب راچہ علاج۔

۲۶ (جنابِ سیدہؑ کا حضرتِ امیرؑ کو وصیت کرنا کہ ابوبکر میرے جنازے پر نہ آئے) یہ مضمون اہلسنّت کے نزدیک ثابت نہیں۔ بر تقدیر صحت ابوبکر پر کچھ اعتراض نہیں کیونکہ صدیقِ اکبر اُس فیصلہ میں حق پر تھے۔ اس صورت ترک یا وصیت میں اُن کا کیا قصور۔ اُنکا مسلک لَا یَخَافُوْنَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ تھا۔ ۲۷ (خلفاء نے جیشِ اُسامہ سے تخلّف کر کے ہم نہیں کہہ سکتے کہ زبانِ آنحضرتؐ سے کیا انعام پایا) جب سرورِ کائنات نے حسبِ روایاتِ اہلسنّت ابوبکر کو مرض الموت میں اپنی جگہ امام بنا دیا تو آنحضرتؐ نے اُنکے تخلّف کو جائز رکھا۔ اگر اہلسنّت کے یہاں نیابتِ امامت آنحضرتؐ کی طرف سے نہ ثابت ہوتی تو اہلِ شیعہ کا اعتراض قابلِ التفات تھا۔ اور بعد خلیفہ ہونے کے صدیقِ اکبرؓ نے [illegible] روشن کیا اور اسلامی جھنڈے کو دیارِ حجاز سے لیکر دمشق تک پہنچا دیا اُسکے عوض میں وہ [illegible] سے کسی انعام پانیکے مستحق ہیں جو اللہ کے نزدیک اس درجہ کے امید کنندہ کے واسطے تجویز ہو چکا ہے۔ ۲۸ (عبادت کا صرف اطاعتِ اہلبیتؑ میں منحصر ہونا) نجات کا مدار بھی اطاعت اور [illegible] اطاعت تو [illegible] اہلسنّت کے نزدیک ثابت نہیں مگر وہ مضامین کہ جو اہلِ شیعہ نے اہلبیتؑ کی طرف منسوب کر [illegible]

وہ باعثِ گمراہی اور خلود فی النار کا سبب ہیں۔ اُن کو باعثِ نجات خیال کرنا خام خیالی ہے۔ چنانچہ بہت سے عقائدِ اہلِ شیعہ کو قرآنِ مقدس رد فرماتا ہے۔ اور یہ حضرات اُن عقائد سے دست کش نہیں ہوتے۔ ۲۹ ابوبکر کا جناب سیدہؓ کے ساتھ سختی کرنے سے بوقتِ وفات خود افسوس کرنا) ہرگز ابوبکر نے وقتِ وفات اپنی طرف سے سختی کا اقرار نہیں کیا فَاْتُوْا بِالْکِتَابِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ ۳۰ عمر کا جناب سیدہؓ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجا کر سختی سے چلا چلا کر کہنا کہ اس گھر کو جلادو۔ اور اُس گھر میں سوائے جناب امیرؓ و فاطمہؓ و حسنینؑ اور کوئی نہ تھا) اللہ سے ڈرو کہیں آسمان نہ ٹوٹ پڑے۔ یہ آپ صاحبوں کا افترا ہے۔ فاروق کی طرف اسے منسوب نہ کیجیے۔ اگر سچے ہو تو اہلسنت کی کتاب سے ثابت کرو۔ کیا اچھا ہو کہ اہلِ شیعہ علمائے شیعہ سے مطالبہ کریں کہ اگر آپ حضرات راستگو ہیں تو ہمکو اہلسنت کی کتابوں سے اِن منقولات کو دکھا دیجیے۔ کیا عجب ہے کہ اِس تحریر کو ملاحظہ فرما کر اہلِ شیعہ اِس کی طرف توجہ فرمائیں فقط

بنظرِ اختصار دو سوال ھدیۂ ناظرین ہیں۔ دیکھیں کیا جواب ملے۔ وقتِ وفاتِ آنحضرت جب جبرئیلؑ اپنی آمد و رفت کا خاتمہ بیان کر گئے تھے جیسا کہ صاحب کلینیؒ نے روایت کیا ہے تو پھر مصحفِ فاطمہؓ بوساطتِ جبرئیلؑ کیونکر نازل ہوئی۔ کہ جسکے نزول کو صاحبِ کلینی نے لکھا ہے۔ دوم جنابِ امیرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مالِ متروکہ میں وراثت جاری کیوں نہ فرمائی۔

المشتہر

بکلام النفیس محمد انیس پسرِ منشی محمد زکریا۔ قوم شیخ انصاری

ساکن سہارنپور منمحلات سہارنپور

المرقوم ۲۷ دسمبر سنہ ۱۸۹۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آئینہ حق نما

عام حضرات اہلسنت آگاہ ہوں کہ جناب مستطاب معلے القاب امیر الامرا العظام عالی خاندان والا دودمان حامی دین سید المرسلین پیرو امیر المومنین الشیخ حبیب احمد صاحب صدیقی نے ماہ دسمبر ۱۸۹۴ء میں مذہب اثنا عشری کو تمام فرقہ اسلامیہ میں منتخب کر کے ایک اشتہار بہ مضمون شایع کیا تھا کہ میں اپنی تحقیقات سے مذہب شیعہ کو حق سمجھ چکا ہوں۔ اگر کوئی صاحب منشی سید سجاد حسین صاحب متوطن بہڑہ سادات کی اُس سا آیہ کو باطل کرکے جسپر موضع بہڑہ سادات ضلع مظفر نگر میں مناظرہ ہوکر بالآخر علمائے اہلسنت کو سکوت ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر وعمر کا دنیا سے با ایمان اُٹھ جانا۔ اور معاملات غدیر کا سوائے خلافت بلافصل کسی اور معنی پر محمول ہونا ثابت فرما دیں تو میں سنی رہونگا۔ ورنہ شیعہ ہوجاؤنگا۔ شیخ صاحب ممدوح نے یہ بھی لکھدیا تھا کہ جو صاحب قصد تحریر جواب فرمائیں لازم ہے کہ ہم سے رسالہ سجادیہ منگوالیں۔ اور مطالب مندرجہ جلد ثانی حدیث غدیر کو جس میں بروایات ثقات اہلسنت جناب امیرؑ کا بروز غدیر بحکم خداوند قدیر خلیفہ بلافصل ہونا بشرح وبسط تمام ثابت کیا گیا ہے۔ دیکھ لیں اور دونوں باتوں کا تحریری جواب دیں تاکہ بڑی پنچایت جس میں علمائے فریقین کے ساتھ فضلائے غیر مذہب حکم ہونگے۔ ہر دو تحریر کی جانچ کراکر نتیجہ شایع کیا جائیگا چنانچہ بنظر آگاہی عامۃ الناس معاملۂ غدیر وغیرہ کو بتفصیل مختصر تیس ۳۰ نمبروں پر لکھا گیا تھا جس میں اٹھارہ نمبروں کا تعلق خطبۂ غدیر سے تھا۔ اور بارہ نمبر جناب شیخین کی اُن مہربانیوں سے علاقہ رکھتے تھے جو کہ رسول اکرم کی پارہ جگر کے ساتھ اُسوقت اُن بزرگواروں سے واقع ہوئی تھیں۔ جبکہ وہ فرش ماتم پر بیٹھکر بصد درد جگری مصروف آہ و نالہ تھیں۔ مگر نہایت افسوس ہے

ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے کہ تقلید سلف صالحین خود علمائے دیوبند و گنگوہ و سہارنپور وغیرہ نے شیخ صاحب موصوف کے اشتہار کو معائنہ فرما کر وہی عمل فرمایا جو کہ تمام ہندوستان کے علما تحفہ و منتہی الکلام و آیات بینات و ہدیۃ الشیعہ وغیرہ کے متعدد جوابات دیکھکر کر چکے ہیں وہ کیا؟ (سکوت سکوت سکوت) مگر آفرین بلکہ صد تحسین جناب شیخ محمد انیس صاحب سہارنپوری پر کہ انہوں نے تینتیس ۳۳ نمبروں کے مضامین درد انگیز و حیرت خیز کو بہ نگاہ تعجب دیکھکر غالباً یہ قیاس کر لیا کہ ایسی باتیں جن سے خلفاء کا جبر و ظلم اور شاہ ولایت کی خلافت بلا فصل پایۂ ثبوت کو پہنچ سکے ہماری کتابوں میں ہرگز منقول نہ ہونگی۔ لہذا قطعی انکار کر دیا کہ کسی کتاب تفسیر و حدیث اہلسنت میں یہ مطالب مندرج نہیں۔ علماء کو بلاؤ۔ مناظرہ کراؤ۔ ہماری کتابوں سے اپنے دعوے کا ثبوت دو اسکا تو شکریہ ادا نہیں ہو سکتا کہ مجیب با تمیز نے خلاف سیرت علمائے خود جواب دینے میں قدم بڑھایا۔ مگر اس بات پہ ملال ظاہر کیا جاتا ہے کہ انکو اردو عبارات سے مطالب حاصل کرنیکی پوری قابلیت نہیں۔ کاش وہ اردو داں ہی ہوتے تو حسب استدعائے جناب شیخ صاحب موصوف مندرجۂ اشتہار مذکور رسالہ سجادیہ و مطالب **غدیر** کا جواب مرتب کر کے برائے جانچ و پرتال پیش کرتے۔ چونکہ ذی عزت مجیب نے اپنے جواب میں جسکو انکار کہنا بیجا نہ ہوگا صاف لکھدیا ہے کہ شیخ **حبیب احمد** اور انکے سرپرستان پر واجب ہے کہ بنائے مناظرہ قائم کر کے اپنے دعوے کو کتب سے ثابت کریں نظر برآں مجھ کو بھی مخاطب بننے کا اچھا موقع مل گیا۔ بنا برآں نحیف محققانہ و منصفانہ طور پر اس معاملہ میں یہ تنقیح نکالتا ہے کہ آیا وہ سب باتیں جن پر منجانب مجیب انکار ہوا ہے کتب اہلسنت میں بصراحت درج ہیں یا نہیں؟ اور بصورت درج ہونے یا نہ ہونے کے بحق فریقین کیا نتیجہ ہوگا واضح ہو کہ جن تینتیس نمبروں کی بابت جناب شیخ احمد صاحب نے کتب سنیہ میں موجود ہونیکا دعوے پیش فرمایا ہے اگر وہ مضامین درحقیقت کتب اہلسنت میں نہ پائے گئے تو پھر علمائے شیعہ سے زیادہ زمانہ میں کوئی کاذب و مفتری نہ پایا جائیگا۔ اور اگر اہلسنت کی سندی اور معتبر کتابوں میں سچے راویوں کے بیانات سے بتصریح وہ مضامین دکھائے گئے تو اس وقت حضرات منکرین کو جناب امیر کا خلیفہ بلا فصل اعتقاد کرنا اور حضرات خلفاء کو بحق آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ظالم

وجا بر سمجھنا لازم ہوگا - دُھنئے - جولاہے - نائی - دھوبی - تیلی - تنبولی - کنجڑے - قصائی - نیچہ بند اور نان بائی اور دیگر اسلام کی چھوٹی قومیں چونکہ عموماً سُنی ہوتی ہیں - بوجہ اپنی جہالت و بے علمی کے نہ کبھی کچھ سمجھی اور نہ سمجھینگی - مگر حقیر حضرات شیخ صاحبان وا فاغنۂ ذی شان سرخیل سنیان کی خدمت باسعادت میں بصد ادب گزارش کرتا ہو کہ برائے خدا و رسولؐ و حضرت غوث الثقلین اِس تیرہ سو برس کے اُلجھے ہوئے مسئلے کو جس نے اسلام کو درہم و برہم کرکے ضعیف و مادۂ مفاسدِ گوناگوں کردیا ہے سُلجھائیں - زمانہ دولتِ انگلشیہ کی پر عدل و داد حکومت سے بہت اچھا موقع دے رہا ہے کہ مسلمان دوستانہ طریقہ سے بلا خیالِ جدال و پرخاش مذہبی خرابیوں سے پاک ہوکر اتفاق و محبت سے بہ آرام بسر کریں -

تیئس ۲۳ نمبر ہائے مندرجہ اشتہار مذکور کا ثبوت کتاب مستطاب جلدِ دوم حدیث غدیر و تشئید المطاعن سے بدیں نمط پیش کرتا ہوں کہ ہر نمبر کے محاذ میں کتب موصوفۂ بالا کے صفحات کہ جن میں وہ مضمون درج ہیں لکھے دیتا ہوں - اور نیز سب نمبروں کے سامنے اُن علمائے اہلسنت کی تعداد بھی ہندسوں میں لکھدی گئی ہے کہ جنھوں نے اُس نمبر کے مضمون کو بیان کیا ہے - اور دو دو چار چار علمار کے نام بھی مع کتب ظاہر کئے ہیں - تاکہ تلاش کنندہ کو ہر مضمون کا بہ آسانی پتہ لگجائے - مناسب ہے کہ حسب نشانِ صفحات دونوں کتابوں سے مضمون متعلقہ نمبر کو برآمد فرماکر اسمائے علمار و عباراتِ کتب و توثیق صاحب کتب کو اُن کتابوں سے ملائیں کہ جن کے حوالے سے وہ عبارتیں لکھی گئی ہیں - اگر کتبِ محوّلہ میں اُن عبارتوں کا پتہ نہ چلے تو پھر کمیٹی جانچ قائم فرمائی جائے - جس میں پانچ علمائے شیعہ اور پانچ علمائے اہلسنت اور ایک عالم غیر مذہب عربی داں - ممبرانِ جانچ ہوں - اگر اس عنوان سے یہ بات ثابت کرادی گئی کہ علمائے شیعہ نے غلط طور پر کتابوں کے حوالے دیے ہیں تو مبلغ پچیس ہزار روپیہ اُسکو بطور شکریہ دیا جائیگا - جو کہ حضرات اہلسنت سے ایسی کمیٹی مقرر کرنے پر کمر بستہ ہوگا - یہ بھی اطمینان دلایا جاتا ہے کہ بصورتِ مغلوبیت اہلسنت سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ لی جائیگی - البتہ جو صاحب انعقادِ کمیٹی جانچ کے متکفل ہوں اُن پر واجب ہوگا کہ حسب پسند حقیر اپنے پانچ علمائے کاملین سے کہ جن کے نام نامی بوقتِ ضرورت ظاہر کرونگا - اِس بات کا

وثیقہ رجسٹری کرادیں کہ اگر اہلسنت کو کمیٹی جانچ میں رسالہ سجادیہ کے پاس کرانیا اور حوالہائے جلدِ غدیر و تشئید المطاعن کے مطابق ہونے میں ناکامی ہوئی تو ہم مذہب شیعہ اختیار لینگے۔ زرِ مذکورۃ الصدر کا بکفالت جائداد آزاد وثیقہ رجسٹری کرادینا بذمہ نجیب صاحب ہے۔ یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ ۳ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء کو منشی سید سجاد حسین صاحب مقدم الوسعت فی بنام نامی جناب مولوی محمود حسن و مولوی محمد خلیل مؤلف ہدایات الرشید و مولوی منفعت علی و مولوی غلام رسول صاحبان مدرسانِ مدرسہ دیوبند و حاجی احمد علی صاحب مدرس سہارنپور و ملا مراد صاحب مدرس مظفرنگر ایک خط رجسٹری شدہ میعادی ۳ ماہ کہ جسکو اب چھ مہینے گزر گئے بہ این مضمون ارسال فرمایا کہ اگر آپ اپنے فاضل مذہبی کی اس تحریر کو جس کے دیکھنے سے بروز مناظرہ مہرہ ساداتبدیل مذہب انکا فرمایا تھا ہمارے رسالہ کا مبطل ثابت کرادیں۔ یا یہ کہ بصورت غلط ہونے اس جواب کے آپ حضرات کوئی دوسرا جواب عنایت فرماکر ہمارے رسالے کو باطل فرمائیں تو بتعدادِ عدد روپیہ دیا جائیگا۔ مگر افسوس ہے کہ کسی نے جواب تک عنایت نہ فرمایا۔ اگر اب بھی باوصف وعدۂ زرِ کثیر کے کسی جانب سے پذیرائی نہ ہوئی تو سخت مقامِ تاسف ہوگا میں امید کرتا ہوں کہ طالبانِ حق علمائے دین کی خدمت میں درخواستوں کی بھرمار کرکے انکو ضرور بالضرور آمادہ فرمائینگے۔ والسلام۔

ثبوت از جلدِ دوم حدیثِ غدیر جس کے صفحات کا نشان دیا جاتا ہے

نمبر	عبارت مضامین مشتہرۂ شیخ حبیب احمد صاحب	تصحیح ثبوت از کتب اہلسنت
۱	درباب اعلانِ خلافتِ حضرت امیر صحابہ سے آنحضرت کا خوف کرنا۔	اس واقعہ کو خدائے پاک نے قرآن شریف میں بلفظ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ فرمایا ہے اور چار علمائے ذیل نے تمہارے صاحب حبیب السیر و صاحب کتاب اربعین و ابن مردویہ بکتاب مناقب و جلال الدین سیوطی بہ تفسیر در منثور۔ دیکھو پہلے صفحہ

نمبر	عبارت مضامین مشتہرۂ شیخ حبیب احمد صاحب	تصریح ثبوت از کتب اہلسنت
		جلد غدیر کو از صفحہ ۴۴۵ لغایت ۴۸۵۔
۲	بحکم قرآن آنحضرتؐ کا تبلیغ مولائیت حضرت امیرؑ پر مامور ہونا۔	۲۲ کس از آنجملہ فخر الدین رازی بہ تفسیر کبیر و جلال الدین سیوطی بہ تفسیر درمنثور و بدر الدین محمود بن احمد العینی بکتاب عمدۃ القاری شرح بخاری۔ دیکھو حصہ اول جلد غدیر از صفحہ ۲۶۹ لغایت ۵۴۵
۳	ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کی موجودگی میں آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا۔	سبط ابن جوزی بکتاب تذکرۂ خواص الائمہ وغیرہ
۴	عمر کا حضرت امیرؑ کو خلافت کی مبارکباد دینا۔	۳۲ علما از آنجملہ فخر الدین رازی بہ تفسیر کبیر و صاحب صواعق محرقہ و صاحب زین الفتی۔ دیکھو حصہ دوم جلد ثانی از صفحہ ۲۲۳ لغایت ۳۲۸۔
۵	امہات المؤمنین و دیگر صحابہ کا حضرت علیؑ کو تہنیت خلافت دینا۔	حبیب السیر و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا دیکھو صفحات مندرجہ نمبر ۴۔
۶	رسالت مآبؐ کا حضرت امیرؑ کے سر پر بروز غدیر عمامہ باندھنا جسکو جناب مولوی غلام حسنین صاحب نے بحضور صدہا علما جلسۂ دستاربندی کانپور میں ثابت کر دیا۔	۳۱ عالم از آنجملہ ملا علی متقی بہ کتاب کنز العمال و صاحب فرائد السمطین۔ دیکھو حصہ دوم جلد ثانی از صفحہ ۳۰۳ لغایت ۳۰۷۔
۷	بعد اعلان خطبۂ خلافت خدا کا تکمیل دین و بشارت دیکر اسلام سے رضامندی ظاہر کرنا۔	۱۶ عالم از آنجملہ ابراہیم بن المؤید بن عبد اللہ حموینی بکتاب فرائد السمطین۔ دیکھو حصۂ اول جلد ثانی کا صفحہ ۴۸۵ لغایت ۵۰۴۔

نمبر	عبارات مضامین مشتہرہ شیخ حبیب احمد صاحب	تصریح ثبوت از کتب اہلسنت
۸	اِس موقعہ پر مولےٰ کے معنی بالضرور اولےٰ بتصرف یعنی حاکمِ امت ہونا۔	۴۰ عالم از آنجملہ ابنِ جوزی بہ تفسیر زاد المسیر وابوالحسن علی ابنِ احمد الواحدی بتفسیر وسیط۔ دیکھو حصۂ اوّل جلدِ دوم از صفحہ ۲۴۶ لغایت ۲۹۶۔
۹	روبروے ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ حضرت امیرؑ کا حدیثِ غدیر پر مستدل ہوکر خلافتِ نبویؐ میں اپنا استحقاق ثابت فرمانا۔	حسین میبذی بکتابِ فواتح واسعد ابن ابراہیم بن الحسن بن علی الحنبلی بکتابِ اربعین دیکھو حصۂ اوّل جلدِ ثانی از صفحہ ۶۰۷ لغایت ۶۰۹۔
۱۰	جنابِ سیدہؑ کا صحابہ سے یہ فرمانا کہ تم نے عہدِ غدیر کو بھلادیا۔	شمس الدین محمد جزری بکتاب اسنی المطالب دیکھو حصۂ دوم جلدِ مذکور از صفحہ ۲۰۰ لغایت ۲۰۱۔
۱۱	عبدالرحمٰن وغیرہ ممبرانِ شوریٰ کے روبرو حضرتِ علیؑ کا حدیثِ غدیر کو پیش کرنا	مغازلی بکتابِ مناقب۔ دیکھو حدیثِ طیر کا صفحہ ۳۲۷۔ وکتاب روضۃ الاحباب۔
۱۲	وقوعِ حدیثِ غدیر پر جنابِ امیرؑ کا صحابہ سے استشہاد فرمانا۔	۴۴ عالم از آنجملہ ابن المغازلی بکتابِ مناقب دیکھو حصۂ دوم جلدِ ثانی از صفحہ ۱۲۴ لغایت ۱۵۵۔
۱۳	منکرینِ مولائیتِ حضرتِ امیرؑ پر آنحضرتؐ کے سامنے عذابِ آسمانی نازل ہونا۔	۱۸ عالم از آنجملہ صاحبِ تفسیرِ ثعلبی۔ دیکھو حصۂ دوم جلدِ مذکور از صفحہ (۱) لغایت ۱۲۳۔
۱۴	غدیر میں حسّان ابنِ ثابت کا اشعار پڑھنا	۸ عالم از آنجملہ سبط ابنِ جوزی بکتاب تذکرۃ خواص الامۃ دیکھو حصۂ اوّل جلدِ مذکور از صفحہ ۵۷۴ لغایت ۵۹۷۔
۱۵	رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسّانِ موصوف کو انعامِ دعا دینا۔	دیکھو صفحاتِ مندرجۂ نمبر ۱۴

نمبر	عبارتِ مضامینِ مشتہرہٴ شیخ حبیب احمد صاحب	تصریح ثبوت از کتبِ اہلسنت
۱۶	بوقتِ استشہاد حدیث غدیر کے چھپانے والوں پر امراضِ صعب مثلِ برص وجذام لاحق ہونا۔	۵۔ علمائے ذیل صاحب کتاب اسد الغابہ وعبداللہ بن احمد فی زوائد المسند وابن کثیر بتاریخ خود وصاحب کتاب انسان العیون و شواہد النبوہ ملاجامی۔ دیکھو حصۂ دوم جلدِ غدیر صفحہ ۱۲۳ لغایت ۱۴۵۔
۱۷	روزِ غدیر کے روزہ کا پانچ برس کے روزوں کے برابر ثواب ہونا۔	سید علی ہمدانی بکتاب مودۃ القربےٰ وخطیب خوارزم بکتاب مناقب۔ دیکھو حصۂ اول جلدِ غدیر از صفحہ ۵۷۳ لغایت ۵۷۴
۱۸	روزِ غدیر کا داخلِ عید ہونا۔	تابع نمبر ۱۷۔
	ثبوت از تشئید المطاعن مع نشانِ صفحات	
۱۹	جنابِ فاطمہؑ کا فدک پر بروئے ہبہ دعوےٰ کرنا۔	۲۵۔ عالم از انجملہ عبد الکریم شہرستانی بکتاب ملل ونحل وصاحب تفسیرِ کبیر وصاحبِ شرح مواقف وصاحب حبیب السیر وصاحب صواعق محرقہ صفحہ ۲۲۵ لغایت ۲۰۹۔
۲۰	حضراتِ امیرؑ وحسنینؑ وام کلثومؑ وامِ ایمنؓ کا وقوعِ ہبہ پر گواہی دینا۔	دیکھو کتب مندرجہ نمبر ۱۹۔
۲۱	خلیفۂ اوّل کا بعذرِ عدمِ تکمیل شہادت بیاناتِ گواہان کا رد کرنا۔	علمائے مندرجہ نمبر ۱۹ و ۲۰ لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے بعذرِ عدمِ تکمیل شہادت ہبہ کے مقدمہ کو خارج کر دیا۔
۲۲	خلیفۂ اوّل کا جنابِ فاطمہؑ کو سندِ فدک دینا اور خلیفۂ دوم کا بیدردی سے	صاحب کتاب انسان العیون وسبط ابن جوزی بتاریخ خود حسب روایت امام زین العابدین

نمبر	عبارت مضامین مشتہرہ شیخ حبیب احمد صاحب	تصریح ثبوت از کتب اہلسنت
	چاک کرنا۔	علیہ السلام۔ دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۹۰ و ۲۹۱۔
۲۳	بعد چاک ہونے سند دستی مقدمہ ہبہ سیدہ کا وراثتاً دعوے کرنا۔	کل علمائے اہلسنت کو تسلیم ہے کہ منجانب سیدہؑ وراثتاً دعوے ہوا۔ اور جبکہ شق سند اور وقوع دعوے ہبہ حسب ثبوت نمبر ۱۹ و ۲۱ ثابت ہوگیا تو سائل اوّل کا یہ لکھنا کہ بعد چاک ہونے سند و رجوع دعوے ہبہ کے وراثتاً دعوے ہوا کچھ بیجا نہ ہوگا جس پر مجیب معترض ہے۔
۲۴	خلیفۂ اوّل کا درباب عدم جریان وراثت انبیاء حدیث بنا کر بیان فرمانا۔	یہ مضمون تسلیم ہے۔
۲۵	سیدہؑ کا اپنے باپ کے ترکے سے محروم ہوکر خلیفۂ اوّل سے ترک کلام کرنا۔	بخاری و مسلم بلکہ مجیب کو تسلیم ہے کہ جناب فاطمہؑ خود بخود رنجیدہ ہوگئی تھیں چنانچہ یہ مصرع لکھا ہے ع بشنو آنند دگی غیر سبب راچہ علاج۔
۲۶	جناب سیدہ کا حضرت امیرؑ کو وصیت کرنا کہ ابوبکر میرے جنازے پر نہ آئے۔	صحیح مسلم و روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ و حبیب السیر وغیرہ۔
۲۷	خلفاء نے جیش اسامہ سے تخلف کرکے ہم نہیں کہہ سکتے کہ زبان آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا انعام پایا۔	دیکھو مطاعن جناب ابوبکر میں طعن جیش اسامہ جس میں کتب ذیل سے اتنی باتیں ثابت کی گئی ہیں اوّل جناب ابوبکر و عمر کا غلام زادے کی ماتحتی سے کراہت کرکے آنحضرتؐ پر معترض ہونا۔ دوم معترضین پر آنحضرتؐ کا بشدت غصہ فرمانا سوم صحابہ کی سرتابی سے حضرتؐ کو بیماری میں

ممکن نہیں کہ سچے مسلمان کا دل وجگر منہ کو نہ آئے۔ اور خصوصًا سادات کا خواہ وہ سُنی ہوں یا شیعہ کیونکہ دونوں قسمیں جنابِ فاطمہؑ کی اولاد میں معدود ہیں۔ شیعہ سید تو اپنی جدۂ مکرمہ کے مظلومہ ہونے پر متیقن ہوکر پہلے ہی سے اشکِ خونیں بہا رہے ہیں اور ممکن نہیں کہ جبتک ظالمانِ آلِ محمدؐ کا تصفیہ منتقمِ حقیقی کے دفتر میں نہ دیکھ لیں انکا زخمِ جگر التیام پذیر ہو مگر سُنی سادات چونکہ سیدۂ محترمہ کے مظلوم ہونے پر حضراتِ اہلِ سنّت سے بھی کچھ زیادہ اصرار فرما رہے ہیں اُن پر لازم بلکہ واجب ہے کہ مضامینِ مندرجۂ نمبر مذکور وحالاتِ ذیل کی تحقیقات پر کمر بستہ ہوکر اپنے علماء سے بہزار استبداد واصرار مستدعی ہوں کہ اِس مسئلہ کو بمقابلۂ شیعہ صاف کردیں وہ مضمونِ جانگزا یہ ہے کہ علامۂ شہرستانی نے ملل ونحل میں اور ابنِ عبدربہ نے کتاب العقد میں اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے خلافت کے جھگڑے میں جنابِ سیدہؑ کے شکمِ مبارک پر اِس زور سے ضربِ شدید پہنچائی کہ محسنِ معصوم شکمِ مادر میں تڑپ کر مرگئے۔ عبارتِ ملل ونحل یہ ہے اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَةَ یَوْمَ الْبَیْعَةِ حَتّٰی سَقَطَ الْمُحْسِنُ مِنْ بَطْنِهَا وَکَانَ یَصِیْحُ اَحْرِقُوا الدَّارَ بِمَنْ فِیْهَا وَمَا کَانَ فِیْهَا غَیْرُ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ۔ عبارتِ کتاب العقد ومیزان الاعتدال اِنَّ عُمَرَ رَکَضَ بَطْنَ فَاطِمَةَ حَتّٰی سَقَطَ الْمُحْسِنُ مِنْ بَطْنِهَا کتابِ معارج النبوہ میں یہی سببِ وفاتِ جنابِ سیدہؑ لکھا ہے۔ مجیب نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ تحفہ وآیاتِ بینات ومنتہی الکلام وہدیۃ الشیعہ وہدایات الرشید کو دیکھ لو۔ جوابًا گزارش ہے کہ تمام شیعہ ونیز سائلِ اوّل نے خوب اطمینان کرکے اُنکی غلطی پر درجۂ یقین حاصل کرلیا ہے۔ بنظرِ آگاہیِ عام حضراتِ اہلسنت عرض کیا جاتا ہے کہ تحفۂ موصوف کے بارہ باب ہیں۔ بحمداللہ مدت مدید ہوئی کہ کل ابواب کے جوابوں سے الماریاں پُر ہیں۔ آج تک کسی عالمِ اہلسنت کو اُنکے مقابلے میں قلم اُٹھانیکی جرأت نہیں ہوئی۔ اور نہ بظاہر تا قیامت ممکن ہے۔ ذرا اُن جوابوں کے مختصر نام بھی سُن لیجیے۔ نزہۂ اثنا عشری بارہ جلد۔ تشیید المطاعن ۳ جلد۔ عبقات ۳۰ جلد۔ ذوالفقار۔ بوارق۔ صوارم۔ الہیات۔ تقلیب المکائد۔ جواہر عبقریہ۔ طعن الرماح وغیرہ منتہی الکلام کا جواب استقصاء الافحام ۲ جلد۔ آیاتِ بینات کا جواب رمی الجمرات ۳ جلد۔ ہدیۃ الشیعہ کا جواب

تحفۃ الاثنا عشریہ ہی۔ ہدیۃ الشیعہ کے مصنف جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بضدیت جناب سیدہ علیہا السلام بجرم تبدیلِ معانیٔ قرآن حسب فتاوے سینۂ ذیشان کافر تجویز ہوئے ہیں نہیں کہ سکتا مگر صاحب تحفۃ الاثنا عشریہ نے لکھا ہے۔ دیکھو ورق آخر تحفۃ الاثنا عشریہ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی۔ جسپر چند علماء کی مہریں ثبت ہیں۔ ہدایات الرشید۔ تحفہ و منتہی الکلام و آیاتِ بینات وغیرہ سے ماخوذ ہے جنکے متعدد جوابوں کا نام آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں۔ اگر حضراتِ اہلسنت کتابِ موصوف میں کوئی ایسا مسئلہ اہم جو کہ تحفہ و منتہی الکلام وغیرہ یا اُنکے جوابات متذکرہ میں نہ مذکور رہا ہو لکھا جانا یقین فرماتے ہیں۔ براہِ کرم مستری اُن امور جدیدہ کی فہرست مشتہر کرادیں۔ انشاءاللہ جواب دیا جائیگا۔ تعجب ہے کہ حضرتِ مجیب نے جناب خانِ والاشان مولوی جہانگیر خان صاحب شکوہ آبادی کی کتاب اظہار الہدیٰ کا جو کہ بطورِ مسیحٔ انوار الہدیٰ کا جواب ہے کیوں نہ ذکر فرمایا۔ ورنہ ہم نہایت ادب سے گزارش کرتے کہ خانِ موصوف بھی غایتِ جوشِ ایمان سے جنابِ امیرؑ کی کرامات و خرقِ عادات و قوتِ احیائے اموات کو جو کہ مسلمۂ اہلِ اسلام ہے جوگیوں اور انیتوں اور شعبدہ بازوں کی افسوں گری سے تشبیہ دیکر اپنے ہی چند علماء کے دستِ مبارک سے تازیانۂ کفر کھا بیٹھے دیکھو ورقِ آخر کتابِ معیار الہدیٰ مطبوعۂ مطبعِ یوسفی دہلی۔ یہ بھی واضح ہو کہ حضرتِ مجیب نے دو سوال بھی بطلبِ جواب پیش فرمائے تھے۔ اوّل در بابِ انکشافِ حقیقتِ حالِ مصحفِ فاطمہؑ و ثانی بایں معنی کہ حضرتِ امیرؑ نے بوقتِ خلافت خود متروکاتِ نبوی میں دست اندازی کیوں نہ فرمائی۔ جواباً گزارش ہے کہ سوالاتِ متذکرہ میں حضرتِ مجیب ہی متفرد نہیں بلکہ متکلمین اہلسنت یہ اعتراض وارد کرکے نہ یک بار دو بار بلکہ بارہا جواب پاچکے۔ ابھی ابھی جناب مولوی احتشام الدین صاحب مرادآبادی۔ صاحب نصیحۃ الشیعہ رسالۂ روشنی نمبر ۲ سے جواب باصواب پاچکے ہیں۔ سوالِ دوم کا جواب اجوبۂ تحفہ و منتہی الکلام و آیاتِ بینات وغیرہ میں ملاحظہ طلب ہے۔ کاش حضرتِ مجیب کو سوائے اپنے مکان کی چہار دیواری کے بیرونی مکانات کی وضع و قطع اور ترکیبِ عمارات پر بھی اطلاع ہوتی تو غالباً ایسی روشدہ باتوں کے پوچھنے کی مبادرت نہ فرماتے۔ والسلام۔

اطلاع

جنابِ شیخ حبیب احمد صاحب نے جو اپنے اشتہار میں درباب ایمانِ جنابِ شیخین تذکرہ فرمایا ہے اسکا یہ مطلب ہے کہ حضراتِ اہلسنت چونکہ مدعیِ ایمانِ حضرات موصوفین ہیں۔ اور منشی سید سجاد حسین صاحب نے بربنائے صحیحین اُنکا منافق ہونا ثابت فرمایا ہے لہذا وہ دلائل اُٹھا دیے جائیں۔ اُس پر مجیب صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ امرِ اول یعنی ایمانِ جناب شیخین کی نسبت بحالتِ ظاہری اہلسنت مدعی اور حضراتِ شیعہ منکر ہیں۔ لیکن نزدیک حقائق شناس کے امرِ اول بالعکس ہے۔ یعنی حضراتِ شیعہ مدعی و اہلسنت منکر۔ یہ عجیب انصاف ہے کہ ایک شخص ہدایت طلب و حق جو کے مقابلے میں منطقی جھگڑا پیش کرکے جو کہ درحقیقت غلط بھی ہے اصل مطلب گم کر دیا جائے۔ اے حضراتِ اہلسنت آپ کا ایک ہم مذہب پوچھتا ہے کہ الزامِ نفاق مندرجہ رسالہ سجادیہ کا ابطال کرکے مع معاملات غدیر وغیرہ میرا اطمینان فرما دیجیے۔ اُس غریب کے مقابلے میں اس حیلے کی یہ میگوئیاں کہ ثبوت اس امر کا بذمۂ شیعہ ہے اور اہلسنت کی شان اس محل پر منکرانہ ہے نہایت تعجب انگیز ہے۔ بخاطرِ داشت مجیب ہے نے اِس مضمونِ خاص کے لیے کہ اِس جگہ مدعیانہ و منکرانہ حیثیت عقلاً و انصافاً کس کے لیے ہونی چاہیے۔ جُداگانہ ایک طویل رسالہ ترتیب دیا ہے جسکو انشاءاللہ کمیٹی جانچ میں پیش کرینگے براہِ بندہ نوازی کمیٹی جانچ کے لیے معاہدہ مرتب فرما کر تعیینِ نمبرِ مذکور کا ثبوت ہم سے لیجیے۔ رسالہ سجادیہ منگا کر جواب تیار فرمائیے۔ سوائے اس کے کہ اب بقاعدہ مناسب مناظرہ ہو آپ کے لیے اور کوئی جواب دینا ہمارے ہاں مقبول نہ ہوگا۔

المـــــــــــــــــــــــــــــــــــــلتمس

بندہ فرزند علی بنِ خورشید علی بڈھانوی ضلع مظفر نگر حال وارد سہارنپور

محلہ انصاریان - ۱۹ ماہ مبارک ۱۳۱۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضراتِ شیعہ کی طرف سے ۲۵ ہزار روپے کا جھوٹا اشتہار۔ اہلسنت کے

دوحرفی سوال سے جمیع حضراتِ شیعہ کا عجز

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد واضح ہو کہ جب حضراتِ شیعہ کی طرف سے مذہبی چھیڑ چھاڑ بہت بڑھ گئی تب اُسوقت اہلسنت والجماعت کی طرف سے ایک عام اشتہار بعنوان "سوال از جمیع علمائے شیعہ" چند مرتبہ الہ آباد سے چھپکر عالم میں شائع کیا گیا جس میں تمامی حضرات مجتہدین وعلمائے شیعہ سے خطاب کرکے یہ استدعا کی گئی تھی کہ آپ حضرات کوئی ایسی دلیلِ قطعی غیر محتمل التاویل بتائیں جس سے صرف ایمانِ جنابِ امیرؓ (نہ دیگر صحابہ) اس طور سے ثابت ہوتا ہو جس میں خوارج ونواصب کو اس قسم کے احتمالات پیدا کرنیکی گنجائش نہو جس قسم کے احتمالات حضراتِ شیعہ اُن دلائل میں پیدا کرتے ہیں۔ جو اہلسنت والجماعت کی جانب سے ثبوتِ ایمان وفضائلِ جنابِ شیخین ودیگر صحابہ میں پیش ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ اس سوال کو شائع ہوئی مدت دراز گذری اور حضراتِ مجتہدین وعلمائے شیعہ نے اس کے جواب کے لیے کوئی دقیقہ فکر اور کوشش کا اُٹھا نہ رکھا لیکن کوئی جوابِ واقعی کسی صاحب سے آج تک بن نہ پڑا۔ حضراتِ شیعہ کے اس عجز وسکوت نے نہ صرف مذہب تشیع کی وقعت واقعی کو ظاہر کیا بلکہ اکثر خاندانی اور موروثی متعصب شیعیوں کو اپنے مذہب میں متزلزل کردیا۔ جب حضراتِ شیعہ اس سوال کے جواب سے ہر طرح مجبور اور عاجز ہوئے اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی تو بالآخر وہی اپنی پرانی چال اختیار کی اور اس نرغہ سے اپنی جان بچانیکے لیے بمقابلۂ اہلسنت والجماعت پہلی ایک اشتہار منجانب شیخ حبیب احمد صاحب ساکن سہارنپور اور پھر ایک دوسرا اشتہار منجانب منشی فرزند علی صاحب ابن خورشید علی صاحب ساکن قصبۂ بڈھانہ ضلع مظفرنگر شائع کرایا۔ جن میں وہی چند پرانی باتیں جنکو اُن کے بڑے بڑے علماء کتابوں میں لکھ چکے ہیں اور اہلِ حق کی جانب سے صدہا بار جواباتِ

سکتہ یا مٹھ چکے ہیں تحریر کیں۔ اور ایک محض بے اصل اور بالکل خلاف واقع بات یہ لکھی کہ بنا ظرہ
بہٹرہ سادات میں علمائے اہلسنت نے رسالۂ سجادیہ کو دیکھکر سکوت کیا اور جلسہ دستار بندی
کانپور میں جناب مولوی سید غلام حسنین صاحب مجتہد شیعہ نے واقعہ عمامہ بندی جناب امیر سے ثبوت
خلافت ثابت فرمایا۔ اشتہار ثانی میں جناب مشتہر صاحب نے بڑی عالی ہمتی اور فیاضی سے یہ بھی
وعدہ فرمایا ہے کہ بشرط مغلوبیت اپنے مبلغ ۲۵ ہزار روپے اہلسنت کو ادا کرینگے جلسہ کمیٹی
جانچ منعقد ہو۔ علمائے فریقین اور علمائے غیر مذہب پنچ مقرر کیے جائیں حضرات اہلسنت
ہم سے ثبوت لیں۔ اور اپنا جواب پیش کریں۔ جناب مشتہر صاحب جنکے اوپر بار ثبوت ہے بڑی مضبوطی
کے ساتھ یہ وعدہ فرماتے ہیں کہ "براہ بندہ نوازی کمیٹی جانچ کے لیے معاہدہ مرتب فرماکر ۳۰ نمبر ہائے
مذکورہ (اشتہار) کا ثبوت ہم سے لیجیے" پھر جس شکل سے ثابت کرنیکا وعدہ کرتے ہیں اُس کی
تصریح ایک جگہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ "اگر اہلسنت کی سندی اور معتبر کتابوں میں
سچے راویوں کے بیانات سے بتصریح وہ مضامین دکھلائے گئے تو اُسوقت حضرات منکرین کو
جناب امیر کا خلیفہ بلافصل اعتقاد کرنا اور حضرات خلفاء کو (معاذ اللہ) بحق آل محمد ظالم وجابر
سمجھنا لازم ہوگا" پھر اہلسنت کو مضامین اشتہار کے جواب شائع کرنے سے بدیں الفاظ ممانعت
بھی فرماتے ہیں کہ "سوائے اسکے کہ اب بقاعدہ مناسب مناظرہ ہو آپ کے لیے اور کوئی جواب
دینا ہمارے یہاں مقبول نہ ہوگا" اس اشتہار کی جو اصل حقیقت ہے وہ ہم اپنے قلم سے کیوں
لکھیں لیکن جسنے فریقین کی کتب مناظرہ کو محققانہ نظر سے دیکھا ہوگا۔ اور فی الجملہ عقل سلیم رکھتا ہوگا
وہ دیکھتے ہی سمجھ لیگا کہ یہ اشتہار محض کذب۔ سراسر دروغ۔ ہمہ تن جھوٹ۔ عوام الناس کے دھوکا
دینے کا حیلہ۔ ناسمجھوں کے بہکانیکا وسیلہ۔ کھلا کھلا فریب اور پورا پورا مغالطہ ہے۔ جناب مشتہر
صاحب اور اُن کے سرپرست جن امور کے ثابت کرنیکا وعدہ اور اقرار فرماتے ہیں۔ وہ انشاء اللہ
قیامت تک بھی نہ کر سکینگے۔ اہل حق کو ایسے مہملات اور خرافات کی طرف متوجہ ہونے اور
اپنے اوقات گرانبہا کے ضائع کرنیکی کوئی حاجت نہ تھی۔ لیکن محض بنظر اتمام حجت اور بخیال
اسکے کہ "دروغگو را تا بخانہ باید رسانید" ہم نے بہت خوشی اور رضامندی سے اس امر کو قبول
کیا کہ حسب خواہش جناب مشتہر صاحب اُنکے اشتہار کے مضامین باطلہ کا جواب شائع نہ کیا جائے

بلکہ جلسہ کمیٹی میں جناب مشتہر صاحب اپنے دعوے کو اپنے قول کے مطابق ثابت کریں اور ہم سے جواب لیں۔ اور دونوں کو ممبران کمیٹی سے جانچ کرائیں تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے پہلے ایک قطعہ خط بذریعہ جوابی رجسٹری نمبری ۹۴۴ مُہری ڈاکخانہ چوک الہ آباد۔ تاریخ ۲۰ رمئی ۱۸۹۵ء کو اور پھر ایک دوسرا خط بذریعہ جوابی رجسٹری نمبری ۵۰۲ مُہری ڈاکخانہ مذکور تاریخ ۱۰ رجون ۱۸۹۵ء کو جناب منشی فرزند علی صاحب مشتہر موصوف کے پاس روانہ کیا۔ جن کی رسیدیں مہری ڈاکخانہ و دستخطی جناب مشتہر صاحب موصوف ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہمارے اُن خطوط کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ آپ سالہ سجادیہ (جو ہنوز چھپ کر شائع نہیں ہوا ہے) حسب وعدہ اپنے روانہ فرمائیں۔ ہم مع جواب حاضر خدمت ہوتے ہیں جلسہ کمیٹی جانچ منعقد ہو۔ آپ اپنے دعوے کو ثابت فرمائیں اور پھر ہم سے جواب لیں۔ اور دونوں ممبران کمیٹی سے جانچ کرائیں اور مبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ جنکو بشرط مغلوبیت اپنے اہلسنت کو ادا کرنیکا وعدہ فرماتے ہیں کسی بنک میں جمع کر دیں اور ایک دستاویز باضابطہ تحریر کر دیں۔ لیکن واضح رہے کہ اگر آپ اور آپ کے سرپرست مضامین مندرجہ اشتہار کو اپنے دعوے کے مطابق "اہلسنت کی سندی اور معتبر کتابوں میں سچے راویوں کے بیانات سے بتصریح" نہ دکھا سکے تو آپ جھوٹے اور کاذب اور مغلوب اور عاجز سمجھے جائینگے اور مبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ اُسی وقت آپ سے وصول کر لیے جائینگے۔ اور ہم "منکرین" کو کوئی حاجت نہ ہوگی کہ آپ کے دعوے غیر ثبوت شدہ کا رد کریں۔ یا یہ دکھائیں کہ جو جواب آپنے دیے ہیں وہ غلط ہیں یا کیا؟ عقل اور انصاف اور اصول مناظرہ اور قانون کا مقتضا یہی ہے کہ پہلے دعوے ثابت کر لیا جاتا ہے تب مخالف سے جواب لیا جاتا ہے۔ جس دعوے کی ثابت کرنے سے مدعی خود ہی قاصر اور عاجز ہو جاتا ہے اُسکے مقابلے میں جواب کی حاجت نہیں ہوتی اِسکے علاوہ آپ حضرات اِس اشتہار کے ذریعے سے سوال اہلسنت سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ سو یہ ناممکن ہے۔ سب سے پہلے آپ اسکا فیصلہ کر دیجیے کہ آیا آپکے علماء کوئی چھوٹی موٹی ہی دلیل سہی۔ مگر حسب شرائط سوال پیش کر سکتے ہیں یا بالکل عاجز ہیں۔ اگر پیش کر سکتے ہوں تو اُن سے پوچھکر بتائیے کہ فلاں دلیل ہے اور اگر عاجز ہوں تو ویسا ارشاد فرمایئے

ہم کو امید ہے کہ آپ اُن شرائط کی تعمیل کرکے ہم کو بہت جلد اطلاع دینگے تاہم مع جواب حاضرِ خدمت ہوں۔ اور حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ ہم منتظر بیٹھے ہیں۔ اب صرف آپکے آمادہ ہو جانیکی دیر ہے فقط

لیکن افسوس ہے کہ جناب مشتہر صاحب اور اُن کے سرپرستوں نے یہ سمجھ کر کہ اگر کمیٹی کی نوبت آئی تو اُنکے مذہب کی پوری قلعی کُھل جائیگی۔ اور اُن کا سارا جھوٹ اور فریب اور کید اور مکر ظاہر اور عیاں ہو جائیگا۔ صاف نکل بھاگے اور ان حضرات کے ہوش و حواس گم۔ عقل دنگ۔ زبان گنگ ہو گئی۔ جناب مشتہر صاحب اور اُن کے سرپرستوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ جب آپ سمجھے ہوئے تھے کہ اہلِ حق کے مقابلے کی تاب کسی طرح نہ لا سکینگے تو پھر کس برتے پر ایسا دعوے کرنے چلے تھے۔ عوام کے بہکانیکیلیے ۲۵ ہزار روپیہ کا جھوٹا اشتہار شائع کرنا۔ اور بروقت آمادگی اہلِ حق کے نکل بھاگنا آپ ہی فرمائیں کس کی شان ہے حضرت مشتہر صاحب اور اُن کے سرپرستوں کو اگر کچھ بھی شرم اور حیا ہوگی تو اب بھی بعدِ تعمیلِ شرائط مذکورۂ بالا اپنے دعوے کو اپنے قول کے مطابق ثابت کرینگے اور ہم سے جواب لیکر دونوں کو ممبرانِ کمیٹی سے جانچ کرائینگے اور میدان سے ہرگز مُنھ نہ موڑینگے ؎

جوانمرداں نہ پیچند از میاں روئے ٭ ہمیں میدان ہمیں چوگاں ہمیں گوئے

چونکہ جناب مشتہر صاحب اصرار فرماتے ہیں کہ کوئی جواب شائع نہ کیا جائے۔ بلکہ "بقاعدۂ مناسب مناظرہ ہو"۔ لہذا اُن کے ارشاد کے مطابق ہم بھی اپنے جواب کو انشاءاللہ تعالےٰ اپنے مناظرے ہی میں (بعد گزرنے ثبوت کے) پیش کرینگے۔ ورنہ جی بے اختیار چاہتا ہے کہ اُنکے اشتہار کے جھوٹے مضامین کی پوری قلعی اسی تحریر میں کھولدی جائے۔

دوحرفی سوال بخدمتِ اقدسِ حضراتِ مجتہدین و علماء و متکلمینِ شیعۂ ذیل خصوصًا و جمیع حضراتِ شیعہ عمومًا یہ ہے کہ آیا آپ حضرات کے نزدیک جنابِ امیرؑ کا ایمان کسی ایسی دلیلِ قطعی سے ثابت ہے جو محض آپ ہی کے ایمان کو بلا شرکت دیگر صحابہ ایسے طور پر ثابت کرتی ہو کہ اُس میں خوارج و نواصب کو اُس قسم کے احتمالات پیدا کرنیکی گنجائش نہ ہو جس قسم کے احتمالات حضراتِ شیعہ کو اُن دلیلوں میں پیش آتے ہیں جو اہلسنت کی جانب سے ثبوتِ ایمان و

فضائلِ صحابہ میں بیان کی جاتی ہیں۔ اگر ایسی کوئی دلیل ہو تو بیان فرمائیں کہ وہ کونسی دلیل ہے۔ جو صاحب جواب تحریر فرمائیں وہ "دلیل قطعی" کے لفظ کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔ ایمانِ ظاہری۔ ہجرت۔ نصرتِ پیغمبرؐ۔ جہاد۔ قرابتِ رسولؐ صحابیت۔ اشاعتِ اسلام۔ ترکِ لذاتِ دنیا۔ وغیرہ۔ جو ہر ذی عقل کے نزدیک دلیلِ ایمان ہو سکتے ہیں۔ لیکن (حضراتِ شیعہ کے نزدیک) مومنین و منافقین میں مشترک ہونے اور غرضِ نفسانی اور طمع حصولِ دنیا کے احتمال رکھنے کی وجہ سے دلیلِ قطعی نہیں۔ روایاتِ مسلمۂ شیعہ و سُنی منکرین کے نزدیک غیر مسلّم و الزامِ خصم بدونِ مسلماتِ خصم ممکن نیست۔ قرآن دلیلِ مشترک کسی خاص صحابی کے نام سے موسوم نہیں۔ الغرض کوئی ایسی دلیلِ قطعی ہو جو اِن سب سے علٰحدہ اور جداگانہ اور اِس قسم کی احتمالاتِ منکرین سے پاک ہو۔ حضراتِ شیعہ جو مدعی ایمان ہیں پہلے کوئی دلیل ثبوتِ ایمان پیش فرمائیں۔ تب منکرین سے اُسکا ردطلب کریں۔ دعوے غیر ثابت شدہ کے رد کرنیکی حاجت نہیں۔ پرچہ انتصار الشریعہ۔ اخبار۔ عشرۂ کاملہ وغیرہ جو اس سوال کے جواب میں لکھے گئے ہیں اُن میں نہ اصل دو حرفی سوال کا جواب ہے اور نہ کسی ایسی دلیل کا نشان۔ یقیناً حضراتِ مصنفین کو کوئی ایسی دلیل ہنوز دستیاب نہیں ہوئی۔ ورنہ اُسکے پیش کرنے سے باز نہ رہتے۔

جناب مولوی سید غلام حسنین صاحب کنتوری مترجم قانون۔

جناب مولوی سید ابوالحسن صاحب لکھنؤ۔

جناب مولوی سید میر آغا صاحب لکھنؤ۔

جناب مولوی سید ناصر حسین صاحب لکھنؤ۔

جناب مولوی سید علی صاحب لکھنؤ۔

جناب مولوی سید محمد حسین صاحب لکھنؤ

جناب مولوی سید ابوالقاسم صاحب لاہور

جناب منشی سید سجاد حسین صاحب ساکن بہڑہ سادات مؤلفِ رسالہ سجادیہ۔

جناب مولوی شیخ احمد صاحب دیوبندی۔

جناب مولوی سید آغا صاحب الہ آباد۔

جناب اڈیٹر صاحبان پرچۂ روشنی و انتصار الشریعہ و اخبار امامیہ لکھنؤ۔
جناب مولوی حکیم سید علی اظہر صاحب کھجوہ۔ ضلع سارن۔
جناب مولوی سید محمد تقی صاحب کھجوہ۔ ضلع سارن۔
جناب مولوی سید نجم الدین حسن خاں صاحب جائیس۔ ضلع رائے بریلی۔

خاکسار

محمد مشرف خان حنفی عفی عنہ ساکن محلہ رانی منڈی شہر الہ آباد

ماہ محرم الحرام ۱۳۱۳ ہجری

عریضہ ۲۸ اگست ۱۸۹۵ء

ھو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم معظم جناب خان والاشان عظیم القدر سمو المکان محمد مشرف خان صاحب دام مجدہٗ

تسلیم مع التعظیم۔ اشتہار مشتہرۂ سامی جس میں بہ ذیل دیگر حضرات علماء حقیر سے بھی مخاطبہ فرمایا ہے نحیف کی نظر سے گزرا۔ پہلے آپ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ جناب نے اپنی عالی ہمتی سے از جملۂ علمائے حضرات سنیہ میدان مناظرہ میں قدم بڑھانیکا تہیہ بصد جوش و خروش ظاہر فرمایا۔ خدا کرے کہ آپ پیچھے نہ ہٹیں۔ بلکہ دمبدم پیشقدمی فرماتے رہیں۔ جناب اشتہار میں یہ مضمون شائع فرماتے ہیں کہ شیعوں نے اُس سوال سے گریز کا حیلہ نکالا ہے جو کہ الہ آباد سے درباب ثبوت ایمان حضرت امیر جاری ہوا ہے۔ حضرت من! آپکا یہ مظنہ اُس وقت صحیح ہوتا جبکہ شیعوں کی جانب سے درباب بحث ایمان شیخین کوئی جدید گفتگو ہوتی۔ ساٹھ ستر سال کا عرصہ ہوا کہ برد توجیہات رشید الدین خاں صاحب تلمیذ جناب شاہ عبد العزیز دہلوی سالہ نفاق شیخین بحکم ضیحین چھپ کر دست فرسود خلائق ہو چکا ہے۔ ہنوز کسی عالم اہلسنت کو یہ

جرات نہیں ہوئی کہ رسالۂ موصوف کا جواب لکھکر خلفائے ممدوح کی پیشانی انور سے نفاق کا
چمکتا ہوا ٹیکا مٹا سکے۔ خادم نے بھی اُسی بنائے لاجواب پر بہ ازدیادِ مضامین حضرات خلفاء
کا نفاق ثابت کیا ہے۔ ۲۳ جولائی ۱۸۹۱؁ء کو اس سلسلہ کا آغاز ہوا۔ اور بہ نیابت خوارج
علمائے الہ آباد نے جو مظمون مشتہر کیا وہ ۱۸۹۴؁ء کا ہے۔ اندراینصورت جناب خود اتیاز
دے لیں کہ بوجہ متاخر ہونیکے آپ اپنے دعوے میں کس حد تک سچے ہیں اور گریز و مدولکا
اثر کس طرف پڑتا ہے۔ آیا بجرم قدامت ہماری جانب یا بسبب جدت آپکی طرف باایںہمہ
رسالہ اخسار وانتصار الشریعہ وکشف الحجاب وتشفی خوارج وسُنّی وغیرہ میں اُس نائب
خوارج کا جواب بھی چھپ چکا۔ بندہ نے بھی مولوی ابوالقاسم صاحب کی خدمت میں ایک
عریضہ مختصر جسکے تقریباً چار جزو ہونگے بھیجدیا ہے۔ اگر کچھ یارائے کلام ہے تو اُنکے جواب
لکھا کر پیش کرائیے۔ آپ کا محض اتنا لکھدینا کہ جوابات مندرجہ انتصار الشریعہ کافی ہیں۔
ہمکو تسلیم نہیں تاوقتیکہ ہر ہر فقرے کا جواب حسب داب مناظرہ نہ دیا جائے۔ سب سے پہلے
اُس مسئلہ کا طے ہونا ضروری ہے جو کہ منجانب شیعہ درباب نفاق الشیخین چھڑ چکا ہے۔ اگر
خلاف حیا نہو تو اقرار فرمائیے کہ رسالۂ مذکور کا جواب باوصف انقضائے مدت متمادی اب
تک کیوں نہیں دیا گیا۔ اگر عدم جوابدہی اہلسنت کو ہم اُنکے عجز پر محمول کرکے خلفائے
نامدار کو بالیقین منافق سمجھ لیں تو ہم پر کوئی الزام وارد ہو سکتا ہے یا آپ حضرات نے جنہوں نے
بجائے جواب نویسی سکوت وصموت اختیار کرکے ہمکو خلفاء کے منافق باور کرلینے کا موقع
دلایا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ انصاف کیشی سے ضرور اقرار فرمالینگے کہ بے شبہ شیعہ قدیماً
وجدیداً خلفاء کے منافق ہونے پر ایسے زور دے رہے ہیں کہ اہلسنت جواب سے عاجز و
تنگ ہوکر راہِ فرار و گریز اختیار کرکے خوارج و نواصب کا سایۂ عاطفت ڈھونڈھ رہے
ہیں۔ اب امر متنازعہ یعنی اشتہارات سہارنپور کی بابت جنکا جواب حضور نے زیب قلم فرمایا ہے
کچھ گزارش کیا جاتا ہے۔ حقیقت واقعی یہ ہے کہ شیخ حبیب احمد صاحب سہارنپوری نے
مذہب اہلسنت کو ترک کرکے معاملات غدیر وغیرہ کو بہ تفصیل مختصر بطور نمونہ پیش کیا تھا کہ
باوصف موجود ہونے ایسے معاملات کے میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ دام سنیت میں گرفتار رہوں

اُس پر شیخ محمد انیس صاحب انصاری نے جواب دیا کہ یہ سب باتیں جنکو تم نے تیس نمبروں میں ظاہر کیا ہے۔ہماری کسی کتاب تفسیر واحادیث وغیرہ میں درج نہیں۔اگر ہیں تو اُنکا نشان دو۔ حسب فرمائش شیخ صاحب ممدوح اسمائے علماء وکتب کے حوالے دیکر جمیع اہلسنت کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ پہلے اپنی فلاں فلاں کتاب کو ملاحظہ فرمالیں۔اگر اُن میں مضامین مندرجہ اشتہار درج نہوں تو کمیٹی جانچ منعقد کیجیے۔اُسوقت پچیس ہزار روپیہ کا بہ کفالت جائداد وثیقہ لکھدینگے۔مہتمم کمیٹی جانچ ذمہ دار ہوگا کہ اپنے مذہب کے پانچ علمائے موثقین سے اس بات کا وثیقہ رجسٹری کرادے کہ ہم کتب محولہ اشتہار کو دیکھ چکے۔حوالے جو دیے گئے ہیں وہ سب غلط ہیں۔اگر شیعہ بروئے کمیٹی جانچ مندرجہ اشتہار سے وہ مضامین جنکے ہم منکر ہیں ثابت کرکے کامیابی حاصل کرینگے تو ہم مذہب چھوڑکر شیعہ ہو جائینگے۔

افسوس ہے کہ آپنے اشتہار کے مطلب کو جو کہ صاف طور پر لکھا گیا تھا مطلق نہ سمجھا۔اور بلا فہم منشائے کلام قلم اُٹھا بیٹھے۔الٰہ آباد جیسے مقام میں اکثر عالم موجود ہیں۔ آپ کو لازم تھا کہ کسی لکھے پڑھے کے پاس اشتہار لیجاکر مستدعی ہوتے کہ ہمکو اس صاف و صریح عبارت کا مطلب سمجھا دو۔کاش جناب باتباع مضمون اشتہار کار فرما ہوتے۔تو اس وقت مجھ جیسا شخص جس کا شمار کسی درجہ میں نہیں ہوسکتا ذات عالی صفات پر الزام نافہمی لگانے میں جرأت نہ کرتا۔آپ کو یہ خیال نہ ہوا کہ ایک مرتبہ محمد انیس کی جانب سے قطعی انکار ہوچکا ہے۔اُسکے مقابلے میں بذریعۂ آئینۂ حق نما ثبوت دکھایا گیا ہے۔پھر ہم کہی ہوئی بات کیوں کہیں۔لازم تھا کہ کچھ جوہر ذاتی دکھاتے۔ثبوت پیش کردۂ شیعہ کے وجود سے حسب شرائط اشتہار انکار کرکے پانچ علماء کی جانب سے وثیقہ تحریر کرادینا مشتہر کرکے کمیٹی مقرر کرنے پر آمادگی ظاہر فرماتے۔خیر بخیال محبت اسلامی پھر آپ کو مہلت دی جاتی ہے کہ اشتہار بہ کسی سے نظر ثانی کراکے پوچھیے کہ مشتہر کا کیا مطلب ہے؟ ضرور ہے کہ معمولی استعداد والا شخص آپ کو سمجھا دیگا۔کہ حضرت جلد دوم حدیث غدیر وتشئید المطاعن کو دیکھکر حسب ہدایت اشتہار عبارات مندرجہ کتب موصوفہ کو اُن کتب سے ملائیے کہ جنکے حوالے سے وہ لکھی گئی ہیں۔اگر اُن کتب میں وہ عبارتیں نہ ملیں تو پھر کمیٹی کی بنا قائم فرمائیے۔شیعوں سے

بہ کفالتِ جائداد وثیقہ لکھوا کر اُسی جلسہ میں پانچ علمائے معتبرین سے تبدیلِ مذہب کا معاہدہ رجسٹری کرا دیجیے۔ جبکہ آپ اس عنوان سے کوئی اشتہار دیتے تو لا محالہ ہم جان لیتے کہ آپ بڑے مطلب رس و معاملہ فہم ہیں۔ اب سوائے ازیں کیا کہیں کہ مصرعہ

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

امید ہے کہ بعد تنبیہ حقیر جناب اپنی تحریر پر ندامت کش ہو کر ضرور ازراہِ انصاف فرمائینگے کہ افسوس ہے بیٹھے بٹھائے جوشِ ایمانداری سے تعجیلِ بے محل کرکے افرادِ کوتاہ بینوں میں داخل ہو کر دیگر اہلسنت کے لیے باعثِ حجابِ صدگونہ ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ثبوت پیش کرو کمیٹی میں جواب دیا جائیگا۔ ہم منکرین کو کوئی حاجت نہیں کہ آپ کے دعوے غیر ثابت شدہ کا رد کریں۔ یا یہ دکھائیں کہ جو جواب آپنے دیے ہیں وہ غلط ہیں یا کیا؟ کیوں حضرت پہلے آپ یہ فرمائیے کہ ہماری شرائط مقرر کردہ کی ترمیم کا آپ کو کیا منصب ہے؟ اگر آپ شروط مندرجۂ اشتہار کو اہم اور اپنی قدرت سے باہر سمجھتے ہیں تو پھر کس برتے پر ہمارے اشتہار کا بلا سمجھے بوجھے جواب لکھنے پر تیار ہو گئے۔ جنابِ والا غصہ کو تھوک کر پشت دست سے آنکھیں ملکے آئینۂ حق نما کو بچشمِ بصیرت دیکھیے۔ ہر تینتیس نمبر کے محاذی ثبوت دیدیا گیا ہے آپ کو ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ کہ بلا انعقادِ کمیٹی و صرف وجہ آپ کی کتبِ مطولہ کی اندرونی حالت ہر شخص پر مثلِ آفتابِ نیمروز ظاہر کر دی گئی ہے۔ جن باتوں کا آپکے اکابر انکار کرکے جہالِ اہلسنت کو بہکاتے چلے آتے تھے کہ ہماری کتب میں ذکر نہیں دیکھو ہمنے کیسی خوبی سے اُن معاملات کو ظاہر کرکے بصورتِ غلطی مبلغ پچیس ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ آپ کو لازم تھا کہ منجملہ تینتیس نمبر کے دو ایک ہی کو کتب سے مطابق فرماکر حق و باطل میں امتیاز فرماتے۔ حضرتِ من! یہ فنِ مناظرہ معرکۃ الآراء ہے۔ بازیچۂ اطفال نہیں کہ ہر طفل نے سوارِ اسپ دوانی کر سکے۔ بندہ پرور ہم کہ چکے اور پھر کہتے ہیں اور کہے جائینگے کہ اجوبۂ تحفہ و منتہی الکلام و آیاتِ بینات و ہدیۃ الشیعہ وغیرہ کو دیکھو جن کی تفصیل ہمارے اشتہار کی دوسرے صفحہ پر موجود ہے۔ اگر مضامین و عباراتِ محوّلہ و جواباتِ تحفہ وغیرہ آپ کی کتابوں میں نہ ہوں یا آنکہ ہمارے علماء نے آدھا تیہا آدھا بٹیر کرکے نقلِ عباراتِ

کتبِ سنیہ میں کچھ خیانت کی ہو۔ یا یہ کہ جو مطلب سمجھ کر مضامین مندرجۂ کتب اہلسنت پر ہمارے علماء نے استدلال کیا ہے وہ درحقیقت اُن عبارتوں سے نہ نکلتا ہو۔ یا یہ کہ وہ کتابیں قدمائے اہلسنت کے نزدیک نامعتبر ہوں یا آنکہ براد گردن شکنی اہلسنت شیعوں نے دسترس پاکر کتابوں میں اپنا تصرف کرلیا ہو تو ہمارے جھٹلانیکے لیے کمیٹی کرو ہم حسب وعدۂ خود پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کا وثیقہ انشاءاللہ بکفالتِ جائدادِ آزاد لکھدینگے۔ اور آپ کے علماء سے معاہدہ و تبدیلِ مذہب رجسٹری کرالینگے۔ اور جبکہ جمیع عیوب واقسامِ متذکرہ بالا سے پاک وصاف عبارتیں کتابوں میں موجود ہوں تو ٹھنڈی سانس بھر کر منہ لپیٹ کے اپنے اگلے پچھلوں کو کوس کرکہ ہائے سچی باتیں مبطلِ دینِ سنیہ لکھکر ہمکو کس عذاب وکشاکشی میں مبتلا کرگئے) سورہو۔ جناب نے سطر ۱۹ میں نہایت جوش وخروش سے یہ لکھاہے (لیکن واضح رہے کہ اگر آپ اور آپکے سرپرست مضامین مندرجۂ اشتہار کو اپنے دعوے کے مطابق اہلسنت کی سندی اور معتبر کتابوں میں سچے راویوں کے بیانات سے بہ تصریح نہ دکھا سکے تو آپ جھوٹے اور کاذب اور مغلوب اور عاجز سمجھے جاوینگے۔ اور مبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپے اُسی وقت آپ سے وصول کرلیے جائینگے) نہ معلوم یہ فقرات آپ نے کس مصلحت سے زیبِ قلم فرمائے ہیں۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بخاراتِ طبیعت نکالکر اپنے دینی بھائی کنجڑے۔ قصائی کو باور کرایا ہے کہ ہمارے مذہب میں بھی ایسے ایسے بزرگ علماء ہیں کہ جنکو اِس قسم کے الفاظِ شائستہ لکھنے کا مادہ حاصل ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ اگر آپ کچھ بھی لکھے پڑھے ہوتے۔ اور نہیں تو زبانِ مادری وملکی ہی سے واقف ہوکر سیدھی سیدھی تحریروں پر قادر ہوتے۔ چونکہ آپ نابلدِ کوچۂ زباں دانی ہیں لہذا میں اُن بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتا ہوں جنھوں نے آپ کی جانب سے مضمون نگاری کی ہے۔ آئینۂ حق نما کی سطر ۱۲ و ۱۳ میں درج ہے کہ اگر شیعہ اہلسنت کی سندی کتابوں سے اپنے دعوے کو ثابت نہ کرسکے تو کاذب ومفتری قرار پائینگے۔ پس درحالیکہ شیعہ خود اِس شرط کا التزام کرچکے ہیں تو آپ کو سوائے گرم کلامی وعام فریبی کیا ضرورت لاحق ہوئی تھی کہ تحصیلِ حاصل کا بار اُٹھایا۔ ہم تو آپ کی جرأت وحق طلبی جب سمجھتے جو بیدھڑک ہوکر ہماری طرح لکھدیتے کہ بصورتِ

مغلوبیت ہم بھی بخوشی ۱ ہزار روپیہ دینے پر آمادہ ہوکر رجسٹری کرا دینے کو موجود ہیں۔ یہ کونسی بہادری ہے کہ چھنا چھن روپیہ گنوا لیے جائینگے۔ اگر آپ اتنا بھی لکھدیتے کہ ہم مغلوب ہوکر روپیہ کیا مال سے مذہب جیسی پیاری چیز نذر کرینگے تو شیعوں کو بھی کچھ تسکین ہو جاتی۔ حضرت من! بربت کعبہ ہم رجسٹری کرا دینے پر نہایت خوشی سے موجود ہیں۔ مگر اُسی شرط کے ساتھ جسکا ایفاء آپ کے علماء کے اقرار سے متعلق ہے رسالہ سجادیہ مثبت کذب و نفاق شیخین ابھی تک چھپا نہیں۔ عنقریب انشاء اللہ طبع ہونیوالا ہے۔ سب سے پہلے آپکی خدمت میں مرسل ہوگا۔ ممکن تھا کہ دستی نقل بھیجدی جاتی۔ مگر اس وقت اُسکے معائنہ کی آپ کو ظاہرا ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ پہلے حالت موجودہ کا تصفیہ فرما لیجیے۔ تینوں نمبروں کے متعلق جو جو کتابیں ہیں اُنکو دیکھ لیجیے۔ بصورت غلطی اشتہار شیعہ اگر آپ نے تدبیر کمیٹی فرمائی تو اس عرصہ میں رسالہ بھی پہنچ جائیگا۔ اُسکا جواب تیار فرما کر کمیٹی میں پیش کر دینا۔ اور ہاں خوب یاد آیا۔ آپ اپنے اعلان میں تحریر فرماتے ہیں (اور ایک محض بے اصل اور بالکل خلاف واقعہ یہ بات لکھی کہ مناظرہ بہڑہ سادات میں علمائے اہلسنت نے رسالہ سجادیہ کو دیکھکر سکوت کیا) اس عبارت سے ہویدا ہے کہ سکوت نہیں بلکہ کچھ گفتگو کی ہے۔ بس آپ کو اصل حقیقت سے اطلاع دیتا ہوں۔ آپ کے ایک ہم مذہب جنکا نام نامی مولوی محمد قاسم صاحب ہے۔ اُس رسالہ کا جواب لکھ چکے ہیں۔ سوال وجواب کی جانچ کے لیے علمائے فریقین جمع ہوئے تھے جس میں آپ اپنے علماء کی کامیابی قیاس کرکے اُن کے ساکت ہونے سے منکر ہیں۔ پس ایک مرتبہ آپ کی جانب سے ایسا جواب جسکو جناب صحیح سمجھ رہے ہیں ہو چکا تاوقتیکہ اہلسنت اسکو غلط و ناکافی بیان فرما کر مشتہر نہ کر دیں تب تک کسی دوسرے جواب کے لکھنے کا اُنکو موقعہ نہ دیا جائیگا۔ کمیٹی جانچ میں آپکا وہی جواب زیر بحث ہوگا۔ نحیف نے دونوں تحریروں کے چھپوانیکا انتظام کیا ہے۔ مناظرہ موضع بہڑہ سادات میں جبکہ علمائے اہلسنت سے گزارش کیا گیا کہ حسب مندرج دستور العمل متعلقہ مناظرہ اپنے مذہب کے فاضل کی تحریر کو تصدیق فرما کر تبدیل مذہب کا وعدہ فرمائیے تو سوائے اسکے کچھ جواب نہ دے سکے کہ ابھی تک وہ تحریر ہماری نظر سے نہیں گذری۔ اُن سے عرض کیا گیا کہ پھر بلا دریافت حقیقت مناظرہ آپ کیوں زحمت کش

سفر ہوئے جواب دیا کہ ہمکو مولوی محمد قاسم نے حقیقت حال سے مطلع نہیں کیا اُس وقت اُن سے علمائے شیعہ نے عرض کیا کہ خیر اگر آپ دھوکے سے بُلائے گئے ہیں تو اب سمجھ لیجئے کہ آپ اور ہم دونوں تحریروں کی جانچ کے لیے نامزد کیے گئے ہیں۔ اگر رسالہ سجّادیہ کی ہم توثیق نہ کرینگے تو حسبِ شرطِ دستور العمل سجّاد حسین کو تبدیل مذہب کرنا پڑیگا۔ اور اگر آپ مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کو تصدیق نہ فرمائینگے تو مولوی صاحب کو سنّیت سے استعفا دینا ہوگا۔ چونکہ علمائے اہلسنت خوب جانتے تھے کہ جوابِ مرتبۂ مولوی محمد قاسم ناقابل محض ہے۔ اور نہ خود کوئی دوسرا جواب دینے کی قدرت رکھتے تھے لہٰذا اُنکو انکار سے سہلتر دوسرا حیلہ نہ سوجھا۔ دور از کار باتیں بنا کر جلسے سے اُٹھ گئے۔ رسالہ انتصار الشریعۃ نمبر ۲ مطبوعہ ماہ نومبر سنہ ۱۸۹۲ء میں رُوداد جلسۂ مناظرہ قابل ملاحظہ ہے۔ بعد ختم جلسہ تمام علمائے حاضرین موقعۂ مناظرہ کی خدمت میں ۲۱ ستمبر سنہ ۱۸۹۲ء کو عریضہ باضابطہ رجسٹری شدہ بھیجکر استدعا کی گئی کہ گو بروز مناظرہ آپ نے معائنۂ تحریرات سے انکار کیا تھا۔ مگر چونکہ اب عرصہ گزر چکا ہے ضرور آپ نے اُن تحریروں کو دیکھ لیا ہوگا۔ پس اُسکے غلط و صحیح ہونیکی تصدیق کیجیے۔ اگر آپ اُس کو ہمارے رسالہ کا بلا دخلِ تاویل و قال و قیل مبطل صریح سمجھتے ہیں تو اپنی مُہری تصدیق بھیجدیجیے۔ بصورت غلط ہونے کے خود کوئی دوسرا جواب دیکر خلفاء کو الزامِ نفاق سے بچائیے۔ مگر ایسے خاموش ہوئے کہ جواب ندارد۔ دیکھو آئینۂ حق نما کی سطر ۲ لغایت ۲۵۔ جس میں آپکے علماء کا سر بجیبِ تفکر ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ محض رسالۂ سجادیہ کے ابطال پر ہم نے پچیس ۲۵ ہزار کا وعدہ کیا تھا۔ کاش اُنکے امکان میں رسالہ کا رد یا فاضل سنی کی تحریر کا صحیح ثابت کر دینا ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ یہ حضرات اتنی رقم کثیر سے کبھی دستکش ہوتے۔ اب فرمائیے کہ آپکا یہ فقرہ کہ ایک محض بے اصل اور بالکل خلاف واقعہ یہ بات لکھی کہ مناظرۂ بہڑہ سادات میں علمائے اہلسنت نے رسالۂ سجادیہ کو دیکھکر سکوت کیا کس حد تک سچا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضور ضرور بالضرور علمائے سنّیہ کا سکوت بمقابلہ رسالہ مذکور تسلیم فرماکر اپنے الفاظ مندرجۂ اعلان کو واپس لیکر اُنہی لوگوں کو جھوٹا سمجھینگے جنہوں نے ایک محض بے اصل اور خلاف واقعہ خبر آپ کو دیکر ایسے الفاظ ناشائستہ و مہذب لکھنے پر جوش دلایا۔ جناب جلسۂ دستار بندی

کانپور میں جناب مولوی السید غلام حسنینؒ صاحب مترجم قانونِ شیخ کے بیانِ عمامہ بندی کو بھی غلط ظاہر فرماتے ہیں۔ پہلے روئدادِ دستار بندی کانپور کے صفحہ ۵۱ پر جناب مولوی غلام حسنین صاحب کی تقریر ملاحظہ ہو (اہلِ اسلام میں دستار بندی کی رسم کوئی امرِ بدعت و ناجائز نہیں ہے۔ بلکہ سنتِ رسولِ مقبولؐ ہے۔ اور خود آنحضرتؐ نے یہ رسم ادا کی ہے اور عمامہ باندھنے کی رسم خاص علمی جانشینی کے واسطے اب بھی اہلِ اسلام میں جاری ہے جو خاص پیروی ہمارے رسولِ مقبول کی ہے۔ اور جو کوئی اسکو بدعت کہے اُسنے ہماری احادیث مقدسہ کو نہیں پڑھا ہے) اور روئدادِ مذکور کے صفحہ ۵۰ کی سطر ۸ و ۹ پر جناب مولانا صاحب ممدوح ارشاد فرماتے ہیں" اور مجھے تعجب ہوتا تھا کہ آخر اسکے سنت ہونیکی وجہ کیا ہوئی۔ اب معلوم ہوا کہ زیّ علمار ہونیکی ہمارے مخبرِ صادق کو علمِ نبوّت سے آگاہی تھی۔ لہٰذا اُسکو بطورِ پیشین گوئی کے سنت فرمادیا"۔ اِس تمام عبارت کا سیاقِ کلام یہ کہ رہا ہے کہ مولوی صاحب مقدم الوصف کے نزدیک آنحضرتؐ نے کسی فعلِ صریحی سے دستار بندی کو امت کے لیے سنتِ مؤکدہ فرمادیا تھا۔ لیکن بعد معائنۂ روئداد مجھ کو سخت تعجب معلوم ہوا کہ مولانا صاحب نے مجمعِ علمار میں یہ کیسی تقریر کی کہ جسکا مدلول و معلول مفقود ہے۔ بقولے "سراسر گفتگو مضمون غائب"۔ مولوی صاحب نے حسبِ دعوے خود یہ بات کیوں نہ ثابت فرمائی کہ فلاں موقع پر آنحضرتؐ نے منجملہ اصحاب کے فلاں شخص کے سر پر عمامہ باندھکر علمی جانشینی کی رسم کو سنت فرمادیا۔ صفحہ ۵۱ متذکرہ بالا پر خود فرمارہے ہیں (کہ جو کوئی اسکو یعنی عمامہ بندی کو بدعت کہے اُسنے ہماری احادیثِ مقدسہ کو نہیں پڑھا) پس وہ احادیث کیوں نہ بیان فرمائیں۔ تاکہ بدعت سمجھنے والوں پر حجت ہوتیں۔ مجھ کو یہ کلامِ مختل النظام دیکھکر گمان ہوا کہ شاید کاتب کی غلطی سے کچھ مضمون رہگیا۔ ورنہ ممکن نہیں کہ ایسے فاضل جلیل القدر جنکے علم و کمال و حسنِ کلام کو جماعتِ شیعہ مانے ہوئے ہے متزلزل و سر و دُم بُریدہ تقریر کرسکے۔ اتفاقات سے دسمبر ۱۸۹۳ء میں بمقامِ سہارنپور عند الحصول شرفِ پابوسی مولانای موصوف کی خدمت میں حقیر نے عرض کیا کہ حضرت آپنے جلسہ دستار بندی کانپور میں کیسی تقریر کی کہ جسکو دعوائے بے دلیل کہنا ذرا بھی بیجا نہیں۔ اُس وقت حضرتِ ممدوح نے ارشاد فرمایا کہ

بے شبہ تمہارا خیال صحیح ہے۔ ترتیب دہندۂ روئداد نے ہماری تقریر کو قصداً ابتر کر دیا کہ اہلسنت جب اس راز سربستہ پر مطلع ہونگے کہ برسم زمانہ ظاہر طور پر آنحضرت نے جناب امیرؑ کو اپنا قائم مقام بنایا تو خلفائے ثلثہ کی بیعت سے نکل کر حضرت امیرؑ کو خلیفہ بلافصل اعتقاد کر لینگے۔ کیونکہ ہمنے جلسۂ کانپور میں ۱۲ کس علمائے اہلسنت کی شہادت سے ثابت کیا تھا کہ جناب ختمی مرتبت نے بروز غدیر شاہ خیبر گیر کے سر پر عمامہ باندھا۔ بجملہ بارہ۱۲ علمائے ثقات اہلسنت کے ملا متقی مصنف کنز العمال و بغوی صاحب تاریخ طبری و حموینی و زرندی و قشاشی وغیرہ ہیں اور ترتیب دہندۂ روئداد نے حذف و اسقاط مضامین کا صفحہ ۸۱ پر بہ ایں الفاظ عذر بھی کیا ہے۔

معذرت اہلسنت مندرجہ روئداد

بعض مضامین اور نظموں میں بعض اصحاب نے جوش مذہبی میں ایسے الفاظ یا اشعار خواہ کنایۃً لکھدیے تھے جو مسلمانوں کے بعض فرقوں کی دلشکنی کا باعث ہوتے اور مدرسہ فیض عام کا خاص مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں باہمی محبت و الفت زیادہ ہو۔ لہذا اراکین مدرسہ نے اُن فقرات کو نکالدیا ہے یا ترمیم کر دیا ہے (دیکھیے جناب یہ عذر گناہ و بدتر از گناہ ہے)۔ الفاظ معذرت سے صاف پتہ چل گیا کہ بعض اشخاص کی تقریر سے اراکین مدرسہ نے ایسے مضامین حذف کیے جنکا تعلق مذہب سے تھا۔ پس ضرور ہے کہ مضمون دستار بندی کو خلاف اصول اہلسنت سمجھ کر بخیال دلشکنی اہلسنت مہتمان مدرسہ نے نکالڈالا۔ اہلسنت کے علمار کی یہ ادنے خیانت ہے۔ جہاں دیکھتے ہیں کہ حضرت امیرؑ کی خلافت ثابت ہوتی ہے کچھ نہ کچھ عتر بود کر دیتے ہیں۔ جناب والا مولوی غلام حسنین صاحب کی تقریر کو خلاف واقعہ لکھتے وقت آپ کو یہ خیال نہوا کہ اگر جلسۂ کانپور میں منجانب مولانائے ممدوح عمامہ بندی پر کوئی مضمون معرض بیان میں نہیں آیا۔ تو اہلسنت بدعتی ہوکر زمرۂ اہل ضلالت میں داخل ہو جاینگے۔ کیونکہ جبتک آنحضرت کے فعل سے اُسکی اباحت نہ ہو بدعت ہے۔ اگر آپ بڑے سُنّی پاک مذہب ہونیکے مدعی ہیں تو فرمائیے۔ آنحضرت نے کب اور کسکے سر پر باندھ

کیوں دستار بند ہوائی۔ اگر فعلِ رسولِ مقبول سے آپ مطابقت فرمائینگے تو سوائے ندیر
کے اور کوئی موقعہ نہ دکھا سکینگے۔ جہاں آنحضرتؐ نے عمامہ بندی فرمائی ہو حضرت ممدوح
نے آپ پر احسان فرما کر ۲۱ کس علمائے موثوقین کے بیان سے استدلال کر کے آپ حضرات
کو حضیضِ بدعت و ضلالت سے نکال کر عامل بہ سنتِ نبوی ہونا ثابت فرمایا۔ اس احسان کا
یہ بدلا ہے کہ انکی تقریر کو جھوٹ اور خلافِ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ عجیب انصاف ہے
اہلسنت کے لیے سوائے ازیں کوئی چارہ نہیں کہ قطعی انکار فرمائیں کہ آنحضرتؐ نے
کبھی ایسا فعل نہیں کیا۔ جبکہ ایسا کہنے پر آمادہ ہونگے تو چونکہ ہر سال بڑے اہتمام و
شد و مد سے طلبار کے سر پر دستارِ فضیلت بندھواتے ہیں لہذا اپنے ہی فعل سے بقولے
"اپنا ہی جی جل گیا اپنے چراغ سے" بدعتی قرار پائینگے۔ اور اگر دوسرا طریقہ اختیار
کرینگے تو وہی بارہ علمار کا بیان اور مولوی صاحب کی جلسۂ کانپور میں تقریر انشاء اللہ
اس احاطے سے باہر نہ جائینگے۔ بصورتِ اوّل یعنی انکار از فعلِ رسولؐ اہلِ بدعت میں
داخل ہو کر گمراہِ بادیۂ ضلالت ہونگے۔ اور بصورتِ اقبال مولوی غلام حسنین صاحب کی
تقریر کے خلافِ واقعہ ظاہر کرنے سے زمرۂ کاذبین و کاتمینِ امرِ حق میں داخل ہو کر بپاداشِ
کذب و کتمانِ امرِ حق حسبِ وضاحتِ قانونِ قدرت عذاب و نکالِ اخروی کے مستحق ہونگے۔
غرضکہ ہر دو صورت ایک بلائے عظیم رو بکار ہے۔ مصرعہ

اک جانِ زار اور دو بلا ایک اِس طرف ایک اُس طرف

چونکہ الفاظِ معذرت مندرجۂ روئداد میں کسی کا نام نہیں دیا گیا کہ فلاں شخص کی تقریر کو بعینہٖ
ترمیم کر دیا۔ یا فقرات کو نکال دیا۔ لہذا آپ یہ کہنے کی گنجائش رکھتے ہیں کہ اس کلامِ مجمل کا
شانِ نزول بحق مولوی غلام حسنین صاحب کس دلیل سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اسکا جواب
شافی ہمارے پاس اوّل تو یہ ہے کہ عبارتِ مولوی صاحب خود بزبانِ حال گویا ہے کہ
مجھ میں سے کچھ کم کر دیا ہے۔ دوسرا اقرارِ علمائے مرتب کنندہ روئداد تیسرے
اخبارِ وفادار لاہور مطبوعہ ۸ مئی ۱۸۹۴ء جو کہ جناب کی تحریرِ ملمّع کار کی شائع ہونے سے تقریباً
ایک سال پہلے دست بوسِ خلائق ہو چکا ہے۔ وہ بزبانِ حال کہہ چکا ہے کہ مولوی صاحب

جلسۂ دستار بندی کانپور میں ۱۱ کس علمائے اہلسنت کی شہادت سے حضرت علیؑ کے سر پر بروز غدیر عمامہ باندھنا ثابت فرما دیا۔ بتائید کلام خود اصل پرچہ اخبار حجت ملاحظہ ملفوف عریضہ مرسل خدمت ہے۔ میں حتماً و جزماً یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر حضور کچھ بھی انصاف فرمائینگے تو اپنی راست بیانی پر بجائے شادی کناں ہونگے کہ جوابے ندارد۔ چونکہ جناب واقعہ عمامہ بندی کو غیر وقوعی سمجھ کر درپئے تکذیب ہیں۔ بنا برآں مناسب سمجھا جاتا ہے کہ بنظر تسکین خاطر سامی فقط اسی معاملہ کی صحت وغیر صحت پر انقطاع معاملہ مرجوعہ کر دیا جائے۔ لیجیے بفرض محال ہم تسلیم کیے لیتے ہیں کہ جلسۂ کانپور میں ایسی کوئی تقریر پیش نہیں ہوئی اور آپ کا بیان لوث کذب و انکار سے مبرا ہے۔ بسم اللہ اب سنی سو

جوانمرداں نہ پیچند از میاں روئے ؛ ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گوئے

آئینۂ حق نما کے نمبر ۱۶ پر جو تعداد علما ظاہر کی گئی ہے اُن کی عبارات مصرحہ جلد دوم حدیث غدیر کو اصل کتب سے ملائیے۔ اگر اُن میں مضمون دستار بندی نہ نکلے تو ہماری غلط گوئی ثابت کرنیکے لیے حسب شرائط مندرجۂ اشتہار کمیٹی کیجیے۔ منجملہ تیس ۳۰ نمبر کے بس اسی ایک نمبر پر ہمارا اور آپکا فیصلہ منحصر ہے۔ ۲۹ نمبر باقی سے ہم باز دعوے کیے دیتے ہیں اور رسالہ سجادیہ کی جوابدہی سے بھی تخفیف تصدیعہ کیا جاتا ہے۔ اسی نمبر کے مقابلہ میں ہم پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کا وثیقہ لکھدینے پر تیار بیٹھے ہیں۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو شیعوں کے اسی دعوے کے ثابت کرنے پر خلافت کا قطعی فیصلہ ہے۔ کیونکہ جسکے سر پر پگڑی بندھی وہی خلیفہ ہے۔ اس علامت ظاہری کی کسی دوسرے طریقے پر تاویل بھی نہ ہو سکیگی۔ کیوں حضرت اگر کچھ حوصلہ ہے تو بسم اللہ کرکے آمادہ ہو جائیے۔ یمین و یسار نہ دیکھیے تحقیق حق تو اسی کو کہتے ہیں۔ باقی ہٹ دھرمی و ناانصافی کا ہمارے پاس جواب نہیں۔ جناب یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اہلسنت ان سوالات کے صدہا بار جوابات مسکت دے چکے ہیں۔ اگر یہ بیان درحقیقت محض بیجا بلا کسی غرض و مصلحت کے درج اعلان ہوا ہے تو ہم نہایت عجز و لجاجت سے عرض کرتے ہیں کہ برائے خدا و رسول منجملہ صدہا کے جسکی حد غایت نو سو ننانوے تک ہے فقط ایک جواب کا نشان مع صفحہ کتاب عنایت فرمائیے۔ تاکہ اُس کو دیکھکر ہم خود محجوب ہو جائیں۔ اور کوئی ضرورت کمیٹی وغیرہ کی

نہ ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تحفہ و منتہی الکلام و آیات بینات وغیرہ کا حوالہ دوگے تو اُن کے جوابوں کی آئینہ حق نما کے صفحہ دوم پر تفصیل موجود ہے۔ پہلے اجوبۂ لاجواب کا رد کرنا آپ پر لازم ہوگا۔ کتب مردودہ و مقدوحہ پر مستدل ہونیکا آپ کو اختیار نہ دیا جائیگا۔ بحمد اللہ کہ آپ کا تمام تر بیان ایسے بدیہیات اجلہ سے بلا تاویل بدایں عنوان باطل کیا گیا کہ جسکے مقابلے میں قلم اُٹھانا حقیقۃً آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ چونکہ داب کلام اِسی کا مقتضی ہے کہ خصم کے تمام مایۂ استدلال کو مجروح و مقدوح کر کے ایک صاف و سیدھا راستہ دکھایا جائے لہذا مجھ کو رد کلام میں اتنی طوالت کرنی پڑی۔ امیدوار معافی ہوکر مستدعی ہوں کہ اگر جناب کو درحقیقت تحقیق حق کر کے اہلسنت کو تیر ملامت سے بچانا منظور ہے تو حسب شرائط مندرجۂ اشتہار جسکو چند موقعوں پر بہت توضیح کے ساتھ عرض کیا گیا کتب محولۂ اشتہار دیکھیے۔ اور اگر آپ اِس عنوان سے کتابوں کا دیکھنا خلاف مصلحت سمجھتے ہیں تو ناچار ہم آپ ہی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ہر تیس ۳۰ نمبر کا ثبوت ہم سے لے لیجیے۔ تاریخ و مقام و حَکَم مقرر فرمائیے۔ لیکن یہ کاغذی گھوڑے اِن منازل کو طے نہیں کر سکتے۔ آپ غریب خانہ پر تشریف لائیے یا مجھ کو درِ دولت پر بلائیے۔ تاکہ بالمواجہ دستور العمل مرتب ہوکر تاریخ معین ہو جائے۔ اگر آپ قصدِ قدم رنجہ فرمائی کریں تو براہِ میرٹھ و مظفر نگر تشریف لائیے اور مجھ کو تاریخ ورود سے اطلاع دیجیے۔ سواری انشاء اللہ تعالے ریلوے سٹیشن پر ملیگی میں مع اپنے اعزا کے آپ کی کفش برداری و خدمتگاری کو اپنا فخر دارین سمجھونگا۔ ورنہ میں حاضر ہوں۔ خوب سوچ سمجھ کر جواب پندرہ روز تک عنایت فرمائیے۔ چونکہ آپ کی حسب خواہش کارروائی کی جاتی ہے۔ اگر اب بھی آپ نے کوئی بہانہ جوئی کی تو یہ عریضہ چھاپ کر مشتہر کیا جائیگا۔

الراقم

سید سجاد حسین عفی عنہ

مورخہ ۲۸ اگست ۱۸۹۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۰ ستمبر ۱۸۹۵ء

جناب مخدوم و مکرم بندہ سید سجاد حسین صاحب زید مجدکم

بعد تسلیم عرض آنکہ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۸ اگست۔ تاریخ ۳۱ اگست ۱۸۹۵ء کو موصول ہوا۔ آپ کو مناظرہ کی خواہش ہے۔ بندہ ہر وقت تیار اور مستعد ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپکی حسب خواہش کارروائی کی جاتی ہے۔ پس میری خواہش یہ ہے کہ پہلے آپ مبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ زر موعودہ کسی بنک میں جمع کر دیں تب ترتیب معاہدہ کی گفتگو کریں۔ کیونکہ اگر زر موعودہ آپ جمع کر سکتے ہیں تو بصورت مغلوبیت ادا بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر جمع کرنیکی وسعت اور مقدرت نہیں ہے تو بصورت مغلوبیت ادا کیونکر کرینگے۔ جناب منشی فرزند علی صاحب نے پہلے بڑے زور شور کا اشتہار دیا۔ مگر افسوس کہ بروقت آماد گی اہلسنت کے ایسے حواس باختہ ہو گئے کہ باوجود رجسٹری شدہ خطوط بھیجنے کے بھی کوئی جواب کسی قسم کا نہ دے سکے۔ آنجناب نے بھی واقعہ مناظرہ بہڑہ سادات اور رسالہ سجادیہ کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ محض خلاف واقعہ ہے۔ یہ قصہ جمیع ہنود و اہل اسلام بہڑہ سادات پر خصوصاً اور سکنائے مظفرنگر و سہارنپور پر عموماً مثل آفتاب روشن ہے۔ حتےٰ کہ جناب سید امیر حسن صاحب شیعہ سے سنی ہوئے اور بہتیرے شیعی (جنکے اسمائے گرامی) ابھی ظاہر نہیں کیے جاتے۔ اسی واقعہ سے اپنے مذہب میں متزلزل ہو گئے۔ آپنے منشی فرزند علی صاحب کی طرف سے پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کا اشتہار دلوایا۔ حالانکہ جناب مشارٌالیہ کی پوری کیفیت اب ہمکو معلوم ہو گئی ہے۔ آپنے اس اشتہار میں شیخ حبیب احمد صاحب کو رئیس اور رئیس الامراء العظام بنایا۔ عبقات الانوار کی تیس ۳۰ جلدیں۔ اور نزہۃ اثنا عشری بارہ جلدیں بتائیں۔ آپ اپنے اسی خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب مولانا محمد ابوالقاسم صاحب کے پاس چار جزو کی تحریر بجواب "سوال بجمیع علمائے شیعہ" بھیجی ہے۔ بندہ من! ایسی باتیں زبان قلم سے نکالنی آپ کے

خلافِ شان ہیں۔ پھر تمام مضمونِ خط اور تمام کارروائی اشتہار اِسی قبیل سے ہی بدیں وجہ آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ اگر آپکو واقعی مناظرہ منظور ہی تو پہلے مبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپے کسی بنک میں جمع کر دیجیے۔ تب آپ سے کسی قسم کی گفتگو کی جائیگی۔ باقی امور کی نسبت ہم کو کچھ لکھنے کی بھی حاجت نہیں۔ البتہ صرف آپ کے گوشگزار کرنیکی غرض سے اسقدر عرض کیا جاتا ہے کہ آئینۂ حق نما میں آپ کی جانب سے یہ دعوے کیا گیاہے کہ مضامین مندرجہ اشتہار کو اہلسنّت کی سندی اور معتبر کتابوں میں سچّے راویوں کے بیانات سے بتصریح دکھا دینگے۔ جس عنوان سے یہ دعوے کیا گیا ہے اُس عنوان سے ہنوز ثابت نہیں کیا گیا ہی۔ یعنی نہ کوئی کتاب اہلسنّت کے سامنے پیش کرکے اُس میں وہ عبارت دکھائی گئی ہی اور نہ اُس کتاب کا کسی دلیل سے اہلسنّت کے نزدیک سندی اور معتبر ہونا ثابت کیا گیا ہے اور نہ اُسکے راوی کی نسبت یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسکا بیان سچّا بیان ہی اور وہ راوی سچّا راوی ہے۔ اور نہ یہ دکھایا گیا ہے کہ مضامینِ مندرجۂ اشتہار اُس روایت سے بتصریح (نہ بتاویل) پیدا ہوتے ہیں۔ پس جبتک اِس عنوان سے ثابت نہ کر لیا جائے اُس وقت تک دعویٰ غیر ثابت شدہ غیر جواب رہیگا۔ محض عبقات الانوار اور تشئید المطاعن کے صفحے گن دینے سے دعوے ثابت نہیں ہوتا۔ "سوال از جمیع علمائے شیعہ" منجانب اہلسنّت چند مرتبہ الہ آباد سے چھپکر عالم میں شائع ہوا۔ اور ہزارہا پرچے اُسکے ہندوستان میں تقسیم ہوئے اور اُس کے جواب کے لیے علمائے شیعہ نے کوئی دقیقہ فکر اور کوشش کا اُٹھا نہ رکھا۔ مگر آجتک کوئی دلیل قطعی بالتخصیص مثبتِ ایمانِ جنابِ امیرؑ قابلِ تسلیمِ خصم کسی صاحب کو دستیاب نہوئی۔ اہلسنّت نے اِس سوال میں دعوے کیا ہے کہ انشاءاللہ تعالےٰ قیامت تک بھی کوئی دلیل حضراتِ علمائے شیعہ کو نصیب نہ ہوگی۔ سو الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔ نہ ابھی تک کوئی دلیل حضرات شیعہ کو نصیب ہوئی اور نہ قیامت تک انشاءاللہ تعالےٰ نصیب ہوگی۔ ماہِ صفر ۱۳۱۲ ہجری میں سلالۂ خاندانِ شرافت السیّد السّند جناب مولانا سیّد علی حسین صاحب کاظمی سلمہ اللہ تعالےٰ نے ایک اشتہار بدیںمضموں شائع فرمایا تھا کہ اگر حضراتِ علمائے شیعہ کوئی دلیل اِس قسم کی پیش فرمائینگے تو ہم مع اپنے عزیز و اقارب کے شیعہ ہو جائینگے۔ اِس کے جواب میں بھی

کسی مجتہدِ شیعہ کو جوش نہ آیا کہ کوئی دلیل بیان فرماتے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ ایسے سوال کے مقابلے میں جسکے ہزارہا پرچے مدتِ درازسے ہندوستان بلکہ اطرافِ عالم میں شائع ہیں اور ہر ایک مجتہد و عالمِ شیعہ کے پاس موجود ہیں اپنے رسالۂ سجادیہ کا نام لیتے ہیں حالانکہ اُس رسالہ کا نام صرف آپکی زبان سے نکلا ہے۔ اور رسالہ ہنوز صندوقِ تقیہ سے باہر تک نہیں نکلا ہے۔ بلکہ باوجود رجسٹری شدہ خطوط بھیجنے کے ایک دستی کاپی تک بھیجنے کی جرأت نہ پڑی۔ آنجناب نے پرچۂ انتصار الشریعہ وغیرہ کا نام ناحق لکھا ہے۔ اِس سوال میں دلیلِ قطعی قابلِ تسلیم خصم کے معنی اور تعریف کسی عربی داں سے سمجھ سکیں تو سمجھکر انتصار الشریعہ واحسا میں تلاش کیجیے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ تمام مجتہدین و علمائے شیعہ سے دریافت کیجیے۔ دیکھیے تو کوئی صاحب بتلاتے ہیں کہ وہ فلاں دلیل ہے۔ جب آپ اِس امر کے دریافت کرنے پر کمربستہ ہونگے تو انشاء اللہ تعالے آپ کو خود ہی مذہبِ تشیع کی پوری حقیقت ظاہر ہوجائیگی۔ اور آپ خود پکار اُٹھینگے کہ علمائے شیعہ عاجز ہیں۔ اِس سوال کے جواب میں حضراتِ علمائے شیعہ تمام دنیا کی باتیں غیر متعلق سوال بیان فرماتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ کسی دلیل کا نام نہیں بتلاتے۔ آپکو اِس امر کا ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ جب کبھی حضراتِ علمائے شیعہ کسی دلیل کو متعین اور نامزد کرینگے۔ تو انشاء اللہ تعالے مذہبِ تشیع اُسی وقت فوراً درہم برہم ہوجائیگا۔ یہ بہت آزمایا ہوا اور مجرب نسخہ آپ کو بتلایا جاتا ہے۔ جب کبھی آپ آزمائینگے۔ انشاء اللہ تعالے صحیح اور ٹھیک پائینگے۔ بدینوجوہ گزارش یہ ہے کہ اُس سوال کا جواب دینا آپکے ذمہ۔ اور رسالۂ سجادیہ کا جواب (بعدِ ثبوت) ہمارے ذمہ ہے۔ پہلے کسی دلیل کو نامزد اور متعین فرمالیں تب دوسری گفتگو کریں رسالۂ نفاق الشیخین مؤلفہ مفتی محمد قلی صاحب پر آپ کو بہت ناز ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جناب مفتی صاحب موصوف جنابِ علامہ رشید الدین خاں صاحب ہی کی تقریر کو نہیں سمجھے ہیں۔ اگر آپ حضرات مناظرے پر آمادہ ہوئے تو آپ کو پوری کیفیت اُسکی دکھادی جائیگی۔ شیخ حبیب احمد صاحب کے تبدیلِ مذہب کی جو وجہ ہے وہ کیا آپ کے لیے موجبِ فخر ہوسکتی ہے۔ آپ جو فرماتے ہیں کہ تحفۂ اثنا عشریہ و منتہی الکلام وغیرہ کے حوالے سے کوئی بات نہ لکھنا کیونکہ اُنکا جواب ہوچکا ہے

اسکا پورا جواب یہ ہے کہ تحفہ وغیرہ کا کوئی جواب واقعی آج تک شیعوں سے نہیں ہو سکا۔ اور اگر اسی قسم کے جوابات داخلِ جواب ہوجائیں تو پھر منکرین قرآن نے بھی قرآن کا جواب دیا ہی۔ لہذا ان امور کا پورے طور پر تصفیہ اُسی کمیٹی میں ہوجائیگا۔ آپ گھبراتے کیوں ہیں؟ جلسۂ ندوۃ العلمار کی بارے میں جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جناب مولوی سید غلام حسنین صاحب نے واقعہ عمامہ بندی ثابت کردیا تھا۔ سو یہ بالکل غلط ہے۔ اور آپ بھی مجبوراً بہ لفظ بفرضِ تسلیم اِس واقعہ کی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اہلسنت پر وہی روایت حجت ہوسکتی ہے جبکا مِنْ حَيْثُ الدِّرَايَةِ وَالرِّوَايَةِ اُنکے نزدیک مقبول و مسلّم ہونا ثابت کردیا جائے۔ وَ اِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ رسمِ دستاربندی داخلِ بدعت اُس وقت ہوسکتی ہی جبکہ مدعیانِ بدعت تعریفِ بدعت اس پر صادق کرسکتے ہوں۔ الغرض آپ کی تمام باتیں آپ کی وقعتِ کلام کو عموماً اور وقعتِ رسالۂ سجادیہ کو خصوصاً ثابت کررہی ہیں۔ پس ایسے باوقعت شخص سے ترتیبِ معاہدہ کی گفتگو اُسی وقت کی جاسکتی ہے کہ جب وہ مبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ زرِ موعودہ مندرجۂ اشتہارِ آئینۂ حق نما کسی بنک میں پہلے جمع کردے۔ ورنہ مفت کی دردِ سری اور خالی خولی بک بک ہے۔ والسلام۔ فقط۔

راقم

محمد مشرف خان حنفی عفی عنہ از شہر الہ آباد محلہ رانی منڈی

۱۷ ستمبر ۱۸۹۵ عیسوی

التماس

اے ناظرینِ باتمکین اِس خط کو بنگاہِ غور ملاحظہ فرمائیے کہ عریضۂ حقیر مورخہ ۲۸ اگست ۱۸۹۵ء کا مخاطب دمشتہر صاحب نے کیا جواب دیا شیعوں کا دربابِ نفاقِ شیخین قدیم الایام سے معترض رہنا اور محمد ابو القاسم الہ آبادی کا بعد مناظرہ بھڑہ سادات دربابِ ایمانِ جنابِ امیرع

به مقابلۂ خوارج سوال شائع کرنا مشتہر صاحب نے کس دلیل سے باطل فرمایا۔ بحمد اللہ ایسے خاموش ہوئے کہ اس باب میں قلم نہ اٹھا سکے۔ دستاربندی کانپور میں جو کچھ گفتگو کی گئی اور جناب مولانا مولوی غلام حسنین صاحب کی تقریر کا اُس جلسہ میں واقع ہونا ثابت کیا گیا۔ اُسکا جواب مشتہر صاحب کچھ نہیں دے سکے۔ میں نے یہانتک مشتہر صاحب سے تخفیف تصدیعہ کیا تھا کہ فقط عمامہ بندی روز غدیر کے تصفیہ پر کل اشتہار آئینۂ حق نما کا جواب مان لیا تھا مگر افسوس ہے کہ جناب مشتہر صاحب اسکو رد کرنے سے معطل رہے۔ غرضکہ عریضۂ حقیر کا مطلق جواب نہیں دیا گیا۔ اور جو کچھ مشتہر صاحب نے لکھا وہ بالکل لغو و بے معنی و خلاف بحث تحریر فرمایا۔ پتہ کی ایک بات نہیں لکھی گئی۔ پس اہل انصاف خود دیکھ لیں کہ جب مشتہر صاحب خلاف مطلب چال چلتے ہیں تو کس حد تک وہ ایک لمبا چوڑا اشتہار جاری کرنے میں صحیح القول مانے جا سکتے ہیں۔ مشتہر کی تمام تحریروں کو اسی پر قیاس فرمانا چاہیے۔

۲۰ ستمبر ۱۸۹۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم و مطاعم جناب مولوی محمد مشرف علی خاں صاحب دام مجدہٗ

تسلیم بہ صد تعظیم۔ گرامی نامہ مرسلہ سامی بہ جواب عریضۂ حقیر موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ میں تو تُو میں میں کرنا بالکل فضول جانتا ہوں۔ البتہ جس وقت آپ کا اشتہار اور عریضہ مورخہ ۲۸ اگست ۱۸۹۵ء مع نیاز نامۂ ہذا و دیگر کاغذات متعلقہ چھپواؤنگا۔ انشاء اللہ ناظرین خود دیکھ لینگے کہ مناظرہ بہرہ سادات و تقریر مولوی غلام حسنین صاحب و الزام گریز از سوال مولوی الہ آبادی وغیرہ کی نسبت میں نے کیسی چست تقریر سے جواب دیا۔ اور آپ نے اُسکا کیا ابطال فرمایا۔ تحفہ وغیرہ کے جوابوں کی نسبت جو آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی جواب واقعی منجانب شیعہ نہیں دیا گیا۔ یہ مُنہ سا فقرہ تسکین دہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا کہدینا کافی ہوا کرتا تو تحفہ و منتہی الکلام وغیرہ کتب سنیہ کا جواب شیعہ بالکل نہ لکھتے

بلکہ محض اتنا فقرہ چھپوا دیتے کہ جسقدر کتابیں اہلسنت نے بمقابلہ شیعہ لکھی ہیں سراسر واہیات و مزخرفات ہیں۔ رسالۂ نفاق الشیخین کے بارے میں جو حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مفتی محمد قلی صاحب جناب علامہ رشید الدین خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہی کو نہیں سمجھتے ہیں۔ جناب والا اس بات کو حسب داب کلام کسی تحریر سے ثابت فرما دیجیے تاکہ تمام خلائق واقف ہو جائے۔ کہ عالم شیعہ نے فاضل سنی کی تحریر کا بلا سمجھے غلط طور پر جواب لکھا۔ بلکہ اصل منشائے کلام یہ ہے جسکا بطلان نہیں ہو سکا۔ حضرت من! خواہ کسی کی تحریر غلط ہو یا صحیح۔ دو لفظوں سے اُسکو جھوٹ کہدینا عند العقلا کافی نہیں ہو سکتا۔ اہلسنت کو لیے بڑی شرم اور ندامت کا موقعہ ہے کہ اُنکی جیّد کتابوں کے ردّ لاجواب پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ اُن کے جواب میں سوائے دور از عقل باتوں کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جہلا بیچارے تو کسی شمار میں نہیں۔ مگر تعجب ہے کہ آپ ایسی ظاہر دلیل سے بھی متاثر ہو کر سنیت سے مستعفی نہیں ہوتے۔ یاد رکھو جس مذہب کی کتابیں ایسے عنوان سے باطل ہو چکی ہوں کہ جسکا جواب درجۂ محال پر پہنچ گیا ہو وہ مذہب کسی طرح ممدوح نہیں ہو سکتا۔ آپ لکھتے ہیں کہ مناظرۂ بہڑہ سادات نے ایسا اثر دکھلایا کہ چند شیعہ سنی ہو گئے۔ از انجملہ ایک سید امیر حسین صاحب ہیں۔ اور باقی نام اس وقت ظاہر کرنا خلاف مصلحت ہے۔ بندہ پرور! مناظرۂ مذکور میں اہلسنت کو ایسی پسپائی حاصل ہوئی ہے کہ انشاء اللہ تمام عمر کبھی فراموش نہ کرینگے روئداد مناظرہ میں کل حالات لکھے گئے ہیں۔ جس کا اشارہ عویضہ ۲۸ اگست میں بصراحت موجود ہے۔ دیدۂ حق بین وا کرکے پھر دیکھیے۔ امیر حسین ایک جاہل شخص ہے۔ جوش افلاس و جہالت سے اُس نے چھ سات برس کا عرصہ ہوا کہ بذریعہ قصابان موضع کگرولی ضلع مظفرنگر مولوی محمد قاسم صاحب سے بیعت کی تھی۔ اُسکا سنی ہونا مناظرہ سے تقریباً پانچ سال مقدم ہے۔ اگر آپ کو باور نہو تو مسمیان بدّو و اللہ دیا و بھوندا قصابان کگرولی و شیخ نامعلوم الاسم امام جماعت سے بذریعہ تحریر کے دریافت فرمالیں۔ کہ امیر حسین مناظرہ سے پانچ برس پہلے سنی ہوا یا بعد مناظرہ جس وقت کہ آپ کو کسان مذکور کی تحریر سے اُسکا قبل از مناظرہ سنی ہونا ثابت ہو جائے تو بس سمجھ لیجیے کہ خبر دینے والے نے آپ کو تمام اطلاع غلط طور پر خلاف

واقعہ پہنچائی آپ اُسکو کاذب سمجھ کر اُسپر حکم کاذبین مندرجۂ قرآنِ مبین جاری فرمائیں اتفاقات
سے وہی امیر حسین نہم ربیع الاوّل سنہ حال کو جسکو اب بیس روز ہوئے بحضورِ صدہا اشخاص
اپنے کردار سے توبہ کرکے پھر شیعہ ہوگئے اور اظہارِ تشیّع کے لیے وہ سب کچھ کہدیا جو کہا کرتے
ہیں اِس واقعہ کو خود امیر حسین ساکنِ گکرولی ضلع مظفرنگر ڈاکخانہ تستہ سے دریافت فرمایئے
اور سرنامہ پر یہ پتہ لکھیے کہ بمقام گکرولی۔ پاس سیّد امیر حسین سابق سُنّی وحال شیعہ کے پہنچے۔
اصل معاملۂ نزاعی میں آپ یہ لکھتے ہیں کہ پہلے مبلغ پچیس ہزار روپے بنک میں جمع کردو اُسوقت
معاہدہ جہتِ انعقادِ کمیٹی مرتب کیا جائیگا۔ ورنہ خالی خولی بک بک محض بیفائدہ ہے۔
بندہ نواز ہر شخص اپنے اقرار کے موافق پابند کیا جاسکتا ہے۔ اور جس بات کا کوئی مقر یا معتقد
نہ ہو اُسپر مجبور نہیں ہو سکتا۔ آئینۂ حق نما میں ایسی کوئی بات درج نہیں ہوئی کہ جس سے بنک
میں روپیہ داخل کرنا موعود ہوا ہو۔ بلکہ اُس میں صاف یہ لکھا گیا ہے کہ اہلسنّت پہلے عبارات
مندرجۂ جلدِ غدیر و تشئید المطاعن کو اپنی اُن کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں جنکا نام لکھا گیا ہے
اگر عباراتِ محوّلہ اُن کتب میں برآمد نہ ہوں تو ہمارے جھٹلانیکے لیے کمیٹی جانچ مقرر کریں
اُس وقت شیعہ بہ تعدادِ مذکور جائداد مکفول کردینگے۔ اور حضراتِ اہلسنّت سے جو صاحب
کہ انعقادِ کمیٹی پر کمربستہ ہونگے وہ اپنے پانچ علمائے کاملین سے اِس مضمون کا اقرارنامہ
رجسٹری کرادینگے کہ ہم کتب محوّلہ جلدِ غدیر دیکھ چکے۔ حوالے بالتمام غلط ہیں۔ اگر بروئے کمیٹی
شیعوں نے اِنکا صحیح ہونا تسلیم کرادیا تو ہم مذہب بدلدینگے۔ افسوس ہے کہ ہم ایک بات
کو سو سو دفعہ کہتے کہتے تھک گئے۔ مگر آپ آنکھ کھولکر نہیں دیکھتے یا دیدہ و دانستہ اغماض
فرماتے ہیں۔ عریضۂ ۲۸ اگست سنہ ۱۸۹۵ء میں غالباً پانچ چار جگہ اِس شرط کا ذکر ہوا ہے پس
درحالیکہ ہمنے بکفالتِ جائداد وثیقہ لکھدینا تجویز کرکے درج اشتہار کیا ہے تو اب ہم پر کس
طریقے سے لازم ہوسکتا ہے کہ بنک میں روپیہ داخل کرنے پر مجبور کیے جائیں۔ آپ نے ادخالِ
روپیہ پر تو بہت زور دیا مگر یہ نہ لکھا کہ کتابیں دیکھ لی گئیں۔ پانچ علماء سے حسبِ قیدِ اشتہار
تبدیل مذہب کا اقرارنامہ رجسٹری کرادینگے۔ حضرتِ من ہم نے یہ اشتہار اِس غرض سے
شائع کیا ہے کہ جن باتوں سے علمائے قدیم و جدید اہلسنّت انکار کرتے چلے آتے ہیں اُن

معاملات کو حضراتِ اہلسنت گھر بیٹھے بچشم خود دیکھ لیں اور انصاف فرما کر بلا مناظرہ شیعہ ہو جائیں۔ کیونکہ جن باتوں کا انکار فرما کر اُن کے وجود سے منکر ہوئے ہیں جبکہ ہماری ہدایت سے اپنی کتب میں بچشم خود دیکھ لینگے۔ ضرور ہے کہ شیعہ ہو جائینگے۔ جناب سیدہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجانیکی بابت شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ محض شیعوں کا افترا ہی اور اس قصہ کے سُننے سے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمنے اِس واقعۂ جانگزا ہیں اہلسنت کی (۱۶) کتب معتبرہ سے ثبوت پیش کیا ہے۔ آپ پر لازم تھا کہ فقط اسی بات کی جانچ فرمالیتے۔ کہ ایسا سنگین جُرم جو حضرت عمر پر لگایا گیا آیا وہ صحیح ہے یا غلط۔ مرتکب آتش زنی یا کہ اسی فعل کا ارادہ کرنیوالا حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا پاتا ہے۔ اور اُسی طرح اِس جرم کا غلط طور پر عویدار قابل سزا ہوتا ہی۔ جناب نے تواتنی بھی زحمت گوارا نہ فرمائی کہ کتابوں کو دیکھکر اتنا تو معلوم کرلیتے کہ شاہ صاحب کس حد تک سچے ہیں۔ ہاں زرکشی پر تُلے ہوئے ہیں۔ ۲۵ ہزار۔ ۲۵ ہزار برابر فرمائی جاتی ہیں۔ اور نہیں خیال فرماتے کہ روپیہ جتنے تاؤ کھاتا ہے اُتنے ہی چکر کھلاکر ہزار دشواری ہاتھ آتا ہے۔ چونکہ آپ "چو مفلسے کہ طلبگار گنج قارون است"۔ بڑی شدت کے ساتھ طالب زر ہیں۔ لہذا تصدیعہ افزا ہوتا ہوں کہ منجملہ صور تہائے ذیل کے جو طریقہ پسند خاطر ہو اختیار فرما کر پہلے کامیابی حاصل کیجیے۔ پھر چھیناچھپٹی گنوا لیجیے۔ طریق اول حسب قرار داد اشتہار بکفالت جائداد آزاد وثیقہ لکھا دیجیے۔ دوم بنک گھر میں جمع کرا لیجیے مگر اتنا ملحوظ رہے کہ اگر ہمکو کامیابی ہوئی اور بربنا اُسکے بنک سے روپیہ واپس لینا پڑا تو جسقدر سود پر ہم روپیہ لیکر داخل بنک کرینگے وہ تمام و کمال روپیہ مع خرچۂ رجسٹری و فیس بنک جو کہ امانتی روپیہ پر عائد ہوتی ہی آپکو دینا پڑیگا۔ اور اُس کی بابت پانچ ہزار روپیہ کی ضمانت بکفالت جائداد داخل کرنی ہوگی۔ مگر دونوں صورتوں میں آپکے پانچ علماء کا اقرارنامہ بوعدہ تبدیل مذہب ضرور بالضرور رجسٹری کرایا جائیگا۔ اِس تحریر کو لیکر ہم کمیٹی جانچ میں بیٹھینگے۔ آپ ڈرتے کیوں ہیں۔ اِسکو تو لکھ ہی چکے ہو کہ شیعہ قیامت تک ہماری کتب میں مضامین مندرجہ اشتہار نہ دکھا سکینگے۔ پس ضرور ہے کہ جب حسب خیال سامی وہ مضامین آپ کی کتب میں نہ ہونگے تو آپ ڈگری پا جائینگے پس اللہ کا نام لیکر جلد غدیر و تشئید المطاعن کو اپنے پانچ علماء کے حوالے

کیجیے۔ وہ ہر ایک نمبر آئینۂ حق نما کے متعلقات کو کتب موصوفہ سے برآمد کرکے اپنی کتب سے ملاتے جائیں۔ اگر مضامین پورے طور سے دست بدست مطابقت پاجائیں تو دمِ پنجتن لیکر شیعیانِ علیؑ میں داخل ہوجائیں۔ بصورت عدم مطابقت ہم خرما وہم ثواب شیعوں کو سُنی بنائیں اور رقمِ بالا کو جیب میں رکھیں۔ یہ بھی اطمینان دلایا جاتا ہے کہ سوائے روپیہ کی ہم بھی پانچ علماء کا اقرارنامۂ تبدیلِ مذہب بدیں مضمون رجسٹری کرادینگے کہ اگر مضامین مندرجہ جلدِ غدیر و تشئید المطاعن غلط ثابت ہو گئے تو فوراً مذہب بدلکر سُنی پاک طینت ہوجائینگے علماء کے مقابلے میں اقرارِ علماء رہوگا۔ اور وعدہ زرِ خطیر مستزاد برآں۔ ہم بہ نسبت آپکے دوہرا اطمینان دینگے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اب جناب ضرور مع تہائے متذکرۂ بالا سے ایک قرینہ پسند فرماکر آمادہ ہوجائینگے۔ مگر بطور پیشین گوئی یہ عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا کوئی عالم بعدِ معائنۂ کتب اِس مضمون کا اقرارنامہ لکھوانے پر ہرگز ہرگز آمادہ نہوگا۔ کیونکہ جب کوئی عالم نیک نیتی سے کتب بینی پر کمر چُست کریگا تولامحالہ حوالے صحیح پائیگا۔ پس وہ ایسا اقرار لغو کیوں کریگا۔ علمائے اہلسنّت کا ایسا اقرارنامہ رجسٹری نہ کرانا شیعوں کے لیے ناطق ڈگری کا اثر دینے والا ہے۔ چونکہ امید نہیں ہے کہ کوئی صاحب علمائے اہلسنّت سے اقرارنامہ رجسٹری کرائیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ بلا تکمیلِ اقرارنامہ اِس طرف سے پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کا وثیقہ لکھا جائے یا داخلِ بنک کیا جائے پس ضرور ہے کہ یہ معاملہ رُک جائے۔ اور حق طلب جو کہ بہت شوق سے نگراں ہیں کہ کب مناظرہ ہوکر کوئی بات انقطاع پذیر ہو اپنا دل مسوس کر رہجائیں۔ لہذا ایک سہل طریقہ بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں اور جناب ایک اقرارنامۂ تبدیلِ مذہب تحریر کرکے کمیٹی جانچ بہ صرف بالمناصفہ قائم کریں۔ روپیہ پیسے کا قصہ بیچ سے اُٹھادیں۔ اِس صورت سے بھی امرِ حق اُسی طرح نمایاں ہوگا جیساکہ پہلی صورتوں سے ہوتا۔ مقصودِ اصلی اِس بات کے ظاہر کرنے سے ہے کہ آیا شیعوں نے جو یہ دعوے کیا ہے کہ ہم کتبِ اہلسنّت سے امورات مندرجۂ اشتہار ثابت کردینگے۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیعہ قیامت تک اہلسنّت کی کتابوں سے وہ مضامین نہ دکھا سکینگے۔ بایں اختلاف کلامی دونوں میں سچا کون ہے بروئے کمیٹی جس کو ڈگری ہو وہی مذہب عام طور پر

صحیح مانا جائیگا۔ اگر آپنے سچے دل سے ہمارے اشتہار کا جواب لکھکر آمادگی ظاہر کی ہے۔ تو بس اب دیر نہ کیجیے۔ تیار ہو جائیے۔ مجھ کو بُلائیے یا خود تشریف لائیے اور معاہدہ مرتب کر لیجیے۔ پندرہ روز تک جواب مرحمت ہو۔ ورنہ سمجھا جائیگا کہ آپکا یہ طمطراق ظاہری تھا۔ اور اگر آپ کو تبدیلِ مذہب کی شرط سے بھی گریز ہو تو بلا اسکے کتابیں دیکھ لیجیے۔ بعد ظاہر ہونے نتیجہ کے ہٹ دھرم نہیں تو حق طلب وعاقبت اندیش خود مذہب بدل کر راہِ حق وصواب اختیار کرینگے۔ طرفین کی سادہ کارروائی بھی اگر پسندِ خاطر نہو تو مجھسے اقرارنامۂ تبدیلِ مذہب رجسٹری کرالیجیے۔ اور آپ کوئی اقرار نہ کیجیے پچیس ۲۵ ہزار روپیہ اگر لینا مدِ نظر ہے تو حسبِ تصریحِ بالا کار فرما ہو جیے۔ اگر اب بھی آپنے کوئی حیلہ نکالکر ٹالم ٹولا کیا تو یاد رکھیے۔ چونکہ آپ اشتہار میں اپنی آمادگی شائع کر چکے ہیں جناب کو کمیٹی نہ کرنے سے بڑی سخت بدنامی ہوگی۔

راقم

سید سجاد حسین مؤلفِ رسالۂ سجادیہ از نہٹورہ سادات ڈاکخانہ تستہ ضلع مظفرنگر

۲۰ ستمبر ۱۸۹۵ء بذریعہ رجسٹری مرسل ہوا

فقط تمت

یادداشت

۲۰ ستمبر کے عریضہ کا ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو جواب مطوّل ملا۔ مگر سوال از آسمان جواب از ریسمان کا مصداق۔ بوجہ طوالت نہیں چھاپا گیا۔ اور خط موجود ہے۔ عندالضرورت دکھایا جاسکتا ہے جسکو دیکھکر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ ۲۰ ستمبر کے خط کی ایک بات کا جواب نہیں دیا گیا۔

بجنابِ مستطاب معلّٰے القاب مخدوم مکرم جناب مولوی محمد مشرف علی خاں صاحب

دام مجدہم

سلام نیاز زید پراباد۔ شاکرم بخیریت خود و داعیم بصحتوری مزاج سامی والانامہ مکرمت شمامہ محررہ ۷؍ اکتوبر جسکو جناب نے سہوًا ۷؍ ستمبر لکھا ہے بجواب عریضہ ۲۰؍ ستمبر نازل ہوکر عزت افزا ہوا۔ جناب نہ میری تحریر کا کوئی واقعی جواب تحریر فرماتے ہیں اور نہ کوئی معقول بات لکھتے ہیں۔ غیر ٹکسال معاملات سے کاغذ سیاہ کیے جاتے ہیں۔ ایک ایک بات چار چار دفعہ لکھے جاتے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ہزار برس میرے اور آپکے سلسلۂ کتابت رہا تو آپ کبھی خلاف مراد جواب دینے سے باز نہ آئینگے۔ لہذا میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اشتہارات مع جملہ خطوط چھاپ کر اہلِ دانش کو دکھا دوں کہ فریقین کی تحریروں کو جانچ فرمالیں کہ کون بر سرِ حق ہے اور کون چادرِ خطا سر پر ڈالے ہوئے ہے۔ کون حق طلب ہے اور کون حق کے نازک گلے پر کُند چُھری پھیرنیوالا ہے۔ میں نے آپکے والانامہ ۷؍ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اُسی طرح باطل کردیا ہے کہ جیسے آپ کے اشتہار کو عریضۂ ۲۸؍ اگست سے اور نوازش نامۂ ۷؍ ستمبر کو نیاز نامہ ۲۰؍ ستمبر سے۔ آپ اِس رسالۂ سرمۂ خاموشی کو جو کہ ۷؍ اکتوبر کے خط کا جواب ہے ملاحظہ فرماکر اسکا رد چھپوائیں اور رودادِ قیامت کو اگر ہو سکے تو باطل فرمائیں۔ ورنہ سمجھ لیں کہ آپکا قیامت میں یہی مآل ہوگا جیسا کہ دکھلایا گیا ہے۔

جناب مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ تحریر ۲۰؍ ستمبر میں دائرۂ تہذیب سے باہر ہو کر کلمات غیر مہذبانہ لکھے اور بعض اشارات فتنہ انگیز کیے۔ میں بہ صد ادب اور بہ ہزار خواہش متمنی ہوں کہ تحریر مذکور سے اُن کلماتِ خونریزِ تہذیب و کنایاتِ فتنہ انگیز کا استخراج و استنباط کر کے اطلاع دیں۔ تاکہ برائے آئندہ مرتکب نہوں۔ یا اُن کلمات و اشارات کا شانِ نزول بیان کردوں۔

جب تک کہ آپ فردِ الزام پیش نہ فرمائینگے مجھ کو آپ کی راست بیانی میں انتہا

درجہ کی تشکیک واقع رہیگی۔ غالباً آپ کسی کلمہ یا اشارہ کا نشان نہ دے سکینگے۔ بخاطر داشت سامی نحیف نے عریضۂ ۲۰ ستمبر پر پھر نظرِ ثانی کر کے بہت جھک جھک کر باریک نظر سے دیکھا تو کوئی کلمہ خلافِ تہذیب و بیدار کنندۂ فتنۂ خفتہ نہ پایا۔ البتہ تذکرۂ آتش زنی بخانۂ فاطمۂ میں جہاں (۱۶) کتبِ اہلسنت کے اندر اس قضیۂ نامرضیہ و واقعہ ہوش ربا کا درج ہونا میں نے بیان کیا ہے وہاں یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی۔

عبارتِ مندرجہ عریضہ ۲۰ ستمبر

"آپ پر لازم تھا کہ فقط اسی بات کی جانچ فرمالیتے کہ ایسا سنگین جرم جو حضرت عمر پر لگایا گیا ہے۔ آیا وہ صحیح ہے یا غلط۔ مرتکب آتش زنی یا کہ ایسے فعل کا ارادہ کرنیوالا حبسِ دوام بعبورِ دریائے شور کی سزا پاتا ہے۔ اور اسی طرح اس جرم کا غلط طور پر دعویدار قابلِ سزا ہوتا ہے"۔

غالباً جناب نے بخیالِ حمایت و طرفداریِ جناب عمر اسی فقرہ کو اشارۂ فتنہ انگیز سے تعبیر فرمایا ہوگا۔ حضرتِ من یہ اشارہ نہیں ہے بلکہ ایک بڑا اور اہم امر نزاعی مابین سُنّی و شیعہ ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر جنابِ فاطمۂ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیکر گئے۔ اور جنابِ سیدہؑ کو دھمکایا اور ڈرایا کہ تمہارا گھر جلا دونگا۔ اہلسنت یہ پتے کی بات سُنکر بہت داہنا بایاں جھانکتے ہیں۔ اور اس طشت از بام معاملے کے چھپانے میں طرح طرح کی کوششیں عمل میں لاتے ہیں۔ اگر اعتراض شیعہ کو بلا چون وچرا تسلیم کرلیں تو سوائے ہٹ دھرم و ناانصاف کے دنیا میں کوئی سُنّی ہی نہ رہے۔ اصلی واقعہ سے مطلع ہوکر ہر سُنّی بہ حق جناب عمر وہی الفاظ کہنے لگے جن کو خدائے عادل نے ظالمین کے لیے قرآن میں استعمال فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو کہ جناب شاہ صاحب نے تحفہ میں دربابِ طعنِ احراق کیسی مضطربانہ گفتگو کی ہے۔ ڈوبتے ہوئے آدمی کی طرح بہت کچھ ہاتھ پیر مارے ہیں مگر کنارے نہیں لگے۔ منجدھار ہی میں ڈوب مرے۔ کبھی اس معاملہ کو مفتریاتِ شیعہ سے قرار دیکر عمر صاحب کو جرم

نمایاں سے بچایا کہیں یہ لکھدیا کہ حضرت دوم نے آگ لگانیکا ارادہ کیا تھا۔ اور ارادہ پر سوائے مقلب القلوب کے کوئی مطلع نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ محض دھمکانا مد نظر ہو اور جلانا مرکوز طبیعت نہ ہو۔ ایک موقعہ پر یہ لکھا ہے کہ اس بات کے گوش زد ہونے سے بدن کے بال کھڑے ہوتے ہیں لیکن یہ لکھتے ہیں کہ بیش بریں نیست کہ عمر سے بمقابلہ اہلبیت سوء ادب واقع ہوا۔ سوا اسکا کچھ مضائقہ نہیں۔ اجرائے کار خلافت میں ایسے امور پر سلاطین کی نظر نہیں ہوتی۔ حضرت امیرؑ نے بھی بخیال استحکام امر خلافت عائشہ کی آبروریزی و ہتک حرمت میں دقیقہ باقی نہ رکھا تھا۔ پس یہ فعل عمر مطابق فعل مرتضوی تھا۔ کہیں کہتے ہیں کہ خانۂ سیدہؑ میں ارباب فتنۂ و فساد و اہل شرارت جمع ہو کر خلیفۂ اول کو تخت خلافت سے اُتارنا چاہتے تھے۔ اگر اُنکی تنبیہ و توبیخ کے لیے جلا بھی دیا جاتا تو کوئی عیب نہ تھا۔ پس ایسے امر اہم و معاملۂ نزاعی کو جناب کا غیر مہذب و فتنہ انگیز بیان کرنا ہرگز قرین انصاف نہیں۔ اگر حسب اندراج (۱۶) مجلدات سنیہ درحقیقت حضرت عمر نے جناب سیدہؑ کے دولت خانۂ کرامت نشانہ کے جلانیکا ارادہ کرکے آگ اور لکڑیاں طلب فرما کر اُنکو خوف دلایا تھا اور ایسے دردخیز و عبرتناک واقعہ پر کہ وہ مبتلائے رنج مرگ پدری ہو کر صف ماتم پر بیٹھی ہوئی بلبلاہٹ سے اپنے باپ کو رو رہی تھیں۔ دھمکایا اور ڈرایا تھا۔ تو پھر مصنفین اہلسنت کے نزدیک بھی جناب عمر سوائے مقام معلوم کے اور کسی جگہ بھیجے جانیکی قابلیت نہیں رکھتے۔ خلیفہ صاحب کے مقر اصلی کو دیکھکر آپ آزردہ خاطر و ترش رو نہوں۔ کیونکہ جناب اس بارے میں بالکل میرے ہم خیال ہیں۔ اگر آپ کو کچھ بھی مخالفت ہوتی تو اپنی اشتہار میں جو کہ بجواب آئینۂ حق نما لکھا ہے کبھی یہ تحریر نہ فرماتے کہ قیامت تک شیعہ ہماری کتب سے معاملات مندرجۂ آئینۂ حق نما ثابت نہ کرسکینگے۔ اگر شیعہ نے قیامت سے پہلے ہی پہلے ثابت کردیا تو ضرور آپ جس بات کا انکار کرتے ہیں چار و ناچار (۱۶) کتب کے معائنہ سے نیچی گردن کرکے حضرت عمر کو اُسی طرح یاد فرمانے لگینگے جیسے ہم گروہ شیعہ یاد کرتے ہیں۔ تسلیم فرمائیے کہ کیا خدا نخواستہ اپنی معتبر کتابوں میں جن کی تعداد (۱۶) جلد پر منتہی ہوتی ہے مضامین خانہ سوزی معائنہ فرما کر لب نہ ہلائیے گا۔ اور برابر حضرت عمر و فاروق اعظم ہی کہے جائیگا۔ میں کبھی باور نہ کرونگا

کہ حضور جیسا مسلمان اور غیرت بھرا پٹھان اپنی کتابوں میں یہ آتش فشاں مضمون دیکھکر سستانِ طعن سے حضرتِ عمر کا جگر چھیدنے میں کوتاہ دستی کریگا۔ دیکھیے اگر کسی پیر کے مرید یا گرو کے چیلے یا بادشاہ کے ملازم بعدِ وفاتِ سردارِ خود اُس کے گھر پر شور وغوغا کرکے چڑھ جائیں اور اُسکی اولاد کو حالتِ رنج وغم میں دھمکائیں اور خوف دلائیں کہ تم ہماری اطاعت اختیار کرو ورنہ تمہارا گھر پھونک کر خاکِ سیاہ کرڈالینگے۔ ضرور ہے کہ ایسے مرید عام لوگوں کی نگاہ میں نہایت بے وقعت ہو کر اہلِ بغاوت سے شمار کیے جائیں وہ شخص نہایت شقی وقسی القلب گنا جاتا ہے جو کہ کسی عزاخانہ پر اہلِ عزا کے تکلیف دینے کو خونخوار حرکتوں سے دھاوا کرے۔ اِس وقت اگر کسی شخص سے ایسی حرکت واقع ہو جیسی کہ حضرتِ عمر سے ہوئی تو تمام اہلِ ملک اتفاق کرکے گورنمنٹ عدل گستر سے دادخواہ ہونگے کہ اُسکو سزائے قانونی دی جائے۔ اسی طرح ہم جملہ مسلمانوں کو استحقاق حاصل ہے کہ بپاس خاندانِ نبوت عمر کو اُسکی اِس حرکت بیجا پر بارگاہِ قہار وجبار سے سزائے شدید دلانیکی کوشش کریں اور تا وقوع قیامت اُسکی روح کو اُن کلمات سے متاذی وبیچین کرتے رہیں جن کی زبانِ اہلِ اسلام سے حاصل کرنے میں اُس نے قابلیت بہم پہنچائی ہے۔ اگر خدا نخواستہ حقیر مثل جناب عمر پیت ہوتا اور اُڑتی سی یہ خبر مل جاتی کہ حضرت دوم نے اپنی مرشد زادی سے ایسا وحشیانہ برتاؤ کیا کہ جسکے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوکر ایمان لرزتا ہے۔ اور یہ واقعہ بہ تفصیل تمام تر (۱۶) کتابوں میں درج ہے تو واللہ بلا تحقیق کیے ہوئے مجھ سے ایک شب نہ رہا جاتا تشئید المطاعن کو جس میں (۱۶) کتب کی عبارات سے مع توثیقِ راویان یہ واقعہ ثابت کیا گیا ہے سر پر اُٹھائی اُٹھائی پھرتا۔ اور بڑے بڑے عالموں کو وہ عبارتیں دکھاکر جواب مانگتا۔ چونکہ کوئی حسبِ عادت جواب نہ دیتا لہذا وہی بات کہدیتا جسکا کہنا سُنّی سے شیعہ ہوتے وقت رائج ہے مگر آفرین ہے آپ کی ہمتِ مردانہ وپختگیِ ایمان پر کہ اشتہار آئینہ حق نما میں کتابوں اور اُنکے مصنفوں کے نام دیکھکر بھی کان پر جوں نہ چلی۔ اور ویسے ہی حُسنِ عقیدت سے حضرتِ عمر کو فاروقِ حق وباطل کہکر شیعوں کو حوالۂ کتب میں ذہنی اور نظر انداز بیمائش سے جھوٹا باور فرمایا۔ ہم بہت خوش ہوتے اگر آپ کی تحریر میں کوئی اِس قسم کا فقرہ دیکھتے کہ منجملہ (۱۶) کتابوں مندرجہ اشتہار آئینہ حق نما کی

فلاں جلد ہماری نظر سے گزری۔ حوالۂ مندرجۂ اشتہار کو غلط پایا۔ آپ نے نہ کوئی کتاب دیکھی اور نہ ہمارے لکھے ہوئے کو صحیح جانا۔ ویسے ہی بجوش افغانیت لڑنے مرنے پر کمر کس بیٹھے۔ اے حضرت آپ کتابوں کے دیکھنے سے ڈرتے کیوں ہیں سنیوں کے مذہب میں شیعوں کی کتابوں کا دیکھنا منع ہے نہ کہ اپنے کتب خانہ کا معائنہ بھی حرام ہے۔ آپ تو یہ لکھ چکے کہ شیعہ قیامت تک ہماری کتابوں سے اپنے مطلب کو نہ ثابت کر سکینگے۔ آپ پر لازم تھا کہ بنظرِ آگاہیِ عامۃ الناس لکھدیتے کہ اِسوقت فلاں فلاں کتاب ہمنے دیکھی شیعوں کا دعوٰے غلط پایا۔ بندہ پرور اگر حسب ملظنۂ سامی حضرت عمر کی ذات سے یہ فعل یا دیگر امورِ مکروہہ صادر نہوئے تھے اور ہم گروہِ شیعہ خواہ مخواہ اُنکو بلاثبوت ملزم ٹھہراتے ہیں تو بالزامِ بیجا ویسے ہی عذاب و شدائد کے مستحق ہیں کہ جیسے بعد ثبوتِ ارادہ وارتکابِ آتش زنیِ حضرتِ عمر ہونگے۔ دیکھیے میں نے ایک انصافی بات لکھکر میزانِ عدالت کے دونوں پلّوں کو کیسا برابر کر دیا تھا۔ خدا کرے کہ آپ کی آنکھ میں رگِ انصاف سے چمکدار مادّہ پہنچکر آئینۂ حق نما پر نظرِ ثانی کرنے میں مدد دے۔ اگر اِس وقتِ پُرعدل وداد میں کسی حاکمِ دولتِ انگلشیہ کے روبرو کوئی ایسا اشد وشداد وشدید النفس شخص چالان ہو کر پیش ہو کہ جس نے کسی کو گھر پھونک دینے کی دھمکی دی ہو یا آنکہ بنظرِ تخویف و ترہیب اُسکے دروازے پر لکڑیاں جمع کرکے سامانِ آتش زنی بہم پہنچایا ہو تو بعدِ ثبوت فوراً وہ مقدمہ سپرد سیشن ہو کر مجرم جنتِ ہندوستان میں جو کہ عبارت ہے جزیرۂ انڈمان سے بھیجدیا جائے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ گواہانِ صفائی بھی بہ جرمِ شہادتِ کاذبہ واعانتِ بیجا ماخوذ ہو کر مصرع پا بہ دستِ دگرے دست بہ دستِ دگرے" روانۂ رنگون کیے جائیں۔ اور اگر مدعی کا کذب وافترا ثابت ہوجاتے تو اُسی پاداش ومکافات کا مستحق ہوگا جسکا ذکر بحق مجرم کیا گیا۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اگر حسبِ بیانِ (۱۶) علمائے سنیہ حضرتِ عمر سے یہ امرِ ناشدنی واقع ہوا ہے تو بے شبہ وہ سیدھے آنکھ بند کیے ہوئے مع اپنے طرفداران کے کسی مقام کی سیر کرنے پر مجبور کیے جاینگے۔ اور اگر ہم گروہِ شیعہ خواہ مخواہ بلا موجود ہونے کتب اہلسنت کے اپنی جانب سے عمر پر افترا وبہتان کرتے ہیں تو ضرور سزائے بدعملی پائینگے۔ چونکہ اِسوقت نہ حضرت عمر ہیں اور نہ جناب فاطمہ علیہا السلام

مگر دونوں کے پیروکار دو جانب دار آپس میں لڑے مرتے ہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تنازعاتِ باہمی شیعہ و سنی کے نتیجہ بالآخر کی ایک عکسی تصویر تحریری فوٹوگراف سے کھینچکر دکھادوں۔ تاکہ ہر عاقل و جاہل پر اُسکے معائنہ سے واضح ہو جائے کہ اس سنی و شیعہ کے جھگڑے کا انجام کار کیا نتیجہ ہوگا۔ مسلمانوں کو خوب یقین کرلینا چاہیے کہ آگ لگانیکا مقدمہ اور دیگر معاملاتِ نزاعی عادلِ حقیقی کے روبرو ضرور پیش ہونگے۔ عام ازیں کہ بقصد آتش زنی دروازۂ سیدہ پر حضرتِ عمر آئے ہوں یا نہ آئے ہوں۔ اگر درواقع عمر سے یہ فعل سرزد ہوا ہے تو جنابِ فاطمہؑ اُس پر دعویدار ہونگی۔ اور اگر ہم گروہِ شیعہ خواہ مخواہ غلط طور پر الزام لگاتے ہیں تو عمرؓ و بکر ہم پر دعوٰے ازالۂ حیثیتِ عرفی کرینگے۔ پہلے جنابِ فاطمہؑ کا بیانِ دعوٰے دکھاتا ہوں۔ بعد ازآں خلفاء کا عرضی دعوٰے ناظرین کے سامنے پیش کرونگا۔ واضح ہو کہ معاملاتِ قیامت کو فرضی طور پر حسبِ رفتار و رواجِ زمانہ دکھایا گیا ہے۔ تاکہ حسبِ مذاقِ موجودہ اہلِ نظر کے ذہن نشین ہو جائے۔

مضمونِ عرضیٔ دعوٰے جنابِ سیدہ علیہا السلام

فاطمہؑ بنت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم — بنام — ابوبکر و عمر و عثمان و امثالہم سکنائے

ساکنۂ مدینۂ طیبہ — مدعیہ — مدینۂ طیبہ — مدعا علیہم

دعوٰے تخویف مجرمانہ و استحصالِ بالجبر زیر دفعہ متعلق ظالمین مندرجۂ قرآنِ مبین

آلِ نبیؐ دریدہ گریباں کشادہ مو ٭ فریاد بر درِ حرمِ کبریا کنند

کہ اے عادل و منتقم ہمارے ناسورِ جگر پر مرہم انصاف کا پھایا چڑھایا جائے۔ عمرؓ و بکر وغیرہ نے میرے باپ سے ہر نوع کی آسائش پاکر اُس کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا۔ بلکہ بخلافِ مروت و ایمانداری اُن کو لڑائیوں میں تنہا چھوڑ چھوڑ کر فرار کو قرار پر ترجیح دی۔ تقسیم اموال و غنائم میں اُن کو غیر عادل کہکر دل دُکھایا۔ بروزِ صلحِ حدیبیہ صاف و صریح

لفظوں سے نبوت میں شک کیا۔ عام طور پر کہدیا کہ اگر ہم کو ستر آدمی ہمدم و جاں نثار بہم پہنچ جاتے تو معاہدہ نبیؐ کو جو کہ کفار سے کیا گیا ہے توڑ ڈالتے۔ لیلۃ العقبہ میں آنکی مضرت پر کوشش کی۔ بابا کے صاحب فراش ہوتے ہی آنکھیں بدل گئے۔ تعمیل احکام میں ٹالم ٹولا کرنے لگے۔ باوصف حکم شدید لشکر اسامہ سے پاکشی بلکہ سرتابی کی۔ دوات و قلم کے قصے میں فدویہ کے باباجان کو بیہودہ گو کہا۔ شدت مرض میں اُنکے سامنے فضول طور پر غوغا مچا کر دماغ مبارک پر صدمہ پہنچایا۔ بعد وفات ایسی بے پروائی کی کہ اُنکی نعش مبارک کو بے غسل و کفن چھوڑ کر میرے خاندان سے اسلامی حکومت کے نکالنے میں فکر و غور کے لیے سقیفہ میں کہ جہاں مشورہ ہائے باطل کے لیے جہال عرب جمع ہوا کرتے تھے چلے گئے تین روز تک ایسے سرگرم مشورت رہے کہ بابا کے جنازے کی طرف پھر کر بھی نگاہ نہ کی۔ بالآخر میرے گھرانے سے اسلامی حکومت کو بہ ایں مضبوطی نکالا کہ بعد اُسکے فدویہ کی ذریت کو تیرے دیے ہوئے منصب پر تصرف نصیب نہ ہوا۔ حکومت و خلافت کے ساتھ ایسی شقیں لگائیں کہ میرا خاندان مسلمانوں کی نظر میں بجائے ذلیل و خوار ہوا کہ مرد واجب القتل اور عورتیں قابل بندی تجویز کی گئیں۔ اجماع و استخلاف و تسلط کی شرط نے ہر جاہل و سفیہ و فاسق و فاجر کو خلیفہ بننے کا حوصلہ دلایا۔ جیسے چار لٹھیتوں اور قوم و قبیلہ والوں نے اپنا فائدہ مدنظر رکھکر اتفاق کر لیا۔ بس وہی خلیفۂ رسولؐ و حاکم امت مان لیا گیا۔ خدایا اس شرط نے معاویہ و یزید و مروان کو بستر خلافت پر ایسا دراز پاؤں کر کے سلایا جس سے میرا گھر ایسا اُجڑا کہ پھر آباد نہ ہوا۔ خدایا ابوبکر و عمر نے فدک کو جس کی ایک لاکھ چوبیس ہزار روپے بر وے مشخصہ سالانہ آمدنی تھی مجھ سے بجبر و تعدی چھین لیا۔ مقدمۂ ہبۂ فدک میں علیؑ و حسنینؑ و ام ایمنؓ وغیرہ کی گواہی کو رد کر دیا۔ بے بنیاد حدیث بنا کر آیۂ وراثت سے مجھ کو مستفید نہ ہونے دیا۔ تیرے بندۂ خاص علی مرتضےٰ نے ہر چند کہ بعض آیات قرآن سے آیۂ وراثت کا بحق اولاد انبیاء مؤثر ہونا بیان کر کے ورثائے انبیائے سابقین کا متروکات مورثان سے بہرہ یاب ہونا ثابت کیا۔ مگر کسی نے نہ سنا۔ ابوبکر نے شکنجہ دلائل میں پھنسکر غایت حجاب و ندامت سے واگزاشت فدک پر ایک وثیقہ لکھدیا تھا جس کو عمر نے نہایت بے دردی سے سر دربار چاک کر ڈالا۔ مجھ کو ایسی نازک حالت میں کہ فرش عزا پر بیٹھی

ہوئی اپنے باپ کو پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ آگ اور لکڑیوں کا انبار دکھا کر خوف دلایا کہ تیرا گھر پھونک دینگے۔ میرے اُس گھر میں (جسکے اندر تیرے حکم سے متواتر حسنینؑ کی گہوارہ جنبانی کو فرشتے نازل ہوئے۔ میکائیلؑ و اسرافیلؑ چکی پیسنے آئے۔ حوران جنت بتقریب ولادت حسنینؑ دایہ گری کے لیے آئیں) مفسدان و اشرار امت کا مجمع ہونا قرار دیا۔ ضرب مشت ولکد سے محسنؑ معصوم کو مار ڈالا۔ مدعا علیہما نمبر(۱) و نمبر(۲) نے نہ میرے باپ کا پاس ادب کیا۔ اور نہ یہ خیال کیا کہ مجھ غریب و صدمہ رسیدہ کے والد ماجد نے آئین اسلام سکھا کر ذلت کفر سے اُنکو بچایا تھا۔ دنیا میں کوئی عزیز مردہ رونے سے منع نہیں کیا گیا۔ اِس بیکس کے دردناک بین اور جہاں سوز آہوں سے کراہت ظاہر کرکے علیؑ سے شکایتاً کہا کہ ہم گریۂ فاطمہؑ سے بیچین ہوتے ہیں۔ انکو روز وفات سرور کائنات سے سوائے رونے پیٹنے کے دنیا کا اور کوئی کام ہی نہ رہا۔ اگر چندے اُنکی گریہ و زاری کا یہی تار رہا تو ہمکو مدینہ سے کوچ کرنا پڑیگا۔ فاطمہؑ اگر دن کو روئیں تو شب کو آرام کیا کریں اور رات کو رونا پسند کریں تو دن کو ساکت رہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ بابا کی اصحاب و جانشین میرے رونے سے دلتنگ ہو کر بر سر شکایت ہیں۔ ناچار بیرون حصار ایک مقام مسمیٰ بہ **بیت الحزان** تجویز کرکے مصروف آہ و بکا ہوئی۔ فدیہ نے ہر مہاجر و انصار سے امداد طلب کی اور بہ جمیع الوجوہ اپنے حقوق کا اظہار کرکے حجت تمام کی۔ مگر سوائے معدودے چند کے جن کو بوجہ حسن عقیدت و کمال ایمان مجھ سے اختصاص تھا اور کسی نے اجابت نہ کی۔ بلکہ بعض نے اُلٹا ہم پر یہ الزام لگایا کہ علیؑ نے فرش ماتم پر بیٹھکر اپنے حقوق کو تلف کر ڈالا۔ اور وہ بھی بفور انتقال سرور عالم در باب حصول خلافت مثل دیگر عاقبت اندیشوں اور بیدار مغزوں کے تک و دو کرتے تو کبھی محروم نہ رہتے۔ خدایا علیؑ سے یہ کب ہو سکتا تھا کہ سردار دو جہاں کے بدن مقدس کو سپرد زمین نہ کرتے اور خلافت کے پیچھے مثل دیگر مدعیان پنجے جھاڑ کر پڑ جاتے۔ علیؑ سمجھتے تھے کہ نہ میری مانند کوئی کتاب خدا کا جاننے والا ہے اور نہ کسی کو سوائے میرے بشیر و نذیر نے غدیر میں بمفاد مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ سب مسلمان بعد فراغ دفن و کفن میرے ساتھ حسب قانون

شریعت واتباعِ رسم زمانہ تاقل تین روز تک تو ضرور ہی صف نشین ماتم داری ہو کر
سرگرم دلداری رہینگے۔ مگر بالکل اُسکے خلاف دیکھا گیا۔ شرکت ماتم تو کجا کسی نے فاتحہ
کے لیے ہاتھ بھی نہ اُٹھایا۔ سقیفہ سے تین روز میں نکل کر ہمارے ساتھ دمبدم خونخوار حرکتوں
سے پیش آنے لگے۔ جس طرح عامۃ النّاس پر دربابِ بیعت طلبی دار وگیر ہوئی اُس سے
سخت تر زیادتی ہمارے ساتھ کی گئی۔ کسی مُنکرِ بیعت کے گھر پر سوائے میرے دار الحزن
کے آگ اور لکڑیاں لیکر نہ گئے۔ کچھ دنیاوی شرم واحتمالِ فتنہ مانع ہو رہا تھا ورنہ مدعا علیہم
کو ہمارے قتل کرانیکی تدابیر پیشِ نظر تھیں۔ چنانچہ مدعا علیہ نمبر(۱) نے خالد سے علیؑ کو
عینِ نماز میں قتل کرانا چاہا۔ مگر کچھ سوچ سمجھ کر خوفِ فساد سے قبل از نماز مضطر ہو کر خالد
کو منع کر دیا۔ بابا ہمکو اور قرآن کو یکجا کر کے کل مسلمانوں پر حاکم کر گئے تھے۔ حضرتؐ کے آنکھ
بند کرتے ہی وہ حکمِ محکم توڑ ڈالا۔ قرآن کو چیر پھاڑ کر جلا دیا۔ اور بصیغہ بیعت ہمارے محکوم
بنانیکی بدرستی تدابیر پیدا کرنے لگے۔ خمس کو مجھ سے ایسا روکا کہ اُن کے مقلّدین نے
ہمیشہ کے لیے اُسکو ترکِ عمل سے گویا خارج از قرآن سمجھ لیا۔ بعد اُن کے اکثر مسلمانوں نے
اُن کی ایسی پیروی کی کہ ہر کارروائی کو جو کہ بسبیلِ ظلم وستم میرے ساتھ کی گئی تھی ناشدنی
وغیر وقوعی کہکر پس پشت ڈالدیا۔ اور مطلق اعتنا نہ کیا بلکہ وہ جملہ معاملات جن کا وقوع
میرے مقابلہ میں جابرانہ وظالمانہ طریقہ سے ہوا تھا تاویلاتِ رکیکہ وبیجا سے صاف و
سُتھرے کر کے جھلائے اہلِ اسلام کو دکھلائے گئے۔ یہانتک غضب کیا کہ ایک معدوم و
بے وجود کتاب مجاج السالکین نے میرا رضامند ہونا ظاہر کر کے حق طلب مسلمانوں کو زیادہ غور کرنے
سے روکدیا۔ اگر وہ لوگ میری رضامندی پر مطلع نہوتے تو کبھی بھی ظلم شعاروں کی دوستی کا
دم نہ بھرتے۔ موالیانِ فدویہ نے جب غل مچایا کہ کوئی کتاب معروف بہ مجاج السالکین ہماری
نہیں ہے جس میں فاطمہؑ کا ابوبکر سے رضامند ہونا لکھا ہو۔ تب بہت دنوں کے بعد بچکار
مولوی محمد خلیل نے ہدایات الرّشید میں یہ ظاہر کیا کہ وہ کتاب جس میں مضمون رضامندی
درج ہے مصباح السالکین ہے۔ مجاج السالکین کاتب کی غلطی سے لکھا گیا۔ اُسکا جواب
میری نسل سے سجاد حسین مؤلف رسالہ سجادیہ نے مسکت المخالف کی صفحہ ۲۰ پر ایسا پھڑکتا ہوا

دیا کہ مخالفین کے قلم ٹوٹ گئے۔ تیرے حبیب پاک نے بموجب حدیث صحیح (خُلَفَائِی اِثْنَا عَشَرَ کُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْش) میری اولاد میں گیارہ اماموں کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی فرمائی تھی جسکو تو نے اپنے فضلِ عمیم سے میرے پیارے مہدیؑ پر ختم فرما دیا۔ تابعانِ مدعا علیہم کو یہ بھی ناگوار گزرا۔ اُنہوں نے غایتِ عداوت و شقاوت سے ایسے بارہ ۱۲ شخصوں میں امرِ امامت کو دائر و سائر بتایا جنہوں نے کھلم کھلا میرے گھر پر لوہے کی جھاڑو پھیر دی۔ منجملہ اُن کے چھٹا خلیفہ معاویہ ایسا مجمعِ قبائح تھا کہ اُس کے باپ ابوسفیان نے بابا کے دندانِ مبارک شہید کیے۔ ہندہ اُسکی مادرِ ملعونہ نے جدِّ نامدار امیر حمزہؑ کا کلیجا چبا ڈالا۔ خود بلا استحقاقِ جائز چند بار علیؑ سے لڑا۔ ہزارہا مسلمانانِ ابرار شہید کر ڈالے۔ حسنؑ کو زہرِ دغا پلا کر جگر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ علیؑ کو علانیہ منبروں پر ناسزا کہا اور اپنی رعایا سے کہلوایا۔ دفاتر سے سرکلر جاری ہوئے کہ کسی سررشتہ میں بوترابی ملازم نہ رکھے جائیں۔ بلکہ جس پر اشتباہِ موالاتِ اہلبیت ہو اُسکو باغی قرار دیکر گھر بار لوٹ لیا جائے۔ ہائے ہائے ہمارے گھرانے سے ایسے منحوس وقت میں حکومت نکالی گئی تھی کہ تا قیامت میرے نام لینے والوں کو چین و آرام نہ ملا۔ زبانیں قطع کی گئیں۔ گھر جلوائے گئے۔ زندہ آدمی دیواروں میں چنوائے گئے۔ اُن کے خون سے مٹی تر کرکے صرفِ عمارات کی گئی۔ ہر بلد و قریہ میں عام اشتہارات شائع کیے گئے کہ خاندانِ نبوت کی توہین لوگوں کے ذہن نشین کرائی جائے۔ اُن کے فضائل و مناقب زبان تک نہ آئیں۔ ایک بیچارے نسائیؒ کو جسکی کتاب بہ اسمِ صحیح نسائی معروف ہے کچھ جیا آئی۔ تیرے عبدِ خاص علیؑ کے مناقب میں کتاب لکھکر مسجدِ دمشق میں سُنائی۔ وہاں سوائے خوارج کے مسلمان کون تھا۔ غریب کو ادھموا بنا دیا۔ محبانِ عاجزہ نے جب کسی طرح صورتِ مفر نہ دیکھی تقیہ کو جس کا حالتِ خوف و اضطرار میں تو نے اپنی رحمتِ واسعہ سے حکم دیا تھا آڑ اور پردہ بنا کر دن پورے کیے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کثرتِ مخالفین و امتدادِ تقیہ سے میرے پرانے ہوا خواہوں کی نسلیں بلکہ خاص میری اولاد سے گھرانے کے گھرانے معاویہ شاہی ہو کر ہم آواز مخالفین ہو گئے۔ ہائے ہائے بعض سیّدوں نے جن میں اثرِ سیادت مطلق نہ رہا تھا وہ وہ ظلم مجھ پر کیے کہ بیان سے باہر ہیں۔ نیز یہ و مروان

وغیرہم کے ایسے ہوا خواہ بنے کہ مدعا علیہم کے پیروکاران کی تحریرات کو صحیح باور کر کے دعوے فدک میں مجھ کو اہل نفسانیت سے سمجھا۔ جاہل احکام شریعت اعتقاد کر لیا۔ معصومیت سے قطعی مستعفی ہو گئے۔ میرے گھر کا جلانا اور اُسوقت آفت میں مدعا علیہم کا خوف دلانا جائز تسلیم کر لیا۔ غرضکہ مخالفین قدیم سے یہ اپنے ایسے برسر عداوت ہوئے کہ دو چار نمبر زیادہ بڑھ گئے۔ معاویہ و یزید و مروان میرا گھر برباد کریں اور سُنّی سیّد اُنکو چھٹا اور ساتواں خلیفہ از جملہ اثنا عشر سمجھیں۔ میرے پیارے حسینؑ و دیگر شہیدان کربلا کا ہر سال گھر گھر ماتم بپا ہو۔ عورت و مرد و بچے رو رو کر اپنی جانیں کھوئیں اور سُنّی سیّد پھر کر بھی نہ دیکھیں کہ طوفان بُکا کس عنوان سے جوش کھا رہا ہے۔ بلکہ رونے رُلانیوالوں کو دیکھ دیکھکر قہقہہ اُڑائیں۔ مجلس عزا کو بدعت بتائیں۔ روز عاشورا زینبؑ و اُمّ کلثوم کے سر سے چادر اُتاری جائے اور سُنّی سیدانیاں باوصف ادعائے سیادت اُس روز بہ نسبت دیگر ایام کے مثل عورات بنی امیہ بالوں میں شانہ کریں مسّی کی اُوداہٹ پر پان کی سُرخی کا ابرا چڑھائیں۔ لال اودا پہنکر رنگا رنگ لباس سے تزئین بدن کریں۔ افسوس ہے کہ سُنّی سیّدوں نے نام کی بھی لاج نہ کی۔ تمام اقوام دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس نے اپنے باپ دادا سے اختلاف کیا ہو۔ اِسکی نظیر میں سوائے سُنّی سیّدوں کے دنیا کی اور کوئی قوم پیش نہیں کی جا سکتی۔ مقلدان مدعا علیہم علیؑ کو نا قابل خلافت بلکہ اُنکے زمانۂ حکومت کو باعث انسلاب خیر و برکت و ضعف اسلام کتابوں میں لکھیں۔ اور معاویہ شاہی سیّد اُس پر ایمان لائیں۔ علیؑ کی بیان کی ہوئی کوئی حدیث عند السنیہ مسلّم نہ ہو اور نہ کوئی مسئلہ اصول اُن سے ماخوذ کیا جائے۔ میری اولاد سے جسقدر ائمہ گزرے ہیں سب جھوٹے اور خبطی اور نا قابل اخذ روایت سمجھے جائیں۔ یہ سب باتیں سیّد سنیوں کو تسلیم ہوں۔ اور پھر قبا کھولکر ہر ایک مجلس میں دعوے کریں کہ ہم سیّد ہیں۔ مجھ کو ان خواہ مخواہ سیّدوں کی بڑی شکایت ہے۔ کاش وہ بلا دعوے سیادت مثل دیگر متبعان مدعا علیہم مجھ غریب سے عداوت رکھتے تو خوب ہوتا۔ سُنّی سیّدوں نے مسلمانوں کی چھوٹی قوموں میں بڑا اثر پیدا کیا۔ دُھنے۔ جولاہے اِن بناوٹی سیّدوں کی رفتار و گفتار سے اِس دھوکے میں پڑ گئے کہ جب

اولاد ہی اپنے باپ داداکو بُرا جانتی ہے کہ اُن کے ایامِ غم میں ہر نوع کے ابواب فرحت و سرور کشادہ کرلیتی ہے۔ تو ضرور اُن کے ساتھ جس قدر خلفائے بنی اُمیہ و عباسیہ نے کارروائیاں کیں جائز و صحیح ہونگی۔ جبکہ میرے موالیان و شیعیان در پئے اثباتِ حقوقِ فدویہ و جبر و ظلمِ مدعا علیہم ہوئے کبھی ایک بات کا بھی جواب نہ دیا۔ لیکن بہ امداد و تقویتِ جولاہگان و حجام و نداف و بوریا باف و تیلی و تنبولی و کنجڑے و قصائی وغیرہم لڑنے مرنے پر آمادہ ہوگئے۔ شیعوں نے ایک ایک بات کے سَو سَو جواب دیے۔ اونکے ادنٰے رسالوں کی جواب میں بڑی بڑی کتابیں لکھ ڈالیں۔ اشتہارات جاری کیے۔ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کی طمع دلائی۔ مگر ایک کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ جواب دیتا۔ لطف یہ ہے کہ اپنے مذہب کے جاہلوں کو جن کی جہالت کوہ و دشت کی وسعت سے بڑھی ہوئی تھی برابر سمجھاتے رہے کہ شیعہ ہماری تحریروں کے مقابلہ میں قلم نہیں اُٹھا سکے۔ مولوی خلیل احمد نے بذریعۂ ہدایات الرشید اپنا غالب اور شیعوں کا مغلوب ہونا ظاہر کیا۔ سجاد حسین نے تصویرِ غالب و مغلوب میں اُسکے تمام دعوے کو باطل کرکے بہ ثبوتِ غلبۂ شیعہ ایسا پُر زور رجز لکھا کہ خود مؤلف ہدایات الرشید مسکن گزینِ شہرِ خموشاں ہوگئے۔ اشتہارِ آئینۂ حق نما میں مدعا علیہم کے وہ تمام ظلم و جور دکھائے گئے تھے جو اُنکے ہاتھ سے مجھ بیکس پر وقوع پذیر ہوئے تھے۔ تابعین مخاصم مذکورین ایک الزام کو بھی نہ اُٹھا سکے۔ سوائے دور از کار توجیہات بیان کرنے اور باتیں بنانے کے اور کچھ نہ ہوسکا۔ الٰہی! ابوبکر و عمر کے مریدوں نے میری توہین و تنقیصِ مرتبہ میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔ بابا کی نسبت لکھدیا کہ بعض اوقات غلبۂ محبتِ مرتضوی سے ایسے خود فراموش ہوجاتے تھے کہ پائے اعتدال لغزش کرکے حدودِ معین سے باہر نکل جاتا تھا۔ علیؑ کی بیجا محبت اُنکو مرکزِ عدالت سے ہٹا دیتی تھی۔ یہ بھی لکھدیا کہ آنحضرت کی رائے چودہ موقع پر رد ہوئی۔ نبیؐ کو لکھدیا کہ شراب پی۔ علیؑ کو لکھدیا کہ شراب پیکر نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے۔ اے وا ویلا و دادگر آج میں مستغیث ہوں۔ حسب دل دادرسی فرمائی جائے۔

دادرسی کی تفصیل

(الف) میرا صبر و سکوت اور ظالموں کا جبر و قہر میزانِ عدالت میں تول دیا جائے۔

(ب) مدعا علیہم اور اُن کے پیروکاران کے ساتھ قانونی سلوک کیا جائے۔

(ج) ابتدائے ضبطیِ فدک سے تاختمِ دنیا ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ سالانہ محاصلِ فدک کا محاسبانِ قضا و قدر سے حساب کرا کے بہ نیلام اعمالِ حسنہ مدعا علیہم و پیروکاران (اگر کچھ ہوں تو) زرِ نقد دلایا جائے۔

عرضی فدویہ فاطمہؑ بنتِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

حکم ہوا کہ

عزرائیل مدعا علیہم کو جلسۂ محشر سے ڈھونڈھ بھال کر فوراً حاضر کرے۔

عزرائیل۔ حضور ملزمان حاضر ہیں۔
خدا تعالےٰ۔ انکو عرضی دعوےٰ دکھاؤ۔
عزرائیل۔ لو صاحب اپنے کرتوت ملاحظہ فرمالو۔
خلفاء۔ (بہت غور کے بعد) حضور دیکھ چکے۔
خدا تعالےٰ۔ تم مسلمان کیوں ہوئے تھے؟
خلفاء۔ کھانے کمانے کے واسطے۔ سرکار سے تو کوئی چوری نہیں۔ یہاں بدون سچ کہے

بچتے نہیں۔ ہم لوگ پہلے مفلس محض تھے۔ گزی گاڑھا بجکر اپنی اوقات بسر کرتے تھے عام مجمعوں میں بے قدر اتنے تھے کہ ابن ربیعہ جیسا کمزور بطرز خاص ہمارے ساتھ پیش آتا تھا۔ جب حضرت نے اشتہار نبوت دیا ہم نے سوچا کہ یہاں بھی غلام وہاں بھی غلام۔ چونکہ انہوں نے نیا کارخانہ پھیلایا ہے اور دمبدم کچھ ترقی پر معلوم ہوتا ہے عجب نہیں کہ کام چل نکلے۔ کاہنوں سے ملے۔ اُنہوں نے سوچ بچار کرکے بتلایا کہ تمہارے دن سوت پر نظر آتے ہیں۔ امارت کی ریکھا کھلی ہوئی اور فقر و فاقے کی لکیر بند معلوم ہوتی ہے مسلمان ہوئے پر داتا چاہے تو بڑا لابھ ہوگا۔ برہسپت اور چندرماں اور سورج دسویں استھان میں ہیں۔ کاہنوں کے کہنے سے ہم بامید منفعت آئندہ مسلمان ہوگئے تھے۔ ورنہ ہمکو اسلام سے کیا علاقہ تھا۔

خدا تعالےٰ۔ تمنے زیرِ درخت محمدؐ سے کس بات پر تجدید بعیت کی تھی ؟

خلفاء۔ مارنے مرنے پر۔

خدا تعالےٰ۔ تمنے کتنے کفار کو مارا اور کسکا ہتھیار کھایا ؟

خلفاء۔ کافروں کے مارنیکی تو یہ کیفیت ہے۔ ٹوٹیں ہاتھ جو کبھی کسی کے سوئی بھی چبھوئی ہو۔ خود زخم کھانیکی یہ حالت ہے کہ ہم کسی سے سرکھرہی نہیں ہوئے۔ دشمن کی زد سے ہمیشہ ایک تیر کے فاصلہ پر رہتے تھے۔ ہم تو اسی اُدھیڑبُن میں لگے رہتے تھے کہ کہیں جلد اسلام کو غلبہ ہو تو لوٹ کھسوٹ کرکے چلتے پھرتے نظر آئیں۔

خدا تعالےٰ۔ اُحد سے کیوں بھاگے تھے ؟

خلفاء۔ پہلے ہی عرض کرچکے ہیں کہ ہم اپنا پیٹ بھرنے۔ حکومت کرنیکے لیے مسلمان ہوئے تھے۔ نہ کہ جان دینے کے واسطے۔ جب ہمنے دیکھا کہ مسلمانوں کے پیر اُکھڑ گئے۔ یہ سمجھ کر کہ جی ہے تو جہان۔ یہاں بگڑی کہیں اور بنا لینگے۔ ہم بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور اُحد ہی پر کیا موقوف ہے بدر سے حنین سے۔ خیبر سے بلکہ ہر لڑائی سے ہم تو بھاگتے ہی رہے۔ میدان جنگ میں پہنچنے سے پہلے ہمکو بھاگنے کی فکر ہوتی تھی۔ اگر ہم ایسے تیز و چالاک نہ ہوتے تو ایک ہی ریلے میں پامال سم اسپاں ہوجاتے۔ یہ تیرا انعام ہے۔

سلطنت کبھی وقار و استحکام نہیں پاتی۔ جب تک کہ خاندانِ قدیم نیست و نابود نہو جائے۔ ادنے زمیندار پہلے زمیندار کا جب قلع و قمع کر لیتا ہے تب گاؤں میں قدم رکھتا ہے! اور ہم سے تو سلطنتِ عظیم متعلق تھی۔ ہم کب گوارا کر سکتے تھے کہ لوگ نبیؐ کی اولاد کو اپنا پیشوا سمجھیں۔ چنانچہ بالآخر یہ نتیجہ ہوا کہ جو شخص ہمارا جانشین ہوتا رہا وہ باتباعِ ما بندگانِ اہلبیت کے مٹانے میں فکر کرتا رہا۔ تا اینکہ آہستہ آہستہ ایسا برباد کیا کہ نام و نشان تک نہ چھوڑا۔

خدا تعالے۔ علیؑ نے جو قرآن جمع کر کے تمہارے سامنے پیش کیا تھا اُسکو کیوں نامنظور کیا؟

خلفاء۔ اُس قرآن میں منافقین کے نام درج تھے اور نیز وہ بدعملیاں دکھائی گئی تھیں جنکا وقوع اصحاب بانفاق سے ہوا تھا۔ اور علاوہ برآن آلِ محمدؐ کی توصیف درج تھی۔ اگر وہ قرآن متداول ہوتا تو ہم دو کوڑیوں کے رہجاتے۔ اور آلِ محمدؐ جسکے مٹانے میں کوشش بلیغ کی گئی تھی مقبولِ خلائق ہوجاتی۔

خدا تعالے۔ اچھا تم نمبر(۱) و نمبر(۲) نے پندرہ سولہ برس تک سلطنت کی۔ اِس عرصہ میں اُس کو کیوں نہ جمع کیا؟

خلفاء۔ اوّل تو ہمکو اتنا علم نہ تھا۔ بلکہ یہانتک بے بہرہ تھے کہ بسم اللہ و الحمد للہ و سبحان اللہ کے معنی نہ جانتے تھے۔ دوم ہمارا خیال یہی تھا کہ سلطنت جسکو ایمان بازی کر کے حاصل کیا ہے تمام دنیا میں پھیل جائے۔ اور خوب روپیہ پیسہ جمع ہو۔

خدا تعالے۔ نمبر(۲) تمنے حَیَّ عَلٰی خَیۡرِ الۡعَمَلِ کو اذان سے کیوں گرایا؟

خلیفہ عمر۔ آنحضرتؐ نے غدیر میں جو علیؑ کو اپنا جانشین بنایا وہاں بلالؓ نے لوگوں کو جمع کرنیکی غرض سے یہی لفظ جو کہ جزوِ اذان تھا پکار پکار کر بلایا تھا۔ جس سے سمجھا جاتا تھا کہ اِس لفظ کو علیؑ کے ساتھ اختصاص ہے۔ چونکہ یہ فقرہ واقعۂ غدیر کا یاد دلانیوالا اور متابعتِ علیؑ کو عملِ خیر ثابت کرانیوالا تھا۔ لہذا میں نے پولٹیکل خیالات سے ساقط از ارکانِ اذان کر دیا۔

خدا تعالے۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ کو اذان میں کیوں داخل کیا۔ اس سے اقتدا رنا میں بڑا فرق

پڑ گیا۔ نماز افضل العبادات ہے۔ اُسکو محض اتنی وقعت دیناکہ خوابِ نوشین سے ایک نمبر بڑھا دیا جائے۔ یہ کیا معنی رکھتا ہے؟

خلیفہ عمر۔ چونکہ صبح کے وقت مشغولِ راحت وآرام رہنا اکثر طبائع کو محبوب ہوتا تھا از آنجملہ میں خود بھی ایسا ہی تھا۔ ایک روز میرے خدمتگار نے یہ جملہ کہکر مجھکو جگا دیا۔ یادگارِ غلام سمجھ کر فصولِ اذان میں داخل کر دیا۔ صدہا باتیں ہماری ایجاد کی ہوئی اسلام میں جاری ہیں۔ یہ سنّتِ غلام بھی سہی۔

خدائتعالےٰ۔ متعہ کو تمنے حرام کرکے اُسکی حرمت کو اپنی ذات سے کیوں نسبت دی۔ ہمارے حلال کیے ہوئے کو تمنے کس طرح حرام کیا؟

خلیفہ عمر۔ یہ بات سچ ہے کہ قرآن میں آیۂ متعہ موجود ہے۔ اور رسولِ مقبول اور بڑے بھائی صاحب کے زمانۂ خلافت میں مسلمان متعہ کرتے رہے۔ بلکہ فدوی کی خلافت کے اوائل زمانہ میں بھی ایسا ہوتا رہا۔ میں بحکمِ طبیعت درپئے منع ہوا علیؑ وعباسؓ ودیگر صحابہ کو اِسکے جاری رکھنے میں اصرار تھا۔ میں نے ایک روز سرِ منبر کہدیا کہ زمانۂ رسولؐ میں متعہ جاری تھا۔ مگر میں اُسکو حرام کرتا ہوں۔ چونکہ میری سیاست آپ کے احکام سے لوگوں کی طبائع پر غالب تھی لہٰذا خوف سے سب رُک گئے۔ اگر حضور یا رسولؐ کا حوالہ دیتا تو ایک بھی نہ سُنتا۔

واضح ہو کہ شاہ صاحب نے تحفہ میں یہ لکھا ہے کہ عمر نے بوجہ رعبِ سیاست حرمت کو اپنی ذات سے نسبت دی۔ خدا و رسولؐ کی کون سُنتا ہے۔ حاکمِ بااقتدار کی سب مان لیا کرتے ہیں۔

خدائتعالےٰ۔ (نمبر۳) ذرا سوچ سمجھ کر جواب دو تم نے متعدد قرآن چیر پھاڑ کر کیوں جلا دیے تھے؟

عثمان۔ اُن قرآنوں میں بعض الفاظ غیر منزل وادعیہ وقنوت وتفاسیر درج تھے۔ چیر پھاڑ کر پھونکدیا تھا۔

خدائتعالےٰ۔ ابن مسعودؓ کو کیوں مارا۔ ابوذرؓ کو کس لیے شہر بدر کیا۔ عمار یاسرؓ کو کیوں پٹوایا؟

عثمان۔ ابنِ مسعودؓ سے قرآن مانگا تھا۔ اُسنے نہ دیا۔ اگر وہ قرآن باقی رہجاتا تو فسادِ عظیم ہوتا۔

لہذا چند جوتے اُڑوا دیے۔ ابو ذرؓ مجھ کو متصرف امرِ ناجائز سمجھکر لوگوں کو برانگیختہ کرتے پھرتے تھے۔ میں نے جو مروان و دیگر اہلِ سسرال کو بیت المال کا مالک کر دیا تھا وہ اس سے ناراض تھے نکلوا دیے گئے۔ جبکہ ہمنے بمقابلۂ سلطنت نبیؐ کے گھر کو برباد کر دیا تو ابو ذرؓ کی کیا حقیقت تھی۔ رہے عمارؓ یا سر وہ بدمعاشان مصر کے سفیر بنکر ایک فہرست میرے پاس لائے تھے جس میں حقیر کے عیب دکھلائے گئے تھے مجھکو ناگوار گزرا۔ خوب پٹوایا۔

خدا تعالےٰ۔ تم نے قرآن کو بے ترتیب کیوں کر دیا۔ ہم نے پہلے سورۂ اقرأ نازل کی تھی۔ اُسکو آخر میں کیوں لگا دیا؟

عثمان۔ ہمنے آگے پیچھے کا کچھ خیال نہیں کیا جس طرح سمجھ میں آیا لکھ پڑھکر پھینکدیا۔

فیصلہ

چونکہ ملزمان کو جملہ جرائم متذکرۂ عرضی دعوے سے اقبال ہے لہذا حکم ہوا کہ سب کے سب مع ہواخواہان و پیرو کاران مقام مناسب میں بھیجدیے جائیں۔

المرقوم روزِ قیامت

بصورتِ دیگر یعنی ہم گروہِ شیعہ بر سرِ حق نہیں اور طعنِ احراق و دیگر مطاعن میں بقولِ سامی و جمیع بیخبران و ناواقفانِ کتبِ خود کاذب و مفتری ہیں تو بالیقین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و جنابِ معاویہ و مروان و دیگر صحابۂ ذیشان موئے کنان و فریاد کناں و دست بر سرزناں ہائے وائے کرتے اور دُہائی تہائی دیتے ہوئے دروازۂ عدالت پر دادخواہ ہونگے۔

عرضی دعوےٰ خلفاء

ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و یزید و مروان وغیرہ ساکنانِ مدینہ و شام	بنام جمیع شیعیانِ مرتضوی سکنائے عرب و عجم و ہند و سندھ و بلوچستان و زابلستان
مدعیان	وغیرہم ۔ مدعا علیہم

دعوئے ازالہ حیثیتِ عُرفی

خدایا! اِن بھلے مانس شیعوں نے دنیا میں ہم کو ایسے کلماتِ ناگفتنی و ناشدنی سے یاد کیا ہے کہ جنکا اعادہ اِس مجمعِ عام میں سخت توہین دلانیوالا ہے۔ کیا عرض کریں۔ بُری بھلی باتیں سُنتے سُنتے کانوں کے کیڑے جھڑ گئے۔ ناوکِ سبّ و شتم کھاتے کھاتے سینہ غربال ہو گیا۔ سوزِ درونی سے جل بھُن کر خاکِ سیاہ ہو گئے۔ قبریں بھی چین سے نہیں سوئے۔ پنجگانہ اوقاتِ نماز کے بعد تیرِ مطاعن اِس طرح پڑتے تھے کہ جیسے اولے برسا کرتے ہیں۔ اور آٹھویں محرّم کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ نہم ربیع الاوّل کو ایک مہیب اور بدشکل صورت بنوا کر گلی گلی پھرلاتے تھے۔ کوئی بستی شیعوں کی ایسی نہ تھی جس میں ہمارے ساتھ یہ گستاخی نہوتی ہو۔ سوائے اِن حرکات کے ایسے سڑے سڑے الفاظ بحق ما فدویان استعمال کیے ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے عزّت و آبروئے مثلِ اعضائے پیر ہفتاد سالہ لرز رہی ہے۔ میاں مشیر لکھنوی نے وہ وہ اتہام لگائے کہ بالفاظِ ظاہر بیان کرنے سے مجمع میں حجاب معلوم ہوتا ہے۔ ہر واقعہ کی نسبت صدق و کذب دونوں قسم کے احتمال پیدا ہو سکتے ہیں۔ ضرور ہے کہ باعتبار تحریرِ مشیر بعض لوگوں نے ہمکو اُس خاص عادت کا لتّی اور دھتّی سمجھ لیا ہو گا جسکا غلط طور پر اُنھوں نے ہماری ذات سے چسپاں ہونا بیان کیا ہے۔ آج ہمارا انصاف تیرے ہاتھ ہے فقط صحابہ کا سر کھُجا کھُجا کر سبکنا معائنہ کر کے بارگاہِ جبّار و قہّار سے یقیناً انسپکٹر فوجداری کو حکم ہو گا کہ بامدادِ کنسٹبلانِ شدید و غلیظ ایسے لوگوں کو جنھوں نے اصحابِ نبیؐ کی آبروریزی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا فوراً گرفتار کر کے حاضرِ دربار کرے۔ اُس وقت کا حالِ پُرملال بیان نہیں ہو سکتا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جنابِ معصومۂ سادات و مومنین کی گرفتاری سے بمقتضائے غلام نوازی و دردِ اولاد سخت مضطر و بیچین ہو کر کبھی رسالت مآبؐ کے پاس جائینگی اور گاہے حضرتِ امیرؑ سے سفارش خواہ ہو کر عرض کرینگی کہ یا علیؑ وقتِ مددگاری ہے میری نسل اور دیگر مومنین سے (جنکو میں اپنا محسن اور اولاد سے ہزار درجہ پیارا سمجھتی ہوں) نانا ابوبکر و عمر و ماموں معاویہ نزاعِ لفظی کر کے محض دو تین حرفوں کے کہنے کہلانے پر بہت سختی کر

ساتھ مواخذہ طلب ہیں۔ گو کہ سادات و مومنین نے میرے پدر بزرگوار کے صحابۂ
ذی قدر سے دنیا میں کجی کرکے بنا دانستگی درشت کلامی کی تھی۔ مگر ادنے غور کرنے
سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس سخت بیانی میں بیچارے شیعوں کا کوئی ذاتی فائدہ متصور
نہ تھا۔ دنیا میں اُنکی نظر سے مقلدینِ صحابہ کی تالیفات میں کچھ ایسے اخبارِ موحش
گزرے تھے جسکی وجہ سے اُنہوں نے مخاصمانہ برتاؤ کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا۔
تم بھی تو غور کرو۔ جب اُنکو کتابوں کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہوئی ہوگی کہ یہی اصحاب
جہادوں میں بابا کو تنہا چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ قریبِ وفات مانعِ کتابت ہوکر گستاخ کلموں
سے پیش آئے۔ باوصف حکمِ شدید لشکرِ اُسامہ میں داخل نہوئے۔ نعشِ نبیؐ کو بے کفن چھوڑ کر
دنیائے زشت کے پیچھے پڑ گئے۔ نمازِ جنازہ نہ پڑھی۔ عہدِ غدیر کو توڑ ڈالا۔ میرے گھر پر
آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ آئے۔ آخر تو میری اولادِ ابرار و موالیِ خوش اکردار تھے۔
جوشِ الفت سے نہ رہ سکے۔ جو کچھ مُنہہ میں آیا۔ لام کاف کہہ اُٹھے۔ اِن غریبوں کا اِس
میں کیا قصور۔ اِنہوں نے خلفا پر جس قدر فلاخنِ زبان سے ڈھیلے برسائے۔ یا آنکہ تیرِ
مطاعن سے اُن کے جگر سوراخ دار بنائے وہ سب ہماری حمایت و طرفداری سے واقع
ہوئے۔ مجھ سے کب ہو سکتا ہے کہ ایسے وقتِ پُر آفت و مخافت میں اِنکا ساتھ نہ دوں۔
دنیا میں انکو مخالفین کے ہاتھوں سے مجھ بیکس کی جانب داری میں ہزارہا قسم کی اذیت
و تکلیف اُٹھانی پڑی۔ آج میری حمیت کب مقتضی ہو سکتی ہے کہ بے والی و وارث روزگار
پر چڑھا ہوا دیکھکر اُنکی ذرا کفالت نہ کروں۔ میں تو اِس وقت ہرگز خاموش نہ رہونگی۔
عرشِ خدا کا پایہ ہلا دونگی۔ بابا کے دندانِ شکستہ دکھاؤنگی۔ تمہارا عمامۂ خون آلود پیش
کرونگی حسنؑ کے لختِ جگر دکھاؤنگی۔ شہیدانِ کربلا کا خون شیشوں میں جو بھرا ہوا
ہے اُس کا واسطہ دونگی۔ زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ کی ردا اور سکینہؑ و اصغرؑ کی بالیاں
اور ہنسلیاں نذر کرونگی۔ اور ہاں خوب یاد آیا۔ اِنہی لوگوں کے وہ دُرِ اشک جنکو ہمارے
غم میں بہایا ہے اور جن کی قیمت کا اندازہ آج کوئی نبی بھی نہیں کر سکتا خدا کو دکھاؤنگی۔
غرض کہ جس طرح بنے گا اپنے پیارے محبّوں اور سچّے مخلصوں کو اِس دار و گیر سے بچاؤنگی۔

حضرت امیرؑ یہ کلمات حسرت آیات و مضطربانہ تقریر سنکر فرمائینگے کہ اے بضعۂ رسولؐ اطمینان رکھو۔ گھبراؤ نہیں۔ ہرگاہ شیعیان و موالیان نے ہماری جانب داری اور محبت و غمگساری میں یہ عادت مول لی ہے۔ لہذا ہم جملہ ائمہؑ ہر طرح اُن کے حامی و مددگار رہیں۔ انشاء اللہ میزان و صراط پر دستگیری کرینگے۔ آب کوثر کے چھلکتے ہوئے جام پلائینگے۔ میوہ ہائے جنت سے اُنکو تمتع دلائینگے۔ لوائے حمد کا سایہ کرینگے۔ بہشت میں اپنے ساتھ لیکر جائینگے۔ خاص اِس مقدمۂ فوجداری میں پوری وکالت و کفالت کرکے سوالاتِ جرح بتائینگے۔ ہم نے کبھی اور کسی وقت اُنکی امداد سے ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ فاطمہؑ تم دیکھو دنیا میں بحکمِ خدا اُن کو ایسی عزت دی کہ اپنے مخالفین کے سامنے بروئے حجت ہمیشہ غالب رہے ایک ایک عذرِ مطاعن کے ہزار ہزار جواب دیے۔ میری صحتِ خلافت پر خوارج کے مقابلے میں کتاب الفین لکھ ڈالی۔ حامد حسین ہندی نے قلعۂ تقریر میں سب کو گھیر کر نظر بند کرلیا۔ غرضکہ جسنے جو کام کیا قابلِ انعام کیا۔ اگر ہم اُن کے معاون و مددگار نہوتے تو کب ممکن ہو سکتا تھا کہ سوادِ اعظم کے سامنے وہ گوئے سبقت لیجاتے۔ دیکھو نزع کے وقت میں نے اُنکی کیسی امداد کی۔ منکر و نکیر کے سوالات کا کیسا شافی جواب دلایا۔ عالمِ برزخ میں روحوں نے کیا آرام و چین پایا۔ حضرت امیرؑ معصومہ سے یہ فرماکر ہماری جانب متوجہ ہونگے۔ کہ اے ہمارے دلی ہواخواہو گھبراؤ نہیں ہمت کو ہاتھ سے نہ دو "دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است" اپنی برارت کی وجوہات عادلِ دادگستر کے سامنے پیش کرو۔ صاف صاف سارا کچا پکا حال کہدو۔ جہاں تم لغزش کروگے ہم موقع دیکھکر خود سنبھال لینگے۔ چونکہ تم اِس وقت محض ہماری وجہ سے بلا اغراض ذاتی زیرِ جوابدہی ہو۔ لہذا ہم اور رسولِ اکرم اور نیز تمام ہمارے خاندانی تمہاری کمک کے لیے موجود ہیں۔ ایسے پُرخوف وقت میں کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہوگی۔ سوائے ہمارے نبیؐ کے اور جملہ انبیاء نفسی نفسی پکارتے ہونگے۔ رسولِ اکرم و علیؑ محترم کو اپنا ممد و معاون پاکر ہم اپنا قدمِ ہمت آگے بڑھائینگے۔ اور بہ ہزار عجز و ادب رحیم و کریم کی جناب میں عرض کرینگے کہ یا ارحم الراحمین بابندگانِ خادمان و شیعیانِ خاندانِ رسالت حاضر ہیں۔

خدا تعالیٰ۔ اصحابِ رسولِ مقبول تمہاری شکایت کرتے ہیں کہ تم نے اُنکے ساتھ دنیا میں گستاخانہ برتاؤ کیا۔ اِسکی اصلیت کیا ہے؟

شیعہ۔ یا احکم الحاکمین ہمارا اِس معاملہ میں اتنا بھی قصور نہیں جتنی کہ ماش پر سفیدی ہوتی ہے۔ زیادہ طول دینا خلافِ ادب سمجھ کر بہ سبیلِ اختصار یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

جوابِ دعوٰے شیعیان

جس زمانہ میں کہ حضرت سیدہؑ و خلفاء میں یہ معاملات واقع ہوئے ما بندگان دنیا میں موجود نہ تھے۔ جنابِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات سے ڈیڑھ سو یا دو سو برس بعد عقلائے اسلام اُن تمام واقعات کو قیدِ قلم میں لائے ہیں ہم نے جو کچھ اُنکی تحریروں میں دیکھا اُسپر عمل کیا۔ وہ جملہ مسلمان جن کی وفاتِ رسولؐ سے ڈیڑھ سو برس بعد آنکھ کھلی مدعیان کے بڑے سچے خیر اندیش تھے۔ اُنھوں نے اپنے ممدوحین کی تصویر کو کچھ ایسے ٹیڑھے اور بدنما خطوط سے کھینچکر دکھلایا تھا جس سے نفرت انگیز ادائیں قطار باندھے ہوئے یکے بعد دیگرے نمایاں تھیں۔ ہم نے بہت تیز اور باریک نگاہ سے اُس تصویر کی ہیئت و شکل و شمائل کو دیکھا۔ مگر مصورین نے ایسے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اُسے بنایا تھا کہ کوئی ایسا مقام دلفریب نہ ملا جہاں نگاہ ٹھہرتی ناچار ہو کر پس پشت ڈالدیا۔ بھلا ایسی مکروہ صورت پر کب نظر ٹھہر سکتی ہے۔ جسنے جہاد سے روگردانی کر کے (ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ) یعنی ہو گئے تم پشت دکھانیوالے کا خطاب حاصل کیا ہو۔ یوں تو ما بندگان و مقلدانِ مدعیان میں بہت کچھ جھگڑے تحریری و تقریری رہے۔ مگر اصل تنازعہ خلافت پر تھا۔ ہمارا یہ مقولہ تھا کہ نبیؐ پاک نے عنانِ اُمت پس از وفاتِ خود علیؑ کے ہاتھ میں دیدی تھی۔ اور خم غدیر میں اُنکو علے الاعلان اپنا نائب مقرر کر کے تمام مسلمانوں کو اُنکا مطیع و منقاد بنایا تھا۔ اہلسنت فرماتے تھے کہ آنحضرتؐ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا بلکہ مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا تھا کہ بہ دانست خود جسکو اصلح سمجھیں خلیفہ مقرر کرلیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے ابوبکر کو اپنا سردارِ دین مان لیا۔ ابوبکر نے

عمر کو بروے استخلاف حجۃ حکومت پہنایا۔ عمر نے پنچایت کے سپرد کرکے اس سلسلہ کو عثمان تک پہنچایا۔ بعدہ تسلط پر جوازِ خلافت ہوا۔ جس سے معاویہ و یزید و مروان و عبدالملک و ولید وغیرہم سب کے سب خلیفہ جائز و موعود من اللہ و نائب رسول اللہ مان لیے گئے۔

ما بندگان کہتے تھے کہ ناقص الرائے جماعت کو عقلاً یہ اختیارات نہیں دیے جا سکتے کہ اپنی رائے سے اولی الامر کہ جسکی اطاعت تیرے کلام میں بذیل اطاعتِ رسول مقبول و خود حضور معدود ہوئی ہے تجویز کرلے۔ اگر خلائق کے اختیارات میں ایسی وسعت ہوتی تو نبیؐ بھی اپنی تجویز سے بنا لیتے۔ امام نائب نبی ہوتا ہے۔ سوائے منیب کے نائب بنانیکا اور کسی کو اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ حضرتؐ تجویز نیابت اُمت کے سپرد کر گئے تھے تو اُسکا یہ قرینہ ہوتا کہ بعدِ دفنِ نبیؐ سب مسلمان جمع ہوکر با خود ہا تجویز کرتے کہ نبیؐ تو وفات پاگئے۔ اب کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے کہ جو مثلِ رسولؐ تمام احکامِ خدا کو پھیلائے۔ حدودِ شریعت کو جاری کرے۔ سب سے اعلم و اشجع و افقہ ہوتا کہ کسی مسئلہ میں دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ اپنی رائے سلیم سے بلا امدادِ غیرے حکم دے۔ مثلِ رسولؐ لغزش سے پاک ہو۔ ابوبکر کی خلافت کے حالات پر نظر کرنے سے پایا جاتا ہے کہ اس عنوان سے اجماع نہیں ہوا۔ بلکہ یہ لوگ وفاتِ نبیؐ سے انکار کرکے سقیفۂ بنی ساعدہ میں چلے گئے۔ اور محض ابوعبیدہ جراح اور عمر کی رائے سے ابوبکر خلیفہ بنگئے۔ سردارِ انصار جس کو خلافتِ ابوبکر سے انکار تھا پٹ پٹا کر سقیفہ سے باہر نکالدیا گیا۔ اہلبیتِ رسولؐ شریکِ مشورہ نہ ہوئے۔ پس اصلِ خلافت و استخلاف اور اُس کی جملہ تفریعات باطل ہوگئیں۔ ہاں اگر ابوبکر میں کوئی فضیلت ہوتی یا کسی قسم کا مادّہ ہوتا تو ہم اس دُمِ بُریدہ و پہلو شکستہ اجماع کو بھی گو کہ خلافِ عقل تھا مان لیتے۔ مگر عزلِ ابوبکر از تبلیغِ سورۂ برأت کشتیِ خیال کو کنارے نہیں لگنے دیتا۔ سب سے زیادہ اہم اور دقیق مسئلۂ اختلافی یہی تھا جس پر ہزارہا معاملات متفرع ہوگئے۔ سُنی عام طور پر کہتے تھے کہ صحابہ و خاندانِ رسولؐ میں اتحاد تھا۔ ہم نے شاہ ولی اللہ کی تحریر میں دیکھا تھا کہ (صحابہ سینہ صاف نبودند بلکہ مشاجرت و مخاصمتِ شاں از نقلِ مستفیض ثابت است) تیری ذات پاک کی

تسلیم کیا کہ کہتے ہیں کہ سُنّیوں کی نہایت معتبر کتاب میں جس کا نام بخاری شریف ہے اور جسکو وہ بعد تیری کتاب کے صحیح ترین کتب اعتقاد کیے ہوئے تھے۔ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ فاطمہؑ ابوبکر سے ایسی غصہ ہوئیں کہ تادم مرگ کلام نہ کیا۔ صحیح مسلم میں اس سے بھی بالاتر دیکھا کہ فاطمہؑ نے ہنگام وفات وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازے پر نہ آئے۔ چند کتابوں میں یہ بھی نظر سے گزرا کہ خلیفۂ دوم نے فاطمہؑ کے اُس گھر میں جہاں تیرے حکم سے جبرئیل علیہ السلام حسنینؑ کا جھولا جھلانے اور میکائیل علیہ السلام فاطمہؑ کی چکّی پیسنے آتے تھے۔ بدمعاشان و مفسدانِ امت کی اجتماع کی خبر سُنکر آگ اور لکڑیوں سمیت دھاوا کیا اور سیدہؑ کو جبکہ وہ فرشِ خاک پر بیٹھی ہوئی اپنے باپ اور تیرے حبیبؐ کو رو رہی تھیں دھمکایا اور ڈرایا کہ تمہارا گھر پھونک دینگے۔ ہمنے جب اُن مفسدوں کی فہرست دیکھی۔ اکثر تو بنی ہاشم خاندانِ رسُولؐ سے تھے اور بعض ایسے تھے جن کو حسبِ روایاتِ تابعین مدعیان تیرے سچے نبیؐ نے عشرۂ مبشرہ میں داخل کرکے مبشر بہ صوابِ دار القرار کیا تھا (یعنی طلحہ و زبیر) بعض کتابوں میں یہ بھی دیکھا کہ انہی حضرتِ عمر نے جو کہ اس وقت اونچی گردن کرکے اکڑ اکڑ کر برسر مخاصمہ ہیں فاطمہؑ کے شکم پر لات ماری جس سے معصوم بچہ ہلاک ہوگیا۔ صحیح مسلم میں ایک موقع پر یہ بھی نظر سے گزر گیا کہ حضرتِ علیؑ بقولِ جناب عمر حضرتِ ابوبکر و عمر کو کاذب و غادر و خائن و آثم سمجھتے تھے۔ اُسی کتاب میں یہ بھی نظر پڑ گیا کہ آنحضرتؐ نے حذیفہؓ بن الیمان سے فرمایا کہ بعد میرے ایسے ائمہ ہونگے جن کے دل شیطان کے اور صورت انسان کی ہوگی۔ وہ میری شریعت کو بدلدینگے۔ فدویان نے جب تاریخیں ملا کر دیکھا کہ حذیفہؓ سے آنحضرتؐ نے کن لوگوں کی پیشین گوئی فرمائی تھی تو معلوم ہوا کہ وہ زمانہ ٹھیک مدعی صاحبان کا تھا۔ ہم کتب میں یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ خود حضرتِ عمر نے اپنے باب میں غایت عدالت سے روبروئے حذیفہؓ بایں کلمات شہادت ادا کی کہ "بِاللّٰهِ یَا حُذَیْفَةَ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ" یعنی خدا کی قسم اے حذیفہؓ میں منافقوں میں سے ہوں"۔ ابوبکر کا یہ قول معائنہ کیا کہ مجھپر شیطان سوار رہتا ہے۔ خود حضرتِ عمر نے جناب ابوبکر کی نسبت فرمادیا کہ اُن کی حکومت و خلافت بلا غور و فکر و مشورۂ اہلِ حلّ و عقد وقوع پذیر ہوگئی تھی۔ خدا نے اُس کی شرارت کے جہاں سوز شراروں سے مسلمانوں کو بچایا۔ اگر آئندہ کسی شخص نے مثلِ ابوبکر

ادعائے خلافت کیا تو قتل کیا جائیگا۔ امام ابو حنیفہ نے ایمانِ حضرت ابوبکر کو مثلِ شیطان بتایا۔ اور قولِ عمر کو اقوالِ شیطان سے تعبیر کیا۔ صلحِ حدیبیہ سے ناراض ہوکر جناب عمر نے آنحضرت کو نبی برحق نہ جانا۔ بلکہ یہانتک پُرغضب ہوئے کہ اُس معاہدہ کے جوکہ کفار سے کیا گیا تھا توڑنیکا ارادہ کرلیا تھا۔ سنتر آدمی بہم پہنچے۔ تڑپ تڑپاکر رہگئے۔ اِس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے امام عینی پر ایسی حیا طاری ہوئی کہ یحتمل کان مؤلفۃ القلوب الی الآن لکھکر بزمرۂ مؤلفۃ القلوب اُنکا شمار کیا جوکہ لوٹ کھسوٹ کے لیے ہمراہِ لشکرِ اسلام ہوا کرتے تھے۔ تاریخ الخلفاء میں یہ مضمون نگاہ پرچڑھ گیا کہ جناب شیخین کا ہنوں سے حضرت کی نبوت کا اقتدار سُنکر بہ طمعِ ملک و دولت اسلام لائے تھے۔ علامہ ذہبی نے لکھدیا کہ دوستدارانِ عثمان خرِ دجال کی دُم پر ہاتھ رکھے ہوئے ساتھ ساتھ ہونگے۔ ہم نے کتابوں میں یہ بھی دیکھا تھا کہ عثمان نے صحابہ کو غلاموں سے پٹوایا تھا وہ قرآن چھین کر پھونکدیے تھے۔ عمر نے تیرے حلال کیے ہوئے متعہ کو حرام کرکے مسلمانوں کو زناکار بنادیا۔ جس سے ہزارہا شریف رنڈی باز ہوکر جائداد نیلام کراکے مفلس محض بنگئے۔ کہاں تک وہ باتیں عرض کی جائیں جن کو موالیانِ مدعیان نے اُن کی نسبت اپنی تالیفات میں بیان کرکے ہمکو جوش دلایا تھا۔ یہ چند معاملات برسبیلِ اختصار عرض کیے گئے۔ باقی تفصیل و تصریح رسالۂ دُرِ بے بہا مؤلفہ سجاد حسین میں موجود ہے۔ فرشتوں سے پڑھوا کر سُن لیا جائے۔ چونکہ تیرا عادل ہونا ہمارے اصولِ ایمان میں داخل ہے۔ اب تو ہی انصاف فرما کہ جب ایسی باتیں سُنیوں کی معتبر کتابوں میں ہماری نظر سے گزریں تو سوائے عداوت کے اور کیا رفتار اختیار کرتے۔ تیری ذاتِ پاک کی قسم کھاکر کہتے ہیں کہ باعتبارِ تالیفاتِ مقتدین مدعیان ہمکو ایسا غصہ چڑھا ہوا تھا کہ اگر دنیا میں کہیں مدعی صاحبان ملجاتے تو خوب بخارِ طبیعت نکالتے۔ دل کو مسوس کر بیٹھ رہے۔ مگر مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ قیامت میں سمجھ لینگے۔ چنانچہ آج صبح سے اِنہی کی تاک جھانک میں پھر رہے تھے۔ کہیں پتہ نہ ملا۔ اب مجبور رہیں کچھ کہہ نہیں سکتے۔ اگر احاطۂ عدالت میں کھٹ پٹ ہونیکی ممانعت نہ ہوتی تو ابھی نمٹ لیا جاتا۔ مگر شکر ہے کہ یہ ہم سے سامنے نہ ملے۔ ورنہ غصہ حرام ہوتا ہے نہ معلوم

کیا نوبت پہنچی۔ اگر خدانخواستہ کچھ زیادہ ہو جاتی تو مار پیٹ کا استغاثہ علاوہ برایں ہوتا۔
افسوس ہے کہ ایسے ذی عزت و باوقار لوگوں کی توقیر اُن کے مُریدوں کی تحریر کے اثر سے
ہماری نگاہ میں ایک ادنےٰ آدمی کے برابر بھی نہ رہی۔ اور خواہ مخواہ حرارت غضب کو
اشتعال ہوا۔ گوکہ اس وقت یہ بزرگوار عمدہ حیثیت سے مدعی بنے ہوئے عدالت میں کھڑے
ہیں۔ مگر تیرے جلال کی قسم ہماری نظر میں ابھی تک ویسے ہی ہیں۔ اصل میں ان حضرات کو
علماء نے جیسا ذلیل کیا ہے ایسا کسی نے نہیں کیا۔ شاہ عبدالعزیز نے وہ جو سہاسے پر سے
جناب معاویہ کا دامن دولت سنبھالے ہوئے سر جھکائے چھپکے کھڑے ہیں۔ مدعیان کی
براءت میں ایک کتاب مسمّےٰ بہ تحفہ اثناعشری لکھی تھی۔ عام اہلسنت اُسکو نقل لوح محفوظ
سمجھ کر سر پر اُٹھائے اُٹھائے گلی گلی پھرتے تھے۔ ہر شخص کا یہی مقولہ تھا کہ دنیا بھر میں اسکا
کوئی شیعہ جواب نہ دے سکیگا۔ چونکہ مؤلف نے بپاسداری خلفاء اکثر مطاعن کا غیر وقوعی
ہونا ظاہر کیا تھا لہذا ہم نے اُس کتاب کے اسقدر جواب لکھے کہ چھاپے خانوں کے پتھر
گھس گئے۔ ۵۰ مجلدات تک نوبت پہنچ گئی لیکن کسی عالم نے اُن کثیر التعداد جلدوں کے
سامنے قلم نہ اُٹھایا۔ مگر اپنے مذہب کے جہلاء میں یہ مشہور کیا کہ آج تک شیعوں سے تحفہ کا جواب
نہ بن پڑا۔ بعد عبدالعزیز حیدر علی نے پیر نکالے۔ اُنہی مضامین مردودہ کو اُلٹ پلٹ کر
برنگ تازہ لکھکر منتہی الکلام میں انتہا درجہ کا زور دکھایا۔ اُسکا جواب بذریعہ **استقصاء الافحام**
تین جلدوں میں دیا گیا۔ چونکہ بعد تحریر جواب پچیس ۲۵ برس تک حیدر علی بقید حیات رہا
اور بعض امراء نے امداد کا وعدہ بھی کیا مگر ایک فقرہ کا رد نہ لکھ سکا۔ دریافت فرمایئے
وہ گردن جھکائے مروان کی آڑ میں چپکا کھڑا ہوا سُن رہا ہے۔ پھر مولوی مہدی علی کو ترنگ
آئی۔ **آیاتِ بینات** بڑے زور سے لکھی تین جلد رمی الجمرات اور ایک جلد ردّ الالباس سے
اُنکا بھی مُنہ میٹھا کیا گیا۔ محمڈن اسکول کے لیے رات دن چندہ کرتے پھرتے۔ اصلاح قوم پہ
صدہا لیکچر دیئے مگر کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا کہ ہمارے جیتے جی کتاب کے چیتھڑے
اُڑ رہے ہیں کبھی جواب کی فکر کریں۔ اُنکے بعد مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ
میں بہت ہاتھ پیر مارے مگر تحفۃ الاثنا عشریہ کو دیکھتے ہی جان چُرا گئے۔ بلکہ اپنے ہم مذہب علماء کے

ہاتھ سے تازیانۂ کفر کھا بیٹھے۔ تجھ کو حکامِ دنیا سے تشبیہ دیکے کلکٹر اور تیرے رسول کو سررشتہ دار لکھدیا تھا۔ اور نیز معنی آیات میں اپنی جانب سے ایجاد بندہ کرکے کچھ لوٹ پوٹ کر دیا تھا۔ شیخ احمد دیوبندی نے اپنے قدیم مذہب کو غلط سمجھ کر دائرۂ تشیع میں قدم رکھا تھا۔ نہایت پاکیزہ مضامین حقیتِ شیعہ ثابت کرکے انوار الہدےٰ سے نورِ ہدایت پھیلایا۔ مولوی جہانگیر خاں شکوہ آبادی نے بجوشِ افغانیت سوال دیگر جواب دیگر اظہار الہدےٰ لکھ کر اُن کا مُنہہ چڑایا۔ لیکن عداوتِ مرتضوی سے ایسے دریائے نصب وخروج میں ڈوبے کہ اپنے ہی چند علمار کے فتاوے سے کافر کلمہ گو بنگئے۔ پھر محمد قاسم پیرزادہ نے سنبلہیڑہ میں سر اُبھارکر قاضی راضی میرانپوری کی امداد سے سید بہادر علی شاہ پنجابی کے سامنے دو سوال پیش کیے۔ جن کا ذکر اوائل رسالۂ سجادیہ میں ہے۔ اُسکا جواب مولوی محمد حسن لکھنوی نے سرِ جلسہ ایسا دیا کہ سائل اور اُن کے مددگار کو تاحیات یاد رہیگا۔ پھر وہی محمد قاسم سید سجاد حسین مؤلف رسالۂ سجادیہ سے اُلجھ پڑا۔ جانبین سے تحریریں ہوئیں۔ بہڑہ سادات واقع ہندوستان میں عظیم الشان جلسۂ مناظرہ منعقد ہوا علمائے فریقین دور دور سے آکر جمع ہوئے۔ مگر اہلسنت نے ایسی مُنہہ کی کھائی کہ آج تک رُخ نہیں کیا۔ رودادِ جلسہ رسالۂ انتصار الشریعہ نمبر۲ جلد اول ماہ نومبر ۱۸۹۳ء میں مفصل ومشرح درج ہے۔ چونکہ مناظرۂ مذکور میں مدعیان کے نفاق پر بحث تھی۔ علمار سے یہ تو نہ ہوسکا کہ اپنے ممدوحین کی ذواتِ عالیات سے صفتِ نفاق کو اُٹھاتے۔ برعکس اُسکے ابوالقاسم الہ آبادی نے حضرتِ امیرؑ کے ایمان میں بحث شروع کردی۔ انتصار الشریعہ۔ اجہاء عشرۂ کاملہ۔ کشف الحجاب۔ تشفی خوارج وسنی اور ایک جلد سکت المخالف سے ایسا دنداں شکن توڑ جواب دیاگیا کہ پھر ہماری طرف مُنہہ کرکے نہیں سوئے۔ مولوی احتشام الدین مرادآبادی نے ہماری کتب احادیث پر نکتہ چینی کرنیکی غرض سے بذریعہ رسالۂ نصیحۃ الشیعہ کچھ گفتگو کرنی چاہی تھی مگر انتصار الشریعہ ومجلدات روشنی نے اُن کا ایسا کمربند ڈھیلا کیاکہ عجوزۂ صد سالہ کی طرح کوزہ پشت ہوگئے۔ غرضکہ جب کسی نے سر اُبھارا فوراً سیفِ قلم سے جدا کرکے اُسی سرکش کے قدموں پر ڈالدیا۔ خدایا اجب ہمنے دیکھا کہ کوئی عالم اہلسنت ہماری تقریروں کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ اُن علمار کو مسلمان ثابت کرسکتا ہے جنکے حق میں فتاوے کفر لکھے گئے ہیں

حالانکہ ہمارے مقابلے میں اُنکو لکھنا اور کافر شدہ علمار کا مسلمان ثابت کرنا فرض عین تھا۔ بس ہم یقین کر بیٹھے کہ بیشک یہ مذہب باطل ہے۔ اگر ان میں کچھ بھی دم درود ہوتا تو کوئی نہ کوئی ضرور قلم اٹھاتا۔ حضرات خلفار عدالت میں تو سر کھجاتے ہوئے ہائے واویلا کرتے چلے آئے۔ اِنسے یہ نہ ہوسکا کہ اپنے مُریدوں اور مقلدوں پر غیظ وغضب کرکے کہتے کہ چلو دور ہو۔ تمہاری بیہ ذہنی و کوتاہ قلمی نے شیعوں کو جرأت دلاکر ایسا دریدہ دہن بنایا کہ ابر کلام سے پتھر برساکر ہمارا کام تمام کر دیا۔ خدایا ہمنے تحقیق و تنقیح مذہب حق میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔ یہانتک درپے تحقیقات ہوئے کہ ایک اشتہار بہ تسمیہ آئینۂ حق نما تمام عالم میں جاری کرکے جمیع علمائے اہلسنت سے پوچھا کہ آپ کی معتبر کتابوں میں آنحضرتؐ کا جناب امیرؑ کو خلیفہ بنانا۔ ابوبکر وعمر کا بحق اہلبیتؑ ظالم وجابر ہونا درج ہے۔ براہِ دینداری اپنی کتب کو دیکھو اور مسلکِ صحیح و پسندیدۂ خدا و رسولؐ پر قائم ہوکر بہشت کو مول خریدی ہوئی جاگیر سمجھ لو۔ فدویان نے بنظرِ سہولت آئینۂ حق نما میں کتابوں اور اُن کے مصنفوں کے نام تک لکھدیے تھے۔ یہ بھی عرض کردیا تھا کہ بھائی پہلے بجائے خود کتبِ محوّلہ دیکھو۔ اگر اُن میں وہ مضامین نہ نکلیں کہ جنکا مندرج ہونا ظاہر کیا گیا ہے تو ہمارے جھوٹا کرنیکی غرض سے ہر مذہب کے علمار جمع کرکے کمیٹی کرو ہم سے مبلغ پچیس[۲۵] ہزار روپیہ کا بکفالتِ جائدادِ آزاد وثیقہ لکھالو۔ اگر کمیٹی میں ہم جملہ الزاماتِ مندرجہ آئینۂ حق نما کو ثابت نہ کرسکے تو زرِ مذکور دیکر تمہارا مذہب اختیار کرلینگے۔ وہ اشتہار علمائے اہلسنت کی خدمت میں عموماً اور مولوی رشید احمد و مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر مدرسۂ علیگڈھ کی حضور میں بذریعۂ رجسٹری خصوصاً بھیجا گیا۔ مگر ایک نے بھی حسبِ قیود و شرائط مقررکردہ جواب نہ دیا۔ ہمکو اپنے عقائد میں تقویت ہوگئی کہ باوصف وعدۂ زرِ کثیر کسی عالمِ اہلسنت کا متوجہ بہ جواب نہ ہونا ضرور کوئی لِم رکھتا ہے (ہفخر من اِسوقت جناب کے اشتہار کا ضرور ذکر کیا جائیگا کہ مولوی مشرف علی خاں صاحب نے جرأت کرکے انعقادِ کمیٹی پر بخلافِ شرائط آئینۂ حق نما بہت زور وشور سے آمادگی ظاہر کی تھی۔ مگر نتیجہ میں وہ حضرت بھی پہلو بدلنے لگے کبھی لانسلم کہا۔ گاہے پچیس[۲۵] ہزار کی تھیلیاں مانگیں۔ تقیۃً پر طالب اطمینان ہوئے۔ خوارج ونواصب کے مقابلے میں بدلیلِ خاص حضرت امیرؑ کے

ایمان پر طالب بُرہان ہوئے۔ مولوی خلیل احمد نے دیباچۂ ہدایت الرّشید میں اپنا غالب اور شیعوں کا مغلوب ہونا ظاہر کیا تھا۔ بندگانِ درگاہ نے اُسکے جواب میں ایک پرچہ مسمّٰی بہ **تصویرِ غالب مغلوب** نکالا۔ دلائلِ عقلی و نقلی سے اپنا غالب اور اہلسنّت کا مغلوب ہونا بیان کیا۔

سیّد محمد مہدی حسین رئیس لکروڑی واقع ساداتِ بارہہ نے اسپر بحیثیں ہزار روپیہ کا اعلان بایں عنوان کر دیا کہ جو عالمِ اہلسنّت وجوہاتِ غلبۂ شیعہ مندرجۂ **تصویرِ غالب و مغلوب** کو رد کریگا زرِ موعود جیب میں رکھیگا۔ خود مؤلفِ **ہدایات الرّشید** نے مدرسۂ دیوبند میں وہ پرچہ دیکھا مثلِ پیکرِ تصویر دم بخود ہو گئے۔ کاش علمائے اہلسنّت **آئینۂ حق نما** و **تصویرِ غالب و مغلوب** کا اطمینان بخش جواب دیدیتے۔ تو ہم بلا چون و چرا اُسکی بنکر حضراتِ خلفاء کے واجب التعظیم سمجھنے پر مجبور ہو جاتے۔ سبّ و شتم چھوڑ کر مدّعیوں کے ساتھ متحدانہ برتاؤ کرتے۔ کیا بیچارے خلفاء نے ہمارا گھر مارا تھا یا کوئی چیز چرا کر بھاگے تھے جو بلا سبب اُنکے ساتھ اینٹھ مروڑ رکھتے۔ چونکہ خانوادۂ نبوّت کے ساتھ خصوصیت سے ہمکو بحکمِ قرآن دعوے نیازمندی ہے لہذا جس کو اُن کا دشمن دیکھا اُس سے ہم بھی اکڑ گئے۔ اس باب میں علمائے اہلسنّت سے مواخذہ کرنا چاہیے کہ ایسی باتیں جن سے مدعیان کا نقصِ ایمان ثابت ہوتا ہے اپنی کتابوں میں درج کر کے کیوں ہماری رگِ عداوت کو بھڑکایا۔ اور بروقتِ استفسار اُن مضامینِ موحش و بیخ کنِ سنیت کو کس لیے صاف کر کے اُن حضرات کی براءت نہ کی۔ جب جب قدر اُنہوں نے سکوت کیا ہمارا مُنہہ اور کھلتا گیا۔ روز بروز زبان کی منجھائی ہوتی رہی۔ تا اینکہ تمام فرقہ ہائے اسلام میں ایک گروہِ شیعہ صفتِ لاعنین مندرجۂ قرآن سے مخصوص سمجھا گیا۔ واجب جانکر عرض کیا۔

زیادہ حدِ ادب

عرضی بندگانِ درگاہ جمیع شیعیانِ مرتضوی

روبکارِ سررشتہ خداوندی

جوابدعوٰے مدعا علیہم سے واضح ہوا کہ بلا اغراض ذاتی بپاس وحمایت خاندانِ نبوّت مدعیان سے دست و پنجہ ہو گئے۔ نہ مقلدانِ مدعیان اَعنی علمائے سنیان اپنے مرشدوں کی توہین درج کتب کرتے اور نہ شیعوں کو اُنکے ساتھ الفاظِ سخت و درشت عمل میں لانیکا موقع ملتا۔ لهذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس معاملہ میں یہ تنقیح نکالی جائے۔

تنقیح

علمائے اہلسنت نے اپنی اپنی تالیفات میں ایسے ایسے مضامین بیان کیے ہیں کہ جن سے خلفار کا ظلم وجبر بحقِ آلِ محمدؐ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوم شیعوں نے جمیع کتب اہلسنت وخصوص تحفہ ومنتہی الکلام کو رد کرکے جوابوں کو شائع کر دیا اور کوئی عالم اُنکو باطل نہیں کر سکا۔

سوم شیعوں نے انعامی اشتہارات جاری کیے اور کسی نے جواب معقول نہ دیا۔

حکم ہوا کہ

مدعیان اپنے مقلدین علمار کو پیش کریں۔

جناب عالی

جملہ ارباب صحاح ستہ و موطا و احمد بن حنبل و اعور و ابن تیمیہ و ابن روز بہان و عبد العزیز و حیدر علی و ابو القاسم الہ آبادی و محمد قاسم نانوتوی و مہدی علی اٹاوی و محمد خلیل و محمد قاسم ساکن سنبلہیڑہ وغیرہم علمائے مقلدانِ مافدویان حاضر ہیں۔

عرضی ابوبکر و عمر وغیرہ مدعیان

خدا تعالےٰ۔ تم کون لوگ ہو؟

علماء۔ ہم علمائے فرقہ سنیہ طرفداران و جان نثارانِ مدعیان ہیں۔

خدا تعالےٰ۔ تم دنیا میں کیا کام کرتے تھے؟

علماء۔ پڑھتے پڑھاتے تھے۔ دعوتیں کھاتے تھے۔ مُردوں کا مال لیتے تھے۔ وعظ و پند سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے۔

خدا تعالےٰ۔ خلفائے رسول کی نسبت تم نے ایسے غلط معاملات کیوں درجِ تالیفات کیے۔ جس سے شیعہ لوگوں کو برسرِ مخاصمت ہونا پڑا؟

علماء۔ آنحضرت کے زمانۂ وفات سے ڈیڑھ سو یا دو سو برس بعد پچھلے حالات قیدِ قلم میں آئے ہم کو جیسی خبریں ملتی رہیں بے کم و کاست تمام معاملاتِ رطب و یابس درجِ کتب کرتے رہے۔

خدا تعالےٰ۔ تمنے اس قسم کی روایات کو کیوں درج کیا۔ جن سے خلفاء کی بادی النظر میں سخت توہین ہوتی ہے۔ ہوسکتا تھا کہ اُنکو نہ لکھتے۔ آخر واقعۂ غدیر کو بھی تو تم میں سے بعض نے دیدہ و دانستہ چھپا ڈالا تھا۔

علماء۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ اکثر روایات و حکایات حضرات خلفاء کے قلعۂ وقار کو جڑ سے اُکھاڑ نیوالی ہیں۔ لیکن ہم نے اُن کے دبانے اور چھپانے میں اس

بھروسہ پر کوشش نہ کی کہ ہر گاہ مدعیان خلیفہ ہوگئے اور انتظام مملکت بطرز واجب کیا اسلامی سلطنت کو خوب بڑھایا تو یہ چند مغزشیں اُن کے سامنے کیا اعتبار رکھتی ہیں۔ نیز ہمکو خیال تھا کہ ہماری سلطنت ہمیشہ قایم رہیگی۔ مخالفان صحابہ کو رُعب حکومت سے کبھی نکتہ چینی کرنے کا موقعہ نہ ملیگا۔ علاوہ ازیں ہمارے نزدیک خلافت کوئی دینی شاخ نہ تھی جس سے خلیفہ کا معصُون عن الخطا ہونا لازم آئے۔ بلکہ خلافت ایک بادشاہت تھی۔ جس کا دینیات سے کوئی تعلق نہیں پس اگر خلفار سے چند موقع پر قابل گرفت بے احتیاطیاں ہوئیں تو بنظر دنیا داری و مشاہدہ حالاتِ زمانہ لایق مواخذہ نہیں۔ ہاں اگر ہم بھی مثل شیعہ امامت کو داخل اصول سمجھکر امام کو پیشوائے دین جانتے تو باعتبار رفتار و کردار حضراتِ خلفار ایسے ہی تھے۔ جیسا کہ اُنکو شیعہ نے سمجھا تجھپر کوئی حال مخفی نہیں۔ ہم یزید و خلیفہ ابوبکر کو سلطنت دنیاوی کے اعتبار سے ایک قسم کا جانتے تھے بلکہ یزید کا نمبر بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ خلیفہ اول کی خلافت جلدی میں بلا مشورۂ اہل حلّ و عقد انعقاد پاگئی تھی اور یزید کی خلافت پر اجماع و استخلاف و تسلط تینوں شرطیں موجود تھیں۔ اگر ہم دونوں خلیفاؤں کو یکساں نہ جانتے تو باتباع حدیث نبوی (خلفائے اثنا عشر کلھم من قریش) حضرت ابوبکر و عمر کے ساتھ یزید و مروان کو جن کا فاسق و فاجر ہونا اظہر من الشمس ہے۔ کیونکر ایک شکنجہ میں کھینچتے۔ ہم لوگ اگر یہ جانتے کہ کسی زمانہ میں شیعہ ہماری بیان کی ہوئی روایات کو ہمارے ہی مونہ پر مار کر خلفاء کو بے نقط سنائیں گے تو ایسی روایتوں کو کبھی بھی درج کتب نہ کرتے۔ قطعًا اڑا دیتے۔ جبکہ حدیث غدیر جیسی مشہور و متواتر کو ہمنے بایں خیال کہ لوگ علیؑ کو خلیفہ جائز سمجھ کر خلفار کو بیوقار سمجھیں گے۔ بخاری و مسلم سے اُڑا دیا۔ تو رزائیں صحاح کی روایتوں کو مٹا دینا کیا بڑی بات تھی۔ بے وجود حدیث کو خلعتِ حیات دینا اور جیتے جاگتے کو مُردہ بنانا یہ تو ہمارا عین شیوہ بلکہ ہنر ہے۔

خدا۔ ہرگاہ تمہارے نزدیک امامت جزو دین نہ تھی اور ہر فاجر و فاسق و نابکار و ناہنجار امام ہو سکتا تھا۔ تو یہ حدیث کیوں درج صحاح کی۔ کہ جس نے امام وقت کو نہ جانا۔ اور بلا معرفت مرگیا وہ کافر ہو کر مرا +

خلفاء۔ ایسی باتیں کتابوں میں تو بہت درج تھیں۔ مگر ہمیشہ متروک العمل رہیں۔ قرآن میں لکھا تھا کہ کاذب و ظالم و قاتل مومن ملعون ہے۔ ہم شیطان پر بھی لعن نکرتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز نے تحفہ میں الزام فرمایا تھا۔ کہ مذہب صحیح وہی ہے جو اہل بیت کا ہے۔ ہم میں سے اکثر بلکہ تامتر بارہ اماموں کے نام بھی نہ جانتے تھے۔ فخر رازی کا قول تھا۔ کہ حضرت علی نماز میں بسم اللہ بآواز بلند کہتے تھے۔ ہم نے بالکل بسم اللہ کا نماز میں کہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ امام جعفر صادق خرگوش کو حرام جانتے تھے۔ ہم بہت رغبت سے کباب اُڑایا کرتے تھے۔ علی نے نبی کو غسل دیکر فوراً بہ نیت مس میت غسل کیا۔ ہم نے اُس کو ایسا بُرا جانا کہ شیعہ کا قہقہہ اُڑایا کہ سگ و خوک سے زیادہ ان کا مردہ نجس ہو جاتا ہے کیونکہ جانوران مذکور پر ہاتھ پھیرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ غم حسین میں گریہ کنندگان کے لئے بیش از بیش ثواب درج کتب تھے۔ آنکھیں پھوٹیں جو کبھی ایک آنسو نکالا ہو۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ خبردار مجالس میں نہ جانا حلوے پر تبرا پھونک کر سنیوں کو کھلا دیتے ہیں۔ زیر فرش صحابہ کا نام رکھکر پائمال کراتے ہیں۔ ضریح و علم کے نکالنے پر مدام لڑتے رہے۔ بڑے بڑے کشت و خون ہوئے۔ بعض مواقع پر حکام نے پولیس زاید مقرر کرنے کی تدبیر کی ہزار ہا روپیہ مقدمات فوجداری میں صرف ہوا۔ سینکڑوں آدمی جیلخانوں میں سڑ کر مر گئے۔ غرضکہ ہمارے قول و فعل کے اختلاف کا اگر گوشوارہ بنایا جاوے تو ایک پٹواری کی ضرورت پڑے یہ سب باتیں برائے نوشتن و گفتن تھیں خدایا تو ہر ایک کے دل کی بات کو جانتا ہے اگر ہم تہ دل سے ان سب باتوں کا یقین کرتے تو زیر سوا خذہ آسکتے تھے +

خدا۔ شیعہ شکایت کرتے ہیں کہ اگر تحفہ وغیرہ کے جوابوں کا رُد کر دیتے تو ہم محجوب ہو کر صحابہ سے لگاوٹ پیدا کر لیتے +

علما۔ شیعہ نے ہماری تمام کتابوں کے جواب لکھے گو کہ بالاستیعاب دیکھنے کا اب تک اتفاق نہیں ہوا مگر قیاس چاہتا ہے کہ مناسب جواب نہیں دیا گیا ہوگا ویسے ہی کاغذ سیاہ کر ڈالے ہوں گے +

خدا۔ جبکہ تمہاری جمیع تالیفات کو جن کا تعلق مناظرہ سے ہے شیعہ رُد کر چکے تھے تو اُسن کو

تم نے کیوں نہ دیکھا؟
علماء۔ اوّل تو ہماری عادت رہی ہی کہ شیعوں کی کتاب کو نہ دیکھتے تھے۔ بلکہ عدم معائنۂ کتب شیعہ کے لیے اپنے تمام ہم مذہبوں کے پاس اشتہارات بھیجدیتے تھے۔ ثانیاً وہ لوگ صحابہ کی نسبت کچھ ایسے لپیٹ دار الفاظ استعمال کرتے تھے کہ دیکھنے کو دل نہ چاہتا تھا۔
خدا تعالے۔ اُنکا تو یہ عین مذہب تھا کہ خلفاء کو بدترین امت جانتے تھے۔ مگر تم لوگوں نے یہ مشہور کیا تھا کہ ہم اہلبیت کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں لیکن رسالۂ تقریر دلپذیر مولفۂ سجاد حسین کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے اہلبیت کے ساتھ سخت گستاخیاں کی ہیں۔ اور بالکل وہ طریقہ اختیار کیا ہے جو خوارج و نواصب کا ہے۔ دنیا کا کوئی عیب ایسا نہیں ہے جو خاندانِ رسولؐ میں تمنے ثابت نہ کیا ہو۔ پس جبکہ وہ تمہاری کتابیں دیکھکر جواب لکھتے تھے تو تمکو کیا سانپ نے سونگھا تھا کہ اُنکی تحریروں کو نظر بھر کر نہ دیکھتے تھے۔ علاوہ ازیں ہمیشہ ابتداء بہ مناظرہ تمہاری جانب سے ہوئی ہے۔ شیعوں نے فقط جواب دیا ہی۔ اگر دربارۂ خلفاء کچھ کم و بیش بیان ہوا ہی تو اُس کے باعث تم ہوئے ہو۔ نہ تمہاری جانب سی بیشقدمی ہوتی اور نہ شیعہ شمشیر قلم سے خلفاء کا سر اُتارتے۔ تم لوگوں نے بڑی سخت غلطی کی کہ اعتراضات شیعہ کو نہ اُٹھایا۔ تمہاری چُپ لگا جانے سے وہ سمجھ گئے کہ خلفاء ایسے ہی ہونگے۔ اگر ابرار و نیک کردار و خوش اطوار ہوتے تو مقلد و مُرید ضرور اُن جرائم کی صفائی داخل کرتے۔
علماء۔ اگر ہم جواب لکھتے تو دیگر اہلِ مذہب گھر کی تحریر سمجھ کر ضرور دیکھتے۔ رازِ سربستہ کھُلجاتا۔ دنیا میں ایک بھی خلفاء کا کفش بردار نہ رہتا۔ سب کافر ہوجاتے۔ اِسی لیے ہم نے اپنے ہم مذہب جہلا کو خبر تک نہیں ہونے دی کہ جوابِ شیعہ کا ہم سے ابطال نہیں ہوسکا۔ اُن کو تاختم دنیا یہی سمجھاتے رہے کہ شیعہ تحفہ وغیرہ کا جواب نہیں لکھ سکے۔
خدا تعالے۔ تمنے شیعوں کے جوابوں کو کیوں چھپایا اور کتب شیعہ کے معائنہ سے اپنے مُریدوں کو کس لیے منع کیا؟
علماء۔ ہر شخص کو اپنا ترفع منظور ہوتا ہی۔ اگر ہم دنیا میں ظاہر کردیتے کہ شیعہ ہماری جملہ کتابوں کو رد کرچکے ہیں اور ہم سے جواب الجواب نہیں لکھا گیا تو ایک بڑی جماعت رسنِ تقلید توڑ کر ہاتھ سے

چھوڑا لیتی۔ ہماری روٹیاں کہاں سے چلتیں۔ ہزار ہا روپیہ کیونکر وصول ہوتا۔ معائنہ کتب شیعہ کی اگر اجازت دیدیتے تو ہر شخص خلفاء کے کچے پکے حالات معائنہ کرکے مثل شیعہ اِنکی ارواح سے بدرشتی پیش آتا۔ نہ کسی نے کتابیں دیکھیں اور نہ حقیقتِ حال ظاہر ہوئی ویسے ہی گول کا پیٹ بلا پھوٹے رہگیا۔

خدا یتعالے۔ آئینۂ حق نما کی بروے کمیٹی کیوں نہ جانچ کرائی؟

علماء۔ جو باتیں کہ شیعوں نے بحوالہ کتب درج آئینۂ حق نما کی تھیں وہ بہ تفصیل تمام ترکتب میں موجود تھیں۔ اگر ہم کمیٹی کرتے تو بعدِ اظہار نتیجہ ایک عالم تہ و بالا ہو جاتا۔ مگر ہم نے اُسکے جواب میں ایسی چال چلی کہ بارگاہ قدس سے داد طلب ہیں۔ وہ چال یہ تھی کہ شیعوں کو لکھدیا کہ پچیس ہزار روپیہ بنک میں داخل کرو اور اپنے دعوے کا ثبوت کمیٹی میں پیش کرو مطلب ہمارا یہ تھا کہ نہ بنک میں کوئی اتنی بڑی رقم داخل کریگا اور نہ مطالبِ مندرجۂ آئینۂ حق نما کی جانچ ہوگی۔ غرض ہماری یہ تھی کہ جہلائے مذہب خوش ہوجائیں کہ علماء جاگتے ہیں اور عام طور پر ہوا میں گرہ بھی لگی رہے۔

خدا یتعالے۔ دیکھو سنبھل کر جواب دو شیعوں نے یہ شرط کب کی تھی کہ بنک میں روپیہ داخل کیا جائیگا اور ثبوت کا دکھانا ہمارے ذمہ ہے۔ اُنکا یہ اشتہار موجود ہے۔ جس میں صاف لفظوں میں یہ لکھا ہے کہ بجائے خود کتبِ مندرجۂ اشتہار دیکھ لو۔ اگر مضامین کتابوں میں مل جائیں تو پھر بے جھجکے بلا زحمت و وقتِ مناظرہ شیعہ ہو جاؤ۔ بصورتِ غلطیِ حوالہ جات پانچ علماء کا اقرار رجسٹری کراؤ کہ ہم جملہ کتبِ محولۂ اشتہار دیکھ چکے۔ کوئی بات صحیح نہیں ہے۔ اگر شیعوں نے کمیٹی میں اپنے دعوے کو ثابت کردیا تو ہم مذہب امامیہ قبول کرلینگے۔ اُس وقت کے لیے شیعوں نے پچیس ہزار روپیہ کا وثیقہ بہ کفالتِ جائداد آزاد لکھا دینا اپنے ذمہ قبول کیا تھا۔ تم نے علماء کا اقرارنامہ تو رجسٹری نہ کرایا اور قبل از وقت وخلافِ شرط نقد روپیہ مانگنے لگے۔ خود غور کرو کہ تمہاری یہ حرکت کس حد تک بیجا سمجھی جاسکتی ہے۔ ہر شخص اُسی معاہدہ پر مجبور کیا جاسکتا ہے جسکو اُسنے بہ صحتِ نفس و ثباتِ عقل کیا ہو۔

علماء۔ آپنے غور نہیں فرمایا ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ہماری یہ ایک حریفانہ چال تھی۔ بقولے اَلحَربُ خِدَعَۃٌ۔ یعنی لڑائی مکاری سے ہوتی ہے۔ ہم ایسے باولے نہ تھے جو مضمون اشتہار کو

نہ سمجھے ہوں وہ تو بہت صاف لفظوں میں ہے اگر ہم سمجھ بوجھ کر بیروں میں گٹھلیاں نہ ملاتے تو سرید بگڑ کر کہنے لگتے کہ وہ صاحب آپ سے انعامی اشتہار کا بھی جواب نہ دیا گیا۔ ہنے جلتی آگ پر پانی ڈالدیا۔ ہر شخص کی زبان پر تھا کہ ہمارے علماء نے پچیس ہزار روپیہ شیعہ سے مانگا ہے اگر انھوں نے دیدیا تو پیران پیر کی مدد سے ایسا جواب دیا جائے گا کہ شیعہ یاد رکھیں گے اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ شیعہ نے درباب روپیہ کے بنک کی شرط نہ کی تھی اور وثیقہ لکھدینے کا اقرار کیا تھا۔ مگر ہم یہ سمجھے کہ شاید وصول میں دقت ہوگی تمسک کی نالش کر کے بہزار دقت ڈگری حاصل کرتے اور ی دستاویز ہونے کی وجہ سے چھ مہینے تک اجرا ملتوی رہتا۔ دوران مقدمہ کا سود نہ ملتا۔ بوجہ موروثیت جائداد ججی وکلکٹری میں مثل منتقل ہو کر قسط بندی ہوتی کئی برس میں بدفعات روپیہ ملتا۔ ہم نے سید صاحب کا حساب دیکھ لیا تھا۔ کہ بنک میں گئے اور کھا روپے کی تھیلیاں بھر لائے +

علاوہ ازیں اگر شیعہ چالاکی سے کوئی ایسی جائداد لکھدیتے جو دوسری جگہ مکفول ہوتی یا آنکہ کفالت کنندہ کو اس میں پورا استحقاق استغراق نہ ہوتا یا نیلام ونالش کے وقت سہیم و شریک پیدا ہو کر عذرات کرتے تو بس ہم لگام لئے ہوئے مظفر صاحب کے پیچھے ہی پیچھے پھرتے نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ ملتی۔ خاک چھان کر بیٹھ رہتے +

خدا۔ تم کیسے خشک و بانغ آدمی ہو شیعہ نے پہلے لکھدیا ہے کہ جائدا دآزاد کا وثیقہ لکھدیں گے جس کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز تمام قانونی ذمہ داریوں سے پاک وصاف ہو اُسے لکھا لو۔ ہماری دانست میں اس قسم کی جائداد دلکھانے میں کوئی خدشہ نہ تھا تم کو اگر شیعہ سے کھٹکا تھا۔ تو انہی کے مجرد بیان کا اعتبار نہ کرتے بارہ برس کا دفتر رجسٹری دیکھ لیتے پٹواری دیہہ کو روپیہ دو روپیہ دیکر پوچھ لیتے کہ اس جائداد کی کھیوٹ میں سوائے مظفر کے کوئی اور تو شریک نہیں +

علماء صاحب ہم کو جھگڑے کی بات پسند نہ تھی۔ نو نقد نہ تیرہ اُدھار یہ ہمارا عمل تھا +

خدا۔ اگر شیعہ روپیہ کا وعدہ بھی نہ کرتے تب بھی تم پر واجب تھا۔ کہ جواب دیکر شیعہ کا سونہ بند کر دیتے +

علماء۔ ہمارا یہ قاعدہ نہ تھا۔ کہ خواہ مخواہ خالی خولی بک بک کرتے آئینۂ حق نما کے سامنے

بھی ہم خم ٹھونک کر اس سبب سے کھڑے ہو گئے تھے۔ کہ شاید بڑی رقم ہاتھ لگ جائے گی ورنہ ہماری عادت جواب دینے کی نہ تھی۔ تیری ذات پاک کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جسقدر ہماری کتابوں کے شیعہ نے رد لکھے ہیں ہمنے ایک کا بھی جواب الجواب نہیں دیا۔ ہم تو ایک دفعہ چھیڑ کر چپ ہو جاتے تھے +

خدا۔ معلوم ہوا کہ تم نے ہدایتِ امرِ حق کو روپیہ کے مقابلہ میں محض بے حقیقت سمجھا۔ اس میں تمہاری سراسر غفلت ثابت ہوتی ہے۔ آپ لوگوں نے دینی معاملات کو مولی گاجر سمجھ لیا تھا۔ لکا لیا اور جواب دیا +

علماء۔ ہمنے کچھ اس بات کا ٹھیکہ بھی نہ لیا تھا۔ کہ مدعیان کی ہر بدعملی کو بزور تقریر درست کرنے کی فکر میں قلم بدست رہیں اگر کتب شیعہ کا جھوٹ سچ کچھ جواب بھی دیتے تو پیٹ کہاں رکھ آتے۔ ہاں اگر خلفاء صاحبان ہمارے پائے نام کوئی جاگیر کر جاتے اور سند معافی میں یہ شرط لگا دیتے۔ کہ علماء اپنے اپنے زمانہ میں ہماری سو کرداریوں کی اصلاح کرتے رہیں تو ممکن تھا کہ جھوٹ طوفان کا غذ سیاہ کرتے رہتے۔ واہ یہ بھی عجیب انصاف ہے کہ اچھے بُرے کام تو خلیفہ کریں اور گردن ہماری پکڑی جائے۔ جبھی تو ہم نے آپ کی عدالت کو اصول ایمان سے خارج کر دیا تھا +

خدا۔ مناظرہ بھرہ سادات میں شیخین کے منافق ثابت ہونے پر تبدیل مذہب سے کیوں انکار کیا تھا۔

علماء۔ پھر وہی ہم اول کہہ چکے ہیں کہ امامت ہمارے نزدیک اصول دین میں داخل نہیں ہے۔ جس سے امام کا کذب و غدر و خیانت منجر بہ برہمئی ملت منظور ہووے۔ ہمارے نزدیک امام کا فسق و فجور بنیاد مذہب کا متزلزل کرنے والا نہیں ہے۔ خلفاء تو بجائے خود رہے ہم تو آپ کی ذات سے بھی صدور کذب محال و ناممکن نہ جانتے تھے۔ چنانچہ امکانِ کذب بذات باری تعالٰے مابین ہم علماء کے بڑا سخت بحث طلب مسئلہ ہے۔

خدا۔ ہرگاہ تمہارے نزدیک امام ایسا بے وقعت تھا۔ کہ اس کے ظالم و جابر و خائن و غادر ہونے سے اصول ایمان پر کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تو یہ حدیث کیوں بنائی گئی تھی

(سَبُّ الشَّیْخَیْنِ کُفْرٌ) یعنی ابوبکر و عمر کو بُرا کہنے والا کافر ہے۔ کیونکہ الزامِ کفر تو اُسی وقت عائد ہوتا ہے جبکہ کسی پیشوائے دین کو بُرا کہا جائے۔ جبکہ شیخین تمہارے نزدیک مثل یزید سلاطین دنیا سے تھے تو اُنکے بُرا کہنے والے کو ایسی سخت تعزیر سے کیوں ڈرایا جیسے اکابرِ دین کے بُرا کہنے والے کو خوف دلایا کرتے ہیں۔

علماء۔ اگر ہم حفاظتِ شیخین کے لیے ایسے سنگین قلعے نہ بناتے تو عام مسلمان باعتبارِ کردار سب و شتم کے سخت سخت ڈھیلوں سے اُنکے دماغ مبارک پر صدمہ پہنچاتے۔ گو کہ اُنکی خلافت ہمارے اصولِ مقررکردہ کے اعتبار سے بہ نسبتِ یزید گھٹی ہوئی تھی مگر نبیؐ کا سُسرا سمجھ کر دونوں کو یہ امتیازی نمبر دیا گیا تھا۔

خدایتعالےٰ۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کو تم کیسا جانتے ہو؟

علماء۔ سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ۔ ابتدائے آفرینشِ عالم سے تا نفخِ صور ایسا سیدھا سادہ اور بھولا عالم پیدا ہی نہیں ہوا۔

خدایتعالےٰ۔ مناظرۂ بھڑہ سادات میں جو باہم سجاد حسین و محمد قاسم کے معاہدہ مرتب ہوا تھا اُس میں ہر فریق کو بصورت مغلوب ہو جانیکے تبدیل مذہب کا وعدہ کرنا پڑا تھا۔ جسکو رشید احمد مذکور نے اپنے دستخط سے تصدیق کر کے واجب التعمیل تجویز کیا تھا۔ اگر کذبِ شیخین کوئی سہل و خفیف امر تھا تو ایسے جلیل القدر شخص نے جن کے تم بہ ایں الفاظ مداح ہو۔ تبدیلِ مذہب کی شرط کو کیوں تسلیم کیا تھا۔ اور اُس معاہدہ سے آپ لوگوں نے کیوں انحراف کیا تھا؟

علماء۔ ہم تو پہلے کہہ چکے کہ وہ سیدھے آدمی ہیں۔ زمانہ کے داؤں گھات سے واقف نہیں۔ اُن کی سادگی کی اکثر حکایات ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ کلو خاں پٹھان ساکن ہریال ضلع سہارنپور نے مولوی صاحب سے دریافت کیا تھا کہ بموجب حدیث (خُلَفَائِیْ اِثْنَا عَشَرَ کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ) وہ بارہ خلیفہ آنحضرتؐ کے کون کون صاحب ہیں۔ جن کے واسطے نبیؐ صاحب پیشین گوئی فرما گئے ہیں؟ مولوی جی نے ذرا عاقبت اندیشی نہ کی اور صاف صاف لکھدیا کہ ان بارہ خلفاء میں یزید و مروان و عبدالملک و ولید وغیرہ بھی ہیں۔ یہ تحریر ضلع سہارنپور میں روئی کی آگ ہوگئی۔ اہلسنت مارے شرم کے بےموت مر گئے اور بعض کوتاہ اندیش و

بخبر تو کہنے لگے کہ تین حرف ایسے مذہب پر کہ جس میں یزید خلیفۂ رسول اللہ مانا گیا ہو۔
گو کہ مولوی صاحب نے یزید کے خلیفہ لکھنے میں کوئی غلطی نہ کی تھی اور حسب اعتقاد و مقولۂ
علمائے قدیم جواب دیا تھا۔ مگر پھر بھی اُنکو ایسی بات لکھنی نہ تھی جسکو عام طبایع ناپسند
کرنیوالی ہوں۔ اُنکو لازم تھا کہ جواب نہ دیتے۔ کیا کلو خاں کی اُن پر کوئی ڈگری تھی۔ پس
ایسے ناعاقبت اندیش عالم کے دستخط ہمارے نزدیک قابلِ وثوق و تعمیل طلب نہ تھے۔
ایسی بات جس سے عام طور پر شورش ہو کر اقتدارِ مذہب میں فرق آئے زبانِ قلم پر نہیں
آنے دیتے۔

خداتیعالے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ مولوی **ابوالقاسم** الہ آبادی نے جو ایک دو ورقہ بہ این
سرخی شائع کیا تھا کہ (سوال از جمیع علمائے شیعہ) جس میں میرے بندہ خاص علیؑ کے ایمان
کی نسبت استفسار ہوا تھا۔ آخر اُس سوال سے تمہارا مطلب کیا تھا۔ کیا تم درحقیقت علیؑ
کو ایماندار نہ جانتے تھے؟

علماء۔ ہائے کیا کہیں! ہم لوگوں نے بڑی کوشش کرکے یہ نیا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اور اس میں
عجیب مطلب بزرگ کی تخمریزی کی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ شیعوں نے وار خالی جانے دیا۔
ورنہ ہمنے یہ ایسی چال چلی تھی کہ سارے اگلے پچھلے الزام دھوئے جاتے۔ اصلیت یہ ہے
کہ جب جنوری ۱۸۹۴ء میں بمقام **بھرہ سادات** فدویان خلفاء کا ایمان ثابت کرنے سے
عاجز ہوئے اور بردِ رسالہ **سجادیہ** کاذب و غادر و خائن کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے
تب حضرت امیرؑ کے ایمان میں یہ نئی قطع کی بحث شروع کر دی۔ مقصد ہمارا یہ تھا کہ جس
طرح خلفائے ثلثہ نے اشاعت اسلام میں کوشش کی اور دائرہ مسلمانی کو وسیع کرکے
کہیں سے کہیں پہنچایا۔ علیؑ سے ایسا نہیں ہو سکا۔ تعجب ہے کہ خلفاء باوصف ایسے
کارِ نمایاں کے منافق رہے۔ اور علیؑ جن سے اُن نمودار و قابلِ یادگار کارروائیوں کا دسواں
حصہ بھی معرضِ وقوع میں نہیں آیا ایماندار سمجھے گئے۔ یہ بات خلافِ انصاف
ہے۔ ہر چند کہ باعتبارِ فتوحات و توسیعاتِ مُلکی علیؑ اُس درجہ کے نہ تھے جیسے کہ شیخین تھے
مگر تاہم بادلِ خواستہ و ناخواستہ ہمنے مصلحتاً مان لیا تھا کہ دونوں بزرگوار ایمان و

ایقان میں مساوی درجہ رکھتے تھے۔ اگر شیعہ سوائے اُن دلائل کے جن کو ہم بہ ثبوت ایمان شیخین پیش کرتے ہیں کوئی خاص دلیل وحجت باثبات ایمان مرتضوی رکھتے ہیں تو دکھلائیں۔ ہمنے سمجھ لیا تھا کہ شیعہ سوائے دلائل مشترکہ کوئی خاص بات بیان نہ کرینگے۔ پس بوجہ اشتراک براہین ثلثہ کا ایمان ثابت ہو جائیگا۔ اور ہم گھر بیٹھے بلا ادخال کورٹ فیس وکشاکشی عدالت ضمنی ڈگری پا جائینگے۔ لیکن شیعوں نے ہمارا کام کچا کر دیا۔ اوّل تو اُس کے جواب میں جیسے کہ نیستان سے شیر نکل پڑتے ہیں چند آدمی پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ گئے۔ انتصار الشریعہ واخسار وعشرۂ کاملہ وتشفی خوارج وسُنّی وکشف الحجاب و مسکت المخالف سے ایسے گہرے پنجے لگائے کہ دھڑیوں گوشت اُتار کرلے گئے خلفاء کی ہڈی پسلی الگ الگ کر ڈالی۔ ہم پچھتا رہے ہیں کہ ایسا بےمعنی سوال کیوں کیا تھا جسکا نتیجہ ندامت ہوا۔ خوارج کی آڑ لیکر حضرت امیرؑ کے ایمان میں بحث کی تھی اُنکا ایمان تو آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا۔ مگر خلفاء کا حال کچھ پہلے سے بھی زیادہ پتلا نظر آتا ہے۔ کیونکہ رسائل معروضہ صدر میں شیعوں نے خلفاء کے اس طرح پر گڑے ہوئے کوئلے اُکھاڑے ہیں اور وہ وہ تشنیعات کی ہیں کہ جنکا جواب ہم سے نہ ہو سکا۔ سجاد حسین نے بجواب حاجی محمد صادق فیض آبادی جو مسکت المخالف کا حصۂ دوم المعروف بہ دُرِ بے بہا لکھا ہے اُس میں چند تنقیحیں نکالی ہیں۔ منجملہ اُن تنقیحات کے ایک تنقیح یہ ہے (ایمان جناب امیرؑ مساوی ایمان شیخین تھا یا اُسکے مغائر) اِس تنقیح میں اُسنے ایک کھتونی لکھی ہے کہ جس سے خلفاء کا جاہل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارا دعوے تھا کہ خلفاء وحضرت امیرؑ ایمان میں مساوی تھے۔ اُسنے ثابت کیا تھا کہ ہرگز نہیں بلکہ دونوں میں درجۂ مساوات نہ تھا۔ ہر چند کہ باثبات عدم مساوات اُسنے بہت کچھ وجوہات درج رسالہ کی ہیں۔ سب کو اس وقت بیان کرنا داخل طوالت سمجھکر چند باتیں اُس کھتونی سے مختصراً پیش کرتے ہیں۔ علیؑ کو لکھا ہے کہ گہوارے میں اژدر کو چیر ڈالا۔ ابوبکر نے غار ثور میں ایک سپولیے سے ڈر کر ہیں ہیں وغیں غیں کیا۔ جس پر نبیؐ کو آزردہ ہو کر لاتحزن کہنا پڑا۔ علیؑ اقضٰے ترین صحابہ تھے۔ عمر نے فقہیات میں عورات سے مات اُٹھائی۔ علیؑ مثل رسولؐ قرآن جاننے والے تھے۔ خلفاء کو سورۂ بقر تک یاد نہ تھی۔ علیؑ ہمیشہ نبیؐ کو رسولؐ برحق مانتے رہے

عمر نے صلح حدیبیہ سے ناراض ہو کر نبوت میں شک کیا۔ علی کمال ایمان رکھنے والے تھے۔ عمر حذیفہ صحابی سے کہا کرتے تھے کہ باللہ یا حذیفۃ انا من المنافقین (یعنی قسم خدا کی اے حذیفہ میں منافق ہوں)، علیؑ نرم مزاج وسخی کریم تھے۔ عمر کو اپنے بخیل و شدید النفس ہونیکا اقرار تھا۔ علیؑ دوش احمد پر سوار ہوئے۔ ابوبکر کو نبیؐ نے اپنا مرکب بنایا۔ علیؑ سورۂ برارت لیکر مکہ گئے۔ ابوبکر ناقابل تبلیغ تجویز ہو کر معزول کیے گئے۔ علیؑ کی خلافت کا اعلان غدیر میں خود رسول مقبول نے کیا۔ ابوبکر سقیفۂ بنی ساعدہ میں جو کہ مرجع بدمعاشان و کفار تھا۔ عمر کے غل مچانے سے خلیفہ ہوئے۔ علیؑ نے ہمیشہ بخیال حمایت اسلام اپنے نفس کو ہلاکت و مضرت میں ڈالا۔ خلفا جنگ وادی الرمل میں جانے سے مثل طفل ہفت سالہ گیدڑ اور بھیڑیوں سے تھر تھر کانپے۔ علیؑ ہمیشہ سردار لشکر رہے۔ کبھی کسی کے ماتحت نہ ہوئے۔ ابوبکر و عمر سوائے ماتحتی کبھی افسری پر نہ بھیجے گئے۔ ایسے بے حقیقت تھے کہ اسامہ غلام زادہ و عمرو بن العاص شرو مکار کے زیر حکم کیے گئے۔ علیؑ نے بلا فتح کیے کسی جنگ کو نہ چھوڑا۔ ثلثہ قدم جما کر دو گھڑی بھی کہیں نہ ڈٹے۔ علیؑ کو کارخانۂ قدرت کی ڈھلی ہوئی تلوار ملی۔ (علی منی وانا منہ اور لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار) کا معزز خطاب ملا۔ خلفار کے لیے کبھی ہدایہ داڑھی بھی نہ آئی۔ بلکہ بجائے خطاب (ثم ولیتم مدبرین) کا خار دار تازیانہ لگایا گیا۔ علیؑ نے کبھی سجدۂ اصنام کے لیے گردن نہ جھکائی۔ خلفار بتوں کو سجدہ کرتے کرتے ستارہ پیشانی بنگئے۔ علیؑ نے حرام چیزوں میں سے کبھی کچھ نہ کھایا۔ خلفار حالت کفر میں سینکڑوں سور بھون بھون کر چبا گئے۔ علیؑ نے شراب کو بری چیز سمجھا۔ عمر کے ہاتھ سے مرتے دم تک پیالی نہ چھوٹی۔ علیؑ بعد وفات سرور کائنات ہر معترض اسلام کا جواب شافی دیکر وقعت دین نبوی بڑھاتے رہے۔ خلفار سوائے ڈھول جوتی کے اور کسی طرح پر علمائے یہود و نصاریٰ کے سوالات کا جواب دے سکے۔ علیؑ کو نبیؐ نے اپنے شہر محمد و علم کا دروازہ بتایا۔ عمر بسم اللہ والحمد للہ کے معنی تک نہ جانتے تھے۔ علیؑ نے بچپن ہی میں نبیؐ کی نبوت کو تسلیم کیا۔ عمر نے پیر فرتوت ہو کر اس نبوت میں شک و وہم فرمایا۔ الغرض سجاد حسین نے ہمارے دعوے مساوات کو ایسی ہوا بتائی کہ لغو ثابت کر کے چھوڑا۔ اس نے حصۂ دوم مسکت المخالف میں یہ غضب کیا ہے کہ مدعیان مساوات کو قطعی

بے عقل قرار دیدیا ہے۔ منشاء اس کلام کا یہ ہے کہ جب اہلبیت و خلفاء فی الواقع رتبہ میں برابر نہ تھے تو اُنکو برابر سمجھنا حماقت ہے۔ واقع میں بہ ثبوت عدم مساوات کچھ ایسی صاف دلیلیں بیان کی ہیں کہ جنکے معائنہ سے مساوی سمجھنے والا نرا بیوقوف معلوم ہوتا ہے۔ ہم تو دلائل رسالۂ تقریر دلپذیر وکھتونی مسکت المخالف حصہ دوم معروف بہ دربیبہا دیکھکر اقتدار خلفاء سے ایسے دست بردار ہو گئے تھے کہ کھیوٹ امامت و خلافت سے اُنکا نام خارج کر دیتے۔ مگر شرم دنیا مانع تھی۔ ویسے ہی دبا دبایا چھوڑ آئے۔

خدا تعالےٰ تصویر غالب و مغلوب میں جو سجاد حسین نے اپنا غالب اور تمہارا مغلوب ہونا بدلائل دکھلایا تھا۔ اُسکا جواب دیکر سید محمدی حسین رئیس کاکوری سے پچیس ہزار روپیہ حسب اعلان کیوں نہ لیا؟

علماء۔ سید محمدی حسین نے جو اعلان کیا تھا اُسکو زبان ہندی میں (مار زمانہ ہوا بلا اُٹھانا کہتے ہیں) وہ چاہتے تھے کہ ۶۵ مجلدات اجوبۂ تحفہ اور علاوہ براں منتہی الکلام و ہدیۃ الشیعہ و آیات بینات وغیرہ کے جوابوں کا جواب الجواب دیکر کمیٹی میں پاس کرایا جائے تب پچیس ہزار روپیہ لیا جائے۔ بھلا ہم سے جو کہ جواب لکھنے کے خوگر نہ تھے یہ کب ہوسکتا تھا کہ اتنی بھاری جلدوں کا جواب دیتے۔ علمائے شیعہ سے مولوی حامد حسین صاحب نے با وصف نحافت جثہ و ضعف دل و دماغ باون ۵۲ ورق باب ہفتم مندرجۂ تحفہ کے جواب میں پچاس ہزار ورق لکھکر تیس ۳۰ جلدوں میں تقسیم کیے ہیں اور ہماری ہزاروں کتابوں سے اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے جواب لکھنا تو درکنار رہا تیسوں کتابوں کے دیکھنے اور ماخوذ منہ سے ملانیکے واسطے عمر نوح اور خزانۂ بے تعداد ضروری تھا۔ ہم بجائے خود متعجب ہیں کہ عالم شیعہ نے باب ہفتم متعلقہ امامت کے جواب میں تیس ۳۰ جلدیں حجیم و ضخیم ترتیب دیکر کس قسم کا دماغ تھا جسکو صرف کیا۔

خدا تعالےٰ۔ تصویر غالب و مغلوب میں یہ بھی تو ذکر کیا گیا تھا کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی مؤلف ہدیۃ الشیعہ و مولوی جہانگیر خاں شکوہ آبادی صاحب اظہار الہدے اپنے ہی علماء کے فتوے سے کافر قرار دیے گئے۔ مضامین فتاوے کو باطل کرکے اُن کا مسلمان ہونا ثابت کیا جائے۔ پھر تم نے ایسے جلیل القدر عالموں کے مسلمان ثابت کرنے سے کیوں گریز کیا؟ اگر کتب کا جواب

نہ دے سکتے تھے تو بنے بنلائے مسلمان علماء کا الزامِ کفر سے بچا دینا کتنا بڑا کام تھا؟

علماء - کیا ہمنے ٹھیکہ لیا تھا کہ ہر کافر شدہ کا تکفل کریں۔ اُن دونوں عالموں نے ایسا کام ہی کیوں کیا تھا جس سے کافر کہے گئے۔ مولوی محمد قاسم نے تجھ کو کلکٹر اور نبی کو سررشتہ دار لکھکر چند آیات کے معنی بدل ڈالے تھے۔ جہانگیر خاں نے حضرت علیؑ کی کرامات کو جوگیوں کی شعبدہ بازی سے تشبیہ دی تھی۔ جیسا کیا ویسا پایا۔ اور ہمپر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مضامین فتوے کے باطل نہ کرنے سے اُنکے مسلمان بنانے میں کیوں غفلت کی اُسکا جواب برسبیل اختصار یہ ہے کہ ہم کس کس کا جواب دیتے۔ اُدھر شاہ صاحب تشئید المطاعن وعبقات الانوار و دیگر اجوبہ تحفہ کے دار و گیر میں پھنسے ہوئے تھے۔ ایک طرف مولوی حیدر علی مؤلف منتہی الکلام صاحب استقصاء الافحام کے گھونسے کھا رہے تھے۔ مولوی مہدی علی مؤلف آیاتِ بیّنات پر رمی الجمرات کا بہرہ لگا ہوا تھا۔ قاضی احتشام الدین مراد آبادی نصیحۃ الشیعہ لکھکر رسالہ روشنی کی چمک سے شیر کرتیم بنے ہوئے تھے۔ مولوی ابو القاسم الہ آبادی اور سید ولایت حسین متوطن ضلع گیا انتصار الشرعیہ واخبار وکشف الحجاب وتشفی خوارج وسنی ومسکت المخالف کے گورکھ دھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ محمد قاسم ساکن سنبلہیڑہ ضلع مظفر نگر کی جان رسالہ سجادیہ گھور گھور کر نکال رہا تھا۔ مولوی خلیل احمد مؤلف ہدایات الرشید کے دعوئے غلبہ کو پرچہ تصویر غالب ومغلوب ہوا بتا رہا تھا۔ محمد قاسم نانوتوی وجہانگیر خاں شکوہ آبادی جنکے نا مسلمان رہنے کا ہم سے مواخذہ ہے تحفۃ الاشعریہ وشمس الضحیٰ کے عمیق تالاب میں غوطے کھا رہے تھے۔ چہار طرف یہی غل تھا۔ وہ مارا۔ اُسکو پچھاڑا۔ اُسکی ٹانگ توڑ دی۔ اُسکی گردن مروڑی۔ آخر روزِ دنیا تک اسی قسم کی ہیبتناک و وحشت انگیز آوازیں کانوں کو گنگناتی رہیں۔ ہم بجائے خود اسی فکر میں تھے کہ پہلے بڑے بڑے علماء کو شیعوں کے شکنجۂ کلام سے چھڑائیں تو پھر ان چھوٹے چھوٹے کچھ پیندیے مُلّا نوں کی جو کہ کافر ہوکر مرے ہیں کچھ فکر کریں۔ ہنوز کوئی منصوبہ ٹھیک نہوا تھا کہ اسرافیل نے صور پھونکدیا۔ دفعۃً قیامت آگئی۔ جو کھڑا تھا وہ کھڑا اور جو بیٹھا تھا وہ بیٹھا رہگیا۔ ابھی اچھی طرح میدانِ حشر کی سیر بھی نہ کی تھی کسی اپنے پرائے سے ملے بھی نہ تھے کہ سرکاری سپاہی پکڑ لائے۔

خدا تعالےٰ - جبکہ شیعوں نے محمد قاسم وجہانگیر خاں کی نسبت تم لوگوں سے فتوے طلب کیا تھا تو تم نے

اُنکو کا ذ تسلیم کر کے مذہبی وقار میں کیوں بٹہ لگایا؟
علماء یہی تو ہمارے عالموں میں کچا پن تھا کہ آگے پیچھے کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ کوئی کچھ لکھ دیتا تھا اور کوئی اُسکے خلاف راہ بتاتا تھا۔ اُسی لکھے ہوئے کو پیش کر کے شیعہ ہمارا گلا گھونٹتے تھے۔ ناچار ہمکو یہی کہنا پڑتا تھا کہ یہ عالم مائل بہ رفض ہو گیا تھا۔ اُسکے دماغ میں فتور آگیا تھا۔ اِس روایت کا سلسلہ سند منقطع ہے۔ فلاں روایت محدث یا مفسر نے اعتقاداً نہیں نقل کی۔ اور فلاں رطب و یابس جمع کر کے مر گئے۔ جھوٹی سچی باتوں کی تمیز نہ کرنے پائے تھے کہ قزاقِ اجل نے قافلہ حیات پر تاخت کی۔ ہم علماء میں اگر اختلاف تولی نہ ہوتا تو شیعہ کبھی بھی غالب نہ آتے۔ ہمارا مختلف القول ہونا شیعوں کا کام بنا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ ہماری کتابوں سے شیعہ ہم پر حجت لا کر ہمارا مُنہہ رشتۂ کلام سے سیتے رہے۔ اور چونکہ علمائے شیعہ میں در بابِ عصمت ائمہ و خلافت و امامت کوئی اختلاف نہ تھا لہٰذا ہم اُن پر کبھی کوئی حجت قائم نہ کر سکے۔ بہت ہی کچھ کوشش کی کہ شیعوں کو اُنکی کتب سے الزام دیں جیسا کہ وہ ہمکو دیتے ہیں۔ مگر ہرگز نہ ہو سکا۔ سر مار کر بیٹھ رہے۔ لیکن شیعہ بھی کچھ تھوڑے پانی کے نہ تھے۔ اُنہوں نے دھوکے سے بلا اظہار اسمیت استفتا کیا۔ چونکہ وہ مضمون معتقد کے کفر پر دلالت کرتا تھا لہٰذا لکھدیا کہ جو اسکا قائل ہے وہ کافر ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ ہمارے علمائے جلیل الشان پر انجام کار یہ نزلہ پڑیگا تو ہزار تاویلات سے اُسکی تصحیح کر دیتے یا حسب عادت خود جواب نہ دیتے۔ گیا مفتی کوئی لاٹھی لیے ہوئے کھڑا تھا۔
خدا تعالےٰ۔ اِس سے پہلے تمنے بیان کیا ہے کہ ہم دل میں منصوبہ باندھ رہے تھے کہ شیعوں کا جواب دیکر اپنے علمائے متکلمین کو اُنکے پنجے کی نوچ کھسوٹ سے بچائیں مگر دفعتہً قیامت آگئی۔ اِس کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ اگر ہم عمر دنیا میں کچھ ترقی کر دیتے تو تم ضرور اُن کتب شیعہ کا جواب دیتے جن سے مولوی عبد العزیز و حیدر علی وغیرہ کی تالیفات رد کی گئی ہیں۔ پس آج حُسن اتفاق سے تم سب اگلے پچھلے علمائے سنیہ ایک جگہ جمع ہوئے اور نیز وہ جملہ متکلمین بھی موجود ہیں جنکا کلام شیعوں نے باطل کر کے عدم وصول جواب سے ایک معقول و قابل قبول عذر پیش کیا ہے۔ تم سب علماء بہیئت مجموعی باہم مشورہ کر کے اسوقت ہمارے سامنے کوئی ایسا جواب مسکت خصم پیش کرو جس سے شیعوں کا بیان تحریری رد ہو جائے۔ یہ سُنکر ایک دوسرے سے سرگوشی کریگا کہ یارو اعدالت نے

حکم تو اچھا دیا ہے۔ کوئی تدبیر ضرور کرنی چاہیے۔ اُسوقت کوئی شاہ صاحب کو الگ لیجائیگا۔
کوئی حیدر علی و مہدی علی و محمد قاسم سے مُنہہ ملائیگا کہ یہاں سچ بتاؤ کیا جواب دیں مہلت
تو مل گئی ہے اگر تمام اجوبۂ تحفہ و منتہی الکلام وغیرہا کا کوئی مختصر سا جواب ہو سکتا ہو تو آؤ دیکر
اپنا راستہ پکڑیں۔ ہم تو اس جھمیلے میں محشر کی سیر سے بھی رُک گئے۔ خلفا نے بھلا مقدمہ تو ہیں
دائر کیا۔ ہماری جان غضب میں آگئی۔ دنیا میں انکی طرفداری سے شیعوں سے دھکے
کھاتے رہے۔ رات دن جھگڑے، قصے میں گزر گیا۔ اب منت کی جوابدہی میں پکڑے گئے۔
ہماری تو دنیا میں بھی خرابی رہی اور انجام عقبےٰ بھی کچھ بے نور نظر آتا ہے۔ آپ حضرات کی تحریرات
کے اعتبار سے یہی کہتے رہے کہ فدک ہبہ ہوا اور نہ علیؑ و امّ ایمنؓ وغیرہ نے اسپر گواہی دی۔
نہ سندِ فدک چاک کی گئی۔ نہ اولادِ انبیا کو ورثہ ملتا ہے۔ نہ فاطمہؑ کو ابوبکر سے ملال ہوا بلکہ ناجائز
دعوے کرنے سے بجائے خود نادم ہوئیں۔ نہ عدمِ حضوری نماز کے لیے منجانب سیدہؑ کوئی وصیت
بحق ابوبکر واقع ہوئی۔ نہ خلفا نے جیشِ اسامہ کی شرکت سے مُنہہ پھرایا۔ نہ جناب عمر
نے ہنگامِ طلب داشتِ خامہ و قرطاس اپنے مرشد کو ہذیان گو کہا۔ نہ پیغمبرؐ نے علیؑ کو خلیفہ بنایا۔
نہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ مُثبتِ خلافت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ آخر ان معاملات کی کوئی
اصلیت بھی ہے؟ (عبدالعزیز و حیدر علی وغیرہ) آنکھ کے اشارہ سے چپ رہو غُل نہ کرو۔
سب منازعات و معاملات کا ذکر علمائے متقدمین اپنی اپنی تصانیف میں کر چکے ہیں۔ اگر ہم دنیا میں
ایک بات کو بھی تسلیم کر لیتے تو سنتِ شیخین استادہ نہ رہتی۔ ترکِ عمل سے نیم جان ہوکر ختم کر جاتی۔
بڑی مرہم پٹی کر کے اُسکی اصلاح کی تھی جب تم لوگ وجود پذیر ہوئے تھے۔ اگر ہم خبر گیراں نہ ہوتے
تو اُس سنت پر عمل کرنیوالا اور اُسپر فریفتہ ہوکر جان دینے والا دنیا میں ایک بھی نظر نہ آتا۔ گو کہ
علمائے متقدمین اختلافِ کلام سے بہ نظر عوام اُسکو شکست و بے طاقت محض ثابت کر چکے
تھے۔ مگر پھر بھی ہم نے بہت جوڑ توڑ کر کے اُسکو سیدھا کیا۔ گو کہ ہماری کوشش خلافِ کتب تھی
مگر اُسوقت کی مصلحت کا ایسا ہی مقتضا تھا (دیگر اشخاص۔ واہ حضرت آپنے تو اپنے ہمراہ ہم کو
بھی ڈبو دیا) (عبدالعزیز و حیدر علی وغیرہ) کیا حیف تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ خود
کتابیں دیکھکر جیسا سمجھ میں آتا وہ کرتے (دیگر اشخاص) ہم تو تمہارے اعتبار پر مارے گئے تمنے

جس بات کا انکار کیا ہم سمجھ گئے کہ ضرور کتابوں میں نہ ہوگا۔ آپنے ہمکو دھوکا دیا (عبدالعزیز وغیرہ) کیوں خواہ مخواہ چڑ چڑ کر کے دماغ خالی کیے دیتے ہو۔ ہر شخص اپنے فعل کا مختار ہے۔ (دیگر اشخاص) ذرا مُنہ سنبھالکر بولو۔ چوری اور سرزوری۔ دھوکے بھی دیے۔ چالیس بھی بتلائیں اور پھر آنکھیں بھی دکھلاتے ہو۔ (عبدالعزیز وغیرہ) پھر ویسے ہی بکے چلے جاتے ہو۔ ارے یارو ہم کہہ چکے کہ اندراجات کتب سابقہ سے جو ہمنے انکار کیا تھا وہ مصلحت وقت تھی۔ پھر تم کیوں خواہ مخواہ ہم سے اُلجھتے ہو۔ (دیگر اشخاص) ہمکو تو قرینے سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ میں دوسرا مقدمہ ہونیوالا ہے۔ اور نہ معلوم یہ کمبخت مقدمہ کتنے بچے جنیگا۔ صاف کہے دیتے ہیں ہم تو سیدھا جواب لکھا دینگے کہ مصنفوں نے دھوکا بلکہ غوطہ دیا۔ (عبدالعزیز وغیرہ) تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے۔ خواہ مخواہ سر ہونیکو پھرتے ہو۔ جسوقت شیعوں نے تشئید المطاعن لکھی تھی یا عبقات الانوار میں ہمارا بیان رد کیا تھا اُسوقت کسنے دھوکا دیا تھا۔ کتب مذکورہ کو دیکھکر وہ جملہ کتابیں معائنہ کرلیتے جنکا حوالہ شیعوں نے دیا تھا۔ ہمارے لکھنے پر ایسے بھولے کہ آنکھ کھولکر کتاب نہ دیکھی۔ آئینہ حق نما میں تو شیعوں نے مع مصنفوں کے کتابوں کے نام بھی لکھدیے تھے۔ اور مزید برآں بصورت غلط ہونیکے پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اسپر بھی یہ سستی وکاہلی کہ آنکھیں بند کیے سو رہے۔ تمکو لازم تھا کہ کتابوں کو دیکھکر ہر ایک مضمونِ مندرجہ کی تاویل سے اصلاح کرتے۔ ہمارے اقوال میں جہاں انکار واقع ہوا تھا اُسکو درست بناتے۔ خود تو پڑے پڑے چارپائی توڑا کیے اور ہم سے آج دست بپنجہ ہوتے ہو (دیگر اشخاص) آپ زبردستی اپنی بلا ہمارے گلے ڈالتے ہیں۔ جناب نے تحفہ میں لکھا تھا کہ (ایں روایت درہیچ کتابے از کتب اہلسنت موجود نیست ولو بطریق ضعیف) صاحب عبقات الانوار نے اُسی روایت کو جسکا آپنے انکار کیا تھا پچاس کتابوں میں دکھا دیا۔ اور توثیق رواۃ بھی کردی۔ اوّل تو کلام غیر معصوم میں تاویل جائز نہ تھی ورنہ اس طرح ہر فاجر و زندیق کی بیہودہ سرائی بزور تاویل جائز ہوسکتی تھی۔ دوم آپکے صریح انکار اور پچاس ذی اعتبار علماء کے صاف اقرار میں ہم کیا پہلو نکال لیتے جس سے منکر و مقر دونوں بری سمجھے جاتے (عبدالعزیز وغیرہ) کیسے خشک مغز ہو۔ بات کی تہ کو نہیں سمجھتے۔ مفت میں مرے گرے آدمیوں کا مال کھایا۔

کیسے۔ ارے میاں کچھ جھوٹ سچ لکھ کر دو چار جواب تم ہی چھپوا دیتے۔ ہمارے اہلِ مذہب میں سوائے ڈُھنے جُلاہوں کے تمیزدار کون تھا۔ سب جان لیتے کہ تحفہ و منتہی الکلام وغیرہ کے جوابوں کا جواب ہو گیا۔ آج جو شیعہ گلا دبا رہے ہیں کہ ہماری تحریروں کا جواب نہیں دے سکے اُن کو یہ عذر کرنیکا موقع نہ ملتا۔

(دیگر اشخاص) خدا نے تو مہلت دیدی ہے اب کوئی تدبیر نکالیے جس سے ہماری اور آپ کی جان بچے۔

(عبد العزیز وغیرہ) جانے ہمارا.........

(دیگر اشخاص) میاں فلانے میاں اگلے میاں ڈھکلے ذرا دوڑ کے اس دھوکے باز کو پکڑ تو سہی غلطی میں بھی ہمکو ڈال گیا اور اب کیا کیا دکھا رہا ہے۔ یا اسکا علم کون کہتا ہے یہ تو دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں کا بیٹھنے والا ہے۔

(اگلے ڈھکلے) ہاں ہاں لیجیو پکڑیو۔ دوڑیو۔ جانے نہ پائے۔ یہ شور و غل سُنکر (خدا تعالیٰ) جبرئیلؑ دیکھو تو سہی۔ یہ کیسا غل غپاڑا ہو رہا ہے۔

(جبرئیلؑ) حضور۔ علمائے اہلسنت آپس میں اس طرح لڑ رہے ہیں کہ جیسے شمر و یزید میں بعد قتلِ امام حسینؑ تکرار ہوئی تھی۔ شمر سے یزید نے پوچھا کہ حسینؑ کو کسنے قتل کیا؟ اُسنے کہا عمر سعد نے۔ وہ جوابدہ ہوا کہ ابنِ زیاد نے قتل کیا۔ فوج بھیجی۔ ہر ایک کو ملک و مال دینے کا وعدہ کیا۔ ابنِ زیاد نے کہا کہ اصل قاتل یزید ہے جسنے خزانہ کا دروازہ کھولدیا۔ نہ وہ حکم دیتا اور نہ حسینؑ قتل ہوتے۔ ایسے ہی علمائے اہلسنت ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہیں۔

(خدا تعالےٰ) اچھا اِن سے کہو کہ احاطۂ عدالت سے باہر جا کر ہشت مُشت کریں۔

(جبرئیلؑ) چُپ چُپ۔ تمکو نظر نہیں آتا۔ خدا عزوجل مصروفِ حساب ہے۔ سپاہی ڈنڈا لیے سامنے کھڑے ہیں۔ بارگاہِ الٰہی کو چوپال سمجھے ہو جو گنوار بنے ہوئے بدتہذیب باتیں کر رہے ہو۔ چلو یہاں سے دور ہو۔ ورنہ حوالات بھیجدیے جاؤ گے۔

الحاصل اُس وقت آپس میں بہ نرمی و ملائمت یہ تجویز کرینگے کہ بھائیو جو ہونا تھا وہ ہو چکا باہم لڑنے بھڑنے سے کیا نتیجہ۔ خدا نے جس بات کی لیے مہلت دی تھی اُسکا سرانجام کچھ ہو نہیں ہو سکتا۔

اب تھوڑی دیر میں عدالت کا سپاہی شور مچائے گا کہ فلاں ہے فلاں ہے۔ فلاں ہے۔ بہتر ہے کہ دربار کی پکار سے پہلے انہیں کے پاس چلیں جن کی بدولت یہ دن نصیب ہوا ہے اگر وہ مستدعا کو عدم پیروی میں خارج کردیں تو جان بچے ورنہ ہم فضول مارے گئے۔ یہ مشورہ کرکے سب کے سب ثلاثہ کے پاس جاکر پہلے بصد ادب حضرت صدیق اکبر کو سلام کرکے کہیں گے اے یار غار دنیا میں آپ کی سنت کو شاخ طوبیٰ سمجھکر دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑے رہے چھوڑا نہیں آج وقت مددگاری ہے وہ جواب دیں گے کہ میاں بھلا ہو۔ تیلیو بھائی نداً فو۔ قصائیو۔ میں نہ پہلے کچھ جانتا تھا اور نہ اب جانتا ہوں۔ ویسے ہی ہما شورہ اہل حل و عقد آدمیوں کے لوٹنے میں ناگہانی طور پر بھائی عمر کی بدولت خلیفہ ہو گیا تھا۔ جو کچھ وہ سمجھاتے بجھاتے سکھاتے پڑھاتے رہے میں کٹھ پتلی کی طرح اشارے کرتا رہا قسم لیلو جو بندہ نے اپنے اختیار سے کوئی کام کیا ہو اسی واسطے تیرھویں صدی کے محقق کامل ڈاکٹر آنریبل سرسید احمد خاں صاحب نے میری خلافت کے تین چار سالوں کو بھی بھائی عمر کی مدت خلافت کے ساتھ شکنجہ میزان میں کھینچ دیا تھا تم سمجھ لو کہ جب میری خلافت کا زمانہ ہی ندارد کر دیا گیا تو میں ایک حقیقت محض رہ گیا۔ میاں عمر کو داؤگھات بہت یاد ہیں اُن ہی سے کوئی تدبیر پوچھو۔ ہاں میں ہاں میں بھی ملا دوں گا اسوقت کانپتے ہوئے حضرت عمر کے پاس جاکر کہیں گے کہ یا فاروق اعظم وقت دستگیری ہے باوصف طول قامت آپ ہی ایک تودہ عقل دیکھے گئے ہیں اسوقت کوئی ایسی چال بتائیے جس سے یہ جنجال دفع ہو۔ بڑے صاحب نے بھی آپ ہی کا حوالہ دیا ہے۔ ہماری فدویانہ وفاداری سے آپ خوب واقف ہیں کہ دنیا میں آپ کی وفاداری کس حد تک کی ہے آپ کی ہر ناجائز کارروائی کو مخالفوں کے سامنے جائز کرکے چھوڑا۔ حضور جو فاطمہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ گئے تھے ہم نے اصلاح کر دی کہ وہاں بدمعاش جمع ہو رہے تھے اُن کی گوشمالی ضرور تھی۔ اگر جلا بھی دیا جاتا تو کوئی عیب نہ تھا آپ نے جو نبیؐ کو دوات و قلم نہ دیا فدویان نے اس کے یہ معنی بیان کر دیئے کہ بخیال رفع تکلیف آنحضرتؐ نے ایسا کیا تھا کیونکہ لکھنے لکھانے میں تصدیعہ ہوتا۔ جناب نے وفات پیغمبرؐ سے انکار کیا بندگان درگاہ نے اس کی یہ تاویل کی کہ جوش محبت سے ایسے بیہوش ہوئے

کہ منکر مرگ ہوگئے غرضکہ ہمیشہ آپ کے افعال کی بزور قلم اصلاح کرتے رہے اُس کے صلہ میں آج اس دار وگیر سے بچا دیجئے +

عمر۔ اے صاحبو تم نے ہماری طرفداری میں جو دنیا کے اندر کوششیں کیں اس کا بدلہ وہیں پا لیا دنیا ہی میں جو عیش تمکو نصیب ہوئے وہ ہمارے مخالفوں کے حصہ میں نہ آئے۔ تمہارے لئے دنیا جنت تھی اور اُن کے واسطے دوزخ۔ تمہارے لئے مقام امن تھا اُن کے واسطے محل خوف وہ تقیہ سے بعض مواقع پر گزر کرتے تھے اور تم بیدھڑک ہوکر گلیوں میں چار یار پکارتے تھے ہماری محبت کا معاوضہ تم کو کافی طور پر مل چکا اب ہم سے کوئی امید نہ رکھو اس سررشتہ میں ہمارا رسوخ نہیں۔ مثل تمہارے ہم بھی عوام میں داخل ہیں۔ آج مفتاح جنت فاطمہؑ کے ہاتھ میں ہے اور وہ تم سے نہایت ناخوش ہیں۔ ذرا ہم سے الگ کھڑے ہو۔ دیکھتے نہیں کہ حبیبؐ خدا و شیر اللہ و فاطمہؑ زہرا مع حسنینؑ حوض کوثر پر کھڑے ہوئے ہیں اگر اس طرف نگاہ پڑ گئی اور تم کو ہم سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ پایا تو ہماری مٹی پلید ہو جائے گی +

جمیع اہل سنت۔ لاحول ولا قوۃ کمزور کا ساتھی ہمیشہ ڈوبا ہے دنیا میں ان لوگوں کا دامن سنبھالے رہے جس کا نتیجہ یہ ملا کہ بے والی وارث در بدر مارے مارے پھرتے ہیں ان حضرات کی حمایت طرفداری میں دین و ایمان کھویا۔ دیکھو تو سہی کیا طوطے کی سی آنکھیں بدل گئے۔ اگر اہل بیتؑ کے ساتھ اتنی دلخواہی کرتے تو نہ معلوم آج کیا رتبہ ملتا۔ خدا کرے ان کا مقدمہ خارج ہو جائے یا کریم کارساز کوئی ایسا پیچ ڈالدے کہ یہ بھی کسی قانونی جرم میں ماخوذ ہوکر ہمارے ساتھ جائیں وہاں ان دونوں کی ایسی خدمت کریں گے کہ یاد رکھیں +

اسوقت پھر علماء و دیگر اہل سنت باہم گرم مشورہ ہوں گے کہ بھائیو گو کہ اپنی کرتوتوں سے ہمارا اسوقت جناب سیدہؑ کے پاس جانا ایسا ہی شرم دلانیوالا ہے کہ جیسا شمر کو حضرت زینبؑ کے سامنے جانے سے حجاب ہوا تھا۔ کیونکہ کوئی گستاخی ایسی نہیں ہے جو ہماری قلم سے بحق سیدہؑ روئے کاغذ سیاہ کرنیوالی نہ ہوئی ہو۔ مگر بلا فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے کام نہیں چلتا۔ یہ کہکر بار ندامت سے گردن جھکائے ہوئے ایک ایک پیر ہزار ہزار من کا بنائے خانوادۂ رحمت کی طرف رجوع کرکے عرض حال کریں گے کہ اے بضعۂ رسولؐ آپ کا خاندان ایسا منبع سخا و کرم ہے

کہ جناب کے پدر بزرگوار کو خلق عظیم کا خطاب ملا ہے۔ جناب امیرؑ نے قاتل کو شربت پلایا۔ اپنے مخالفوں پر فتح پاکر اُنکے مال و آبرو سے تعرض نہ کیا۔ حسنؑ نے زہر دینے والی عورت کا نام نہ بتایا۔ حسینؑ نے شمر کو بعہد خلافت مرتضوی جیلخانہ سے رہا کرایا۔ سید الساجدین نے یزید کو نماز غفیلہ سکھائی۔ زینبؑ نے اہل شام سے ہر قسم کی اذیت اُٹھا کر کبھی بددعا نہ کی۔ اِس وقت ہم نہایت شرم ندامت سے آپ کی دامن دولت کی طرف رجوع ہوئے ہیں۔ گو کیسے ہی خطاوار ہیں۔ مگر آپ کے پدر بزرگوار کی اُمت میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ہمارے حال زار پر رحم کیجیے۔ دنیا میں جن کی محبت سے آپکی مخالفت اختیار کی تھی وہ تو ٹکا سا جواب دے چکے۔

اُس وقت جناب فاطمہؑ باینہمہ صبر و تحمل نہایت غصہ ہو کر فرمائینگی کہ تم کیسے مسلمان تھے کہ باوصف امتی ہونیکے ہمیشہ مجھ سے بر سر مخالفت رہے۔ ہبۂ فدک میں مجھ کو مع میرے معزز گواہوں کے طالب ناجائز قرار دیا۔ بابا کی وراثت سے خارج کر دیا۔ میرا شمار اہل نفسانیت میں کیا۔ بلکہ یہاں تک مجھ کو بے توقیر بنایا کہ ڈسمسی مقدمہ سے اہل ندامت کی فرد میں اوّل درجہ پر میرا نام لکھدیا۔ کیوں رے عبد العزیز! ذرا گردن تو اُٹھا۔ تو نے تحفہ میں نہیں لکھا تھا کہ میرے گھر میں مفسد و اہل بغاوت جمع ہو کر خلیفۂ اوّل کی خلافت برہم کرنے میں مشورہ کرتے تھے درحالیکہ میں اُنکے اجتماع سے ناراض تھی۔ بھلا کہیں خدا کی خدائی میں ایسا ہوا ہے کہ باغی لوگ ایک بادشاہ کو تخت سے اُتارنیکا مشورہ کسی رعایا کے گھر میں بلا اُسکی شرکت و رضامندی کے کر سکیں جب ایسا منصوبہ کیا جائیگا۔ ممکن نہیں کہ صاحب خانہ اُس کمیٹی سے الگ رہے۔ شیعوں کو تمہارے کہنے سے یقین ہو گیا کہ جب باغی لوگ فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھکر عزل ابوبکر میں رائے زن ہوتے تھے تو علیؑ و فاطمہؑ غالب شریک ہونگے۔ پس وہ خلیفۂ اوّل کی خلافت کا ہماری مرضی کے خلاف واقع ہونا قیاس کرکے تاما ابوبکر وامثالہم سے بگڑ بیٹھے نہ تم یہ باتیں لکھتے اور نہ اُنکو خلفاء سے بدظنی کرنیکی گنجائش ملتی۔ شیعوں نے جسقدر گستاخیاں بابا کے اصحاب سے کیں وہ سب تمہاری تحریروں کی اقتضا ہے۔ پس اُسکے مواخذہ دار تم ہو نہ ہمارے شیعہ۔ تمہارا اکثر مواقع پر یہ بیان ہوا ہے کہ خلافت ابوبکر کی آیۂ استخلاف سے خبر دی گئی ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

(سورۃ النور) بخلاف اِس کے تحفہ میں لکھدیا کہ خلفائے ثلثہ نہ معصوم اند ونہ منصوص۔ ذرا دل میں سوچو کہ جب آیۂ موصوف مبشّر بخلافت بکر یہ تھی تو عدم نص پر تمہارا قول کسقدر تناقض کلامی کا تیر الزام ڈالنے والا ہے۔ سوائے ازیں آیۂ موصوفہ میں جو خلیفہ موعود من اللہ ہوا ہے اُس کی علامتیں بیان کی گئی ہیں اور علامات مندرجہ آیت خلافت ابو بکر پر کسی طرح منطبق نہیں ہوسکتیں آیا میں بطور نمونہ دو ایک علامتوں کا ذکر کرتی ہوں۔ جس خلیفہ سے یہ آیت متعلق ہو اُسکے وقت میں تین باتیں ضرور ہونی چاہیے تھیں۔ اوّل تمکین دین فی الارض۔ دوم زوال خوف و حصول امن مومنین سوم۔ دین پسندیدہ یعنی طریقہ اُنکا ایسا پسندیدہ ہوگا کہ ہر آئنہ قابل تمسک سمجھا جائیگا تمکین ارض سے یہ مراد ہے کہ تمام روئے زمین پر مسلمانوں کا حاکمانہ طور پر قبضہ ہوجائے۔ اور اُن کو ایسا امن حاصل ہو کہ کسی نوع کا خوف و اضطرار طبائع اہل اسلام پر باقی نہ رہے۔ پس اگر بروئے آیۂ استخلاف ابو بکر صاحب کو خلیفہ سمجھا جائے تو اُنکے زمانہ میں کہاں ایسی تمکین دین ہوئی کہ سب مسلمان روئے زمین پر تسلط تام پا گئے ہوں۔ یہ بات تو خود رسول مقبول کو بھی حاصل نہوئی تھی۔ اور اگر محض خلیفہ ہوجانیکی وجہ سے آیہ موصوفہ کو متعلق بہ ابو بکر تصور کیا جائے تو کوئی وجہ خصوصیت کی نہیں پائی جاتی۔ ہر خلیفہ سے اُسکا تعلق ہونا چاہیے۔ کیونکہ بموجب حدیث خلفائے اثنا عشر جمیع خلفاء نے اسلام کو بڑھایا۔ عرب سے عجم و ہندوستان تک پہنچایا۔ جرمن و فرانس و چین و روس و غیر ممالک میں اسلام کا جھنڈا جا گاڑا۔ ہمبریں قیاس وہ سلاطین کہ جنہوں نے ممالک غیر میں اسلام کو پہنچایا آیۂ استخلاف سے بہ نسبت ابو بکر بدرجہا علاقہ رکھنے والے متصور ہوسکتے ہیں۔ بارھویں صدی تک ہر مسلمان بادشاہ کی ترقیات و توسیعات کا حساب ابو بکر کے زمانہ کی ترقی حیثیت سے سینکڑوں نمبر بڑھا ہوا ہے۔ اگر خلافت ابو بکر حسب وعدۂ خداوندی جودینۂ ہوئی ہوتی تو سرآمد محققین سرسید احمد خاں بانی محمدن اسکول علیگڑھ باوصف سُنّی المذہب ہونیکے اُنکے زمانہ کی فتوحات و ترقیات کو بے حقیقت محض سمجھ کر عمر کی کارگزاریوں کے ذیل میں شمار نہ کرتا۔ خوب سمجھ لو کہ آیۂ موصوفۂ بالا میں وہ زمانہ مراد لیا گیا ہے جو کہ میرے پسر فرخندہ سیر مہدیؑ ہی کو نصیب ہوا۔ اسلام مثل ابر رحمت قاف سے تا قاف پھیل گیا۔ تمام ادیان باطلہ سے زمین پاک ہوگئی۔ اہل اسلام کو ایسا امن ملا کہ بیخوف و خطر فرائض منصبی کو ادا کیا اختلاف مذاہب

اٹھ گیا۔ سوائے حق پرست لوگوں کے ارباب ظلم و جور و اہل فسق و فجور سے کوئی نہ رہا۔ خدا کی زمین اہل بدعت و ضلالت سے خالی ہو گئی کوئی مفسد و بدخواہ اسلام باقی نہ رہا۔ ابوبکر صاحب کے زمانہ کی تمکین تو دیکھ چکے۔ ان کا حال بھی سن لو۔ میں بہت باتوں کو چھوڑ کر بطور نمونہ چند چند واقعات دکھاتی ہوں جن سے ابوبکر وغیرہ کے وقت میں بد امنی کا پورا ثبوت ہو جائے گا۔ ابوبکر نے باہتمام خالد ابن ولید مالک بن نویرہ مرد مسلمان کو معہ ایک کثیر التعداد مسلمانوں کے بالزام ردت مار ڈالا۔ حالانکہ تمہیں لوگوں میں سے مثل صاحب حبیب السیر و روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا وغیرہ نے لکھدیا کہ بوقت محاصرہ اہل لشکر نے اس قریہ سے آواز اذان سنی تھی بعد استغاثہ محض میری تحقیقات سے ثابت ہوا کہ وہ مرتد نہ تھے۔ بلکہ جیسے مسلمان ہوا کرتے ہیں ویسے تھے۔ بروقت لشکر کشی خالد سے انہوں نے اتنی بات کہی تھی کہ ہم اموال زکوۃ و صدقات ابوبکر کو اس وجہ سے نہیں دیسکتے کہ وہ خلیفہ منصوص من اللہ و الرسول نہیں ہیں ہمارے نزدیک

بیت زمشرق تا بمغرب گر امام است + علیؑ و آل او ما را تمام است +

حضرت امیرؑ جس وقت طلب فرمائیں گے بلا عذر دیدیں گے۔ خالد نے کچھ نہ سنا اور اس کو مار ڈالا گھر بار لوٹ کر ہتک حرمت کیا۔ بالآخر ابوبکر نے نادم ہو کر اس کا خون بہا بیت المال سے ادا کیا۔ اب تمہیں بتاؤ کہ کیا مسلمانوں کا بعد خوف امن و امان پانا اور راحت و آسایش سے بسر کرنا حسب مفاد آیت اسی کا نام ہے جو بعہد خلیفہ بقول تمہارے وقوع پذیر ہوا۔ شیعہ نے اگر ان کے وقت سلطنت کو تمہاری تحریر کے اعتبار پر خلاف منشاء آیت سمجھا تو کیا بیجا کیا۔ اسے بھی جانے دو۔ مجھ کو تو تم غالباً مسلمان جانتے ہو گے۔ میرے معاملہ میں مسلم و بخاری جیسے معتمد لوگوں نے لکھدیا کہ فاطمہؑ ابوبکر سے ایسی رنجیدہ ہوئیں کہ فرط غیظ و غضب سے باب گفت و شنود پیغام و سلام بند کر لیا۔ میری اتباع سے اگر شیعہ نے بھی خلفاء سے ترک ملت کیا تو کیا خطا کی۔ سوا اس کے کتابوں میں تم نے لکھا کہ عمر بحکم ابوبکر فاطمہؑ کے دروازے پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ گیا اور چیخ چیخ کر پکارا کہ اے فاطمہؑ یا تو باغیوں کو اپنے گھر سے نکالدو نہیں تو میں تمہارا جھونپڑا پھونکدونگا۔ اس سے بڑھکر اور سنئے آپ صاحبان نے اپنی تالیفات میں یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ فاطمہؑ باپ کے مرنے پر رونے سے منع کی گئی۔ مؤلف مسلم نے لکھدیا کہ فاطمہؑ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازے پر نہ آئے۔

تمہیں لوگ رقمطراز ہوتے تھے کہ فاطمہؑ کی حیات تک جو علیؑ کی روداری تھی وہ بعد میں نہ رہی
لہذا انھوں نے مضطر ہوکر ابو بکر سے بیعت کی بایں ہمہ تم نے یہ بھی لکھدیا کہ ابو بکر کی بیعت لوگوں
نے بلا غور و خوض کرلی تھی خدا نے انکی جہانسوز شرارت سے بچایا تم نے یہ بھی لکھا تھا کہ ابو بکر نے
اقالہ بیعت کرنا چاہا۔ یعنی خلافت سے استعفا دینے کی خواہش کی۔ سوائے اُن معاملات کے
جو کہ مابین شاہ و رعایا ہوتے ہیں۔ عمر کی نسبت تم نے ایجاد تراویح و حرمت متعہ و ایزادی
الصلوٰۃ خیر من النوم وغیرہ کا الزام لگایا۔ عثمان کو مرید سسرال بتایا۔ مروان کے لئے بیت المال
کا وقف کرنا ظاہر کیا۔ عمار یاسر کو پٹوانا ابو ذر غفاری کو مدینہ سے نکلوانا۔ صدہا قرآنوں کا
جلوانا۔ اسکی نسبت تم نے اپنی اپنی تصنیفات میں بیان کیا۔ اب تم خود منصف بنکر جواب دو کہ ایسی
پرشور اوقات کو جن میں مسلمان قتل کئے جائیں ان کا گھر بار لوٹ لیا جائے ماتم سرا جلائی جلائیں۔
عزیز مردہ لوگ رونے سے منع ہوں اصحاب رسول مار کھائیں جلا وطن ہوں کلام خدا جلایا جائے
بیت المال شیر مادر سمجھا جائے تنگ دستی سے لوگ تنگ و مضطر ہوکر بیعت کریں خود خلیفۂ وقت اپنی ذات کو ناقابل
خلافت قرار دیکر استعفا دینا چاہے کسی طرح بھی امن کے ساتھ تعبیر دیئے جاسکتے ہیں میرے
موالیان نے تمہاری تحریروں کو سچا باور کرکے اگر خلفاء سے بپاداش کردار ناشایستہ لنیئہ مروڑ
کی اور اُن کو خلیفۂ موعود و منصوص نہ سمجھا اور اُن کے حق میں کم و بیش کہتے رہے تو کس خطا
کے مرتکب ہوئے کیا آیہ استخلاف نے اسی قسم کے خلفاء کی خبر دی تھی اور مسلمانوں کو بعد خوف
چین و آرام ملنا اسی آسایش کا نام ہے جس کا مجملاً ذکر تمہارے سامنے کیا گیا تم لوگ چونکہ
عالم و فاضل ہو سمجھ سمجھکر بلا دخل خواہش طبیعت جواب دو کہ اگر شیعہ نے ایسے خلفاء کو میری
وجہ سے بیقدر محض سمجھکر اُن کے مینار اقتدار کو جڑ سے گرایا تو کیا بیجا کیا۔ رہی تیسری بات یعنی
یہ کہ دین انکا پسندیدہ قابل تمسک تھا۔ اسی کے باب میں تم نے لکھا کہ مجلس شوریٰ میں عبدالرحمٰن
وغیرہ کے سامنے علیؑ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار کیا۔ تعجب ہے کہ علیؑ بقول تمہارے
منکر از اتباع دین پسندیدہ ہوئے ضرور کچھ شرم کرنی چاہئے + حدیث ثقلین کو تم نے ہر نوع سے
منظور کرکے اس بات کا بلا انکار اقرار کرلیا کہ بے شبہہ حضرتؐ نے قرآن و اہلبیتؑ کو امت پر
حاکم کیا تھا۔ ساتھ ہی تحفہ میں مان لیا کہ مذہبیکہ مخالف ایں ہر دو باشد یعنی قرآن و عترت ثمرۂ او

عقلاً باطل ہے۔ اور پھر اُسکے خلاف ایسی بات ظاہر کی جس نے تمہارے عقیدے کی بنیاد کو متزلزل کر ڈالا۔ اور وہ یہ ہے کہ ابوبکر نے علیؑ سے بیعت طلب کی۔ اور اُنہوں نے برغبت تمام ابوبکر کو سردارِ دین مانکر بیعت کی۔ بھلا یہ خلافِ عقل بات کب کسی کا ذہن مان سکتا ہے کہ جس کو نبیؐ نے حاکم و سردارِ اُمت گردانا ہو وہ کسی کی بیعت کا گلوبند اپنی گردن میں ڈالکے ادنےٰ رعایا میں داخل ہو جائے۔ کیونکہ بیعت کنندہ بیعت گیرندہ کی رعایا اور تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اگر علیؑ نے بقول تمہارے ابوبکر کو امامِ واجب الاتباع وجائز الاطاعت سمجھ کر طیبِ خاطر بیعت کی تھی تو سوائے دیگر الزامات کے اِس میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ ابوبکر و علیؑ سخت ملزم قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ ابوبکر نے ایسے شخص سے کیوں بیعت طلب کی جسکو بموجب حدیثِ ثقلین نبیؐ اپنی اُمت کا سردارِ دین قائم کر چکے تھے۔ اور علیؑ نے ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ کیوں دیا۔ درحالیکہ وہ سردارِ اُمت بنائے گئے تھے۔ اگر فی الواقع بیعتِ مرتضوی بقاعدۂ اصلی ظہور میں آئی تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے بخلافِ حکمِ نبیؐ کیا۔ اور نیز علیؑ میں سرداری کرنے اور پیشوائے دین بننے کا مادّہ نہ تھا۔ اگر قابلیتِ خلافت ہوتی تو آمر سے مامور و حاکم سے محکوم و بادشاہ سے رعایا نہ بنتے۔ ساتھ ہی جنابِ رسالتمآبؐ پر یہ ایراد ہو سکتا ہے کہ چنداں عقلمند نہ تھے۔ اگر عاقبت اندیش ہوتے تو اُمت کو ایسے آدمی کی اطاعت کا حکم نہ فرماتے جسکو سرداری کرنیکی لیاقت نہ تھی۔ اسی طرح سلسلہ در سلسلہ خدا تک نوبت پہنچتی ہے کہ ایسا کوتاہ فہم نبی ہدایتِ خلقت کے لیے کیوں مبعوث فرمایا جس میں مردم شناسی کی قابلیت نہ تھی۔ اور اگر حسبِ قولِ شیعہ قصۂ بیعتِ مرتضوی بیہودہ ہے تو نہ علیؑ و ابوبکر پر کوئی الزام وارد ہو سکتا ہے۔ نہ خدا و نبیؐ پر۔ شیعوں نے تمہاری کتابوں میں یہ قضایائے متناقضہ و متنافرہ دیکھکر اگر خلفا کے غیر مستحقِ حکومت ہونیکا اعتقاد کر لیا تو کس جرم کے مرتکب ہوئے۔ تم نے خود بخاری و مسلم میں درج کیا کہ بقولِ عمر علیؑ ابوبکر و عمر کو کاذب و غادر و خائن جانتے تھے۔ تمہاری تحریر کے اعتبار سے شیعوں نے اگر ابوبکر و عمر کو جھوٹا اعتقاد کیا تو کیوں ملزم کہے گئے۔ بیچارے شیعوں نے تو وہی کیا اور کہا جو تمنے کہلوایا اور کرایا۔ تم ہی لوگوں نے بیان کیا تھا کہ نبیؐ سے پوچھا گیا کہ بعد آپکی وفات کے کسکو خلیفہ بنایا جائے؟ جواب ملا کہ ابوبکرؓ کو خلیفہ کروگے تو با امانت پاؤ گے۔ عمر کو تختِ خلافت پر بٹھاؤ گے تو باشوکت و صولت دیکھوگے علیؑ کو حاکم و ولیِ امرِ اُمت سمجھوگے

تو سیدھا اپنے مقلدوں کو جنت میں لیجائیگا۔ مگر مجھ کو امید نہیں ہے کہ تم اُسکی خلافت پر رضامند ہو۔ چونکہ ہر مسلمان طلب بہشت میں جانکاہی کرکے ہر طرح کے عمل خیر بجالاتا ہے اگر شیعوں نے بمطابعت حکم نبوی امید بہشت میں علیؑ کو خلیفۂ بلا فصل جانا تو کس بیجا بات پر کمر باندھی۔ قرآن کی نسبت تم نے لکھدیا کہ باحتمال اشتمال الفاظ غیر منزلہ عثمان نے چیر پھاڑ کر پھونکدیا۔ خود ہی یہ مشہور کیا کہ تین چیزیں قیامت میں خدا سے شکوہ کرینگی مسجد۔ قرآن۔ عالم از آنجملہ قرآن کا یہ استغاثہ ہوگا کہ خدایا مجھ کو پھونکا اور پھاڑ ڈالا۔ پس جبکہ قرآن کی جلانے اور چیر پھاڑ کر پھینکدینے کا تمکو خود اقرار ہے۔ نیز روزِ قیامت اُسکے شاکی ہونیکے بھی مقر ہو تو تمہارے مسلمات کے موافق شیعوں نے اگر عثمان کو محرق القرآن کہا تو کیا جھوٹ بولا۔ دُلہن اماں عائشہ بھی تو دُلھا بھائی عثمان کو قرآن کا جلانیوالا کہا کرتی تھیں تم لوگوں نے دنیا میں میری اذیت کے وسائل کی ہمرسانی میں کوئی درجہ نہیں اُٹھا رکھا تھا۔ میرے گھر سے اسلام سیکھا اور مجھ ہی کو محمد قاسم نے بجواب رسالہ سجادیہ ناقص العقل والدین لکھا۔ کسی عالم سے یہ نہو سکا کہ مثل مولوی محمد قاسم نانوتوی مؤلف ہدیۃ الشیعہ و مولوی جہانگیر خاں مؤلف اظہار الہدےٰ اُسکا بھی خارج از اسلام ہونا لکھدیتے۔ کیا تمہارے عقیدے میں بربنائے اعتقاد مذکور محمد قاسم کفر و زندقہ کی تاریک کنوئیں میں گرادینے کے قابل نہیں تھا شیعوں نے سمجھ لیا کہ جب خلفا پرست عالم نبیؐ کی بیٹی کو ناقص العقل والدین بتاتا ہے۔ اور اُسکی امداد پر مناظرۂ بصرہ سادات میں چند علماء کمر باندھے ہوئے ہیں۔ پس اُنہوں نے خیال کرلیا کہ جب مریدوں کی عقیدت کا یہ حال ہے تو اُن کے پیر ضرور اُن شدائد کے مرتکب ہوئے ہونگے جن کا ذکر علماء نے اپنی اپنی کتب میں تحقیقات سے کیا ہے۔ پس وہ پہلے سے بھی زیادہ خلفاء کو گرم گرم فقرات سُنانے لگے۔ میری دانست میں شیعہ محض بے قصور ہیں۔ نہ تم ایسی پیچیدہ کارروائیاں کرتے۔ نہ وہ خلفاء کو لپیٹ دار الفاظ سناتے بھلا تمہاری زیادتیوں کی کوئی حد ہے۔ شیعہ میری اولاد کا مقتول جفا ہونا سُنکر روئیں اور تم قہقہہ اُڑاؤ۔ مزید برآں مجالس میں جانے سے اپنے مقلدوں کو روکو

حکام وقت سے ستغیث ہو کہ تعزیہ نہ بنایا جاوے اصغر کا جھولا اور عابد بیمار کا بستر نہ نکالا جاوے - بھلا تمہارا اس میں کیا حرج تھا - مگر میں سمجھتی ہوں کہ بلباس محبت ظاہری تم سب نے دنیا میں میرا نام میٹنا چاہا تھا - اگر میری اولاد سے سادات اور موالیان خیراندیشان سے دیگر مومنین نہ ہوتے تو تم نے میرا نام گم کر دینے میں کوئی کسر تھوڑی باقی رکھی تھی - جس طرح ہمارے گھرانے کی اور فضیلتیں تمہارے سینہ سے نکل گئیں تھیں اسیطرح واقعہ کربلا کو بھی خلقت بھول جاتی - خدا انجام بخیر کرے میرے شیعوں کا کہ اُنہوں نے ہمارے فضائل و مناقب و مصائب کو ہمیشہ زندہ رکھا ہائے ہائے اسوقت میرے زخم سینہ پر گویا نمک چھڑکا جارہا ہے - یزید میرے کنبہ کے آدمیوں سے بچوں تک کو نکھورے اور تم اُسکو ساتواں خلیفہ اور مومن و شاہزادہ سمجھو - شمر حسین کے سینہ پر سوار ہو - اور عمر ابن سعد فوج بیکراں لیکر میرے پیارے حسین کو زیر کرے اور تم اُن سے اخذ روایات کرکے اوراق کتب سیاہ کرو اور پھر فخریہ کہو کہ یہ کتابیں از قسم صحاح ہیں - چلو دور رہو میرے سامنے سے جہاں تک ممکن ہوگا میں تمہاری ماخوذی میں کوشش و پیروی کرونگی اور وہ سزا دلاؤں گی - جس کو ابدالآباد تک یاد رکھو المختصر سب طرف سے علمائے اہل سنت سنگریزہ ہائے یاس و حرمان گود میں بھرکر دروازہ عدالت العالیہ پر حاضر ہو کے عرض کرینگے کہ اسوقت ہماری عقل چکر میں ہے نہ کسی جواب کا اہتمام ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ہماری شفاعت کی حامی بھرتا ہے - جن کی بدولت ہم بگڑے بگڑے پھرتے ہیں - جب وہ ہی آنکھ چرا گئے تو دوسرے سے کیا امید کریں +

اس مقدمہ میں خدا کا درمیانی حکم +

آج یہ مقدمہ ہمارے سامنے باہش ہو کر اول سے آخر تک مثل ملاحظہ سے

گذری۔ بیانات مدعا علیہم پر کافی غور کرنے سے یہ نتیجہ مستفاد ہوا خود ہوا کہ بے شبہ گروہ شیعہ نے ہمارے رسولؐ کے یاران وفادار کے ساتھ ایسے سخت موذیانہ الفاظ کا برتاؤ کیا ہے کہ جس سے اُن کا سینہ وجگر شق ہو گیا اور اہل دنیا کی نظر میں وہ نہایت ہی خواری کی نگاہ سے دیکھے گئے۔ عام طور پر ظالم وغاصب و کاذب وغادر سمجھے گئے حالانکہ وہ باعتبار کسی واقعہ کے یہ حیثیت نہ رکھتے تھے کہ ایسی بُری صفات سے متصف کئے جائیں لیکن شیعہ کے بیان تحریری سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک حد خاص تک اس معاملہ میں معذور ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کسی ذاتی غرض سے ارتکاب سب وشتم نہیں کیا بلکہ مقلدان خلفاء پاکباز کی تالیفات میں اُن کی سوء کرداریاں و بدرفتاریاں دیکھکر بہ مقتضائے محبت خاندان رسالت جو کہ ہر مسلمان پر واجب تھی سدعوی کا سینہ تیر مطاعن سے فگار کرنے لگے۔ کاش مدعا علیہم کی استدعا مندرجہ آئینہ حق نما پر علماء سنیہ غور خوض کر کے بہ مقتضائے طمع دنیا دنی ہزار روپیہ کے جھین جھپٹ میں توجیہات دور از کار بیان کر کے انعقاد کمیٹی سے اپنی جان نہ چُراتے اور اپنی رد شدہ کتابوں کے جوابات لکھکر وقف انظار شیعہ کر دیتے تو مدعا علیہم کو آج عذرات جایز وقابل التفات پیش کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ علمائے سُنیہ یعنے مقلدان مدعیان نے سخت بے پروائی کی۔ اُن کا منصب ہدایت کا تھا نہ یہ کہ دیدہ و دانستہ لوگوں کو ضلالت وغوایت میں ڈالدینے کا خود ہی مدعیان کے فضائح وقوادح درج کتب کئے اور بروقت اعتراض شیعہ جوابدہی سے عاجز ہو کر دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے اور بخلاف اُسکے جُہلا میں مشہور کر دیا۔ کہ ہم جمیع اعتراضات شیعہ کو باطل کر چکے لہذا حکم ہوا کہ تمام علماء و جہلاء تا حکم ثانی زیر نگرانی رہیں اور ہمارے حبیب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسل بذریعہ کمیشن بدین خلاصہ مرسل ہووے کہ ہم نے مدعا علیہم کے عذرات صحیح وجائز کو تسلیم و پذیرا کیا۔ اور منجملہ دو حقوق یکے حق اللہ و دیگرے حق العباد

کے اپنے حق سے اُن کو قطعی بری کیا۔ مگر چونکہ اس مقدمہ میں ایک قصہ نزاع لفظی کا ہے جسکا تعلق حق العباد سے ہے اُس میں ہم باختیار خود دست اندازی کرنا خلافِ دابِ عدالت سمجھتے ہیں۔ اہلِ کمیشن فریقین سے استفسارِ حالات کرکے رائے دیں کہ مدعیان درباب حصولِ حق العباد کس حد تک قابلِ توجہ ہیں۔ کارپردازانِ سررشتہ مطلع ہوں مسل ڈاک بھی پر چڑھا کر بجنسہ بھیجدی جائے۔

جس وقت کہ ہمارے مقدمہ کی مسل جنابِ سرورِ کائنات کے پاس آئیگی تو یقین کیا جاتا ہے کہ رسولِ مقبول اپنے یارانِ دمساز سے ارشاد فرمائینگے کہ اے میرے پیارے یارو! جو کچھ کہ شیعیانِ علیؑ و زہراؑ سے تم کو شکوہ ہے اُسکو پہلے دوستانہ طریقہ سے ایک دوسرے کے سامنے کہ سن لو ممکن ہے کہ دوبدو گفتگو کرنے سے بقولے ع مروّت آہی جاتی ہے جب آنکھیں چار ہوتی ہیں۔ تمہاری باہم صفائی ہو جائے۔ بڑے بڑے معاملات آپس میں طے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ تو کوئی ہماری دانست میں زیادہ جھگڑا ہی نہیں۔ بیچ کے لوگوں کے کم وبیش کہنے سے فی الجملہ تکدر ہو کر منجر بہ نزاعِ لفظی ہوا ہے۔ سو یہ ایسی بات نہیں کہ جس کے دفعیہ میں کوئی بھاری دقّت اُٹھانی پڑی۔ اگر بڑی عدالت کے جانے سے پہلے ہمارے سامنے یہ معاملہ پیش کیا جاتا تو کبھی کا دونوں کو گلے ملوا دیتے۔ میرے سچے دوست صدیق اور پیارے محب فاروق اور میرے حیادار عثمان کیا تم نے قرآن میں وہ آیت نہیں دیکھی جسکا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں مومنین کے وہ سب بغض مبدّل بہ محبت ہو جائینگے جو کہ دنیا میں ایک کو دوسرے سے پہنچے ہونگے۔

چونکہ تم دونوں گروہ بوجہ مومنیت بالآخر شیر وشکر ہو کر ایک رکابی میں کھاؤگے۔ بہتر نظر آتا ہے کہ اُس وقت سے پہلے ہی پہلے مل بیٹھو۔ دنیا کا قصہ دنیا کے ساتھ رہا۔ تم دیندار لوگوں کو یہ بغض وعداوت زیبا نہیں۔ ایسا واہیات مقدمہ لیکر عدالت میں نہیں جایا کرتے۔ شریف لوگ لات گھونسے گالی گلوج دھول

جوتی کی شکایت سرکار دربار میں نہیں لیجاتے۔ چھٹ پٹ کر گھر میں بیٹھ رہا کرتے ہیں سوائے جگ ہنسائی کے ایسے مقدمات برپا کرنے سے کچھ نتیجہ نہیں ملا کرتا۔ میرے نزدیک تم دونوں گروہ دہنی بائیں آنکھ ہو۔

(صحابہ سے) تم نے میرا ساتھ دیا۔ سفر حضر کی تکلیفیں اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑ کر ہجرت اختیار کی۔ یگانہ و بیگانہ سب چھوڑے۔ اور میرے ساتھ ہو لیے۔ شب ہجرت مرکب بنکر مجھے اٹھائے اٹھائے پھرے۔ ابن ربیعہ سے ہماری بدولت اذیت اٹھائی اپنی بیٹیاں مجھ کو نذر کر کے میرے خسر بنے۔

(شیعوں سے) آپ صاحبوں نے میرے خاندان سے محبت کی۔ اُن کی حمایت طرفداری میں اعدائے دین کے ہاتھ سے ذلت اٹھائی۔ میرے اہلبیت کے ساتھ شریک ماتم ہوئے۔ جان و مال سے عذر نہ کیا۔ بس دونوں فریق ایک جگہ بیٹھکر پہلے اپنے اپنے شکوہ شکایات کرلو۔ اور نتیجہ سے اطلاع دو۔ قرینہ چاہتا ہے کہ شاید خلفائے نامدار اُس وقت ہم سے یہ باتیں کرینگے۔

گفتگوی خلفائے نبوی و شیعیان مرتضوی

اے حضرات سادات ذوی الکرام واے مومنین با احترام ہم تو تمہارے اجداد پاک (مراد از ائمہ) کے دولت خانہ پر جاروب کشی کرنا اپنا فخر جانتے تھے۔ تمہارے مرشدان طریقت و پیشوایان دین (مراد از علمائے مومنین) کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ از قسم فدیانہ وفاداری و بندگانہ سلیقہ شعاری نہیں اُٹھا رکھا تھا۔ پھر آپ نے ہم جیسی تابعداروں کے مقابلہ میں سنگ مطاعن و تشنیعات کا موسلادھار پانی برسا کے کیوں ہماری آبروریزی کی۔ شیعہ چونکہ شوخ طبیعت ہوتے ہیں عجب نہیں کہ جواب میں بہ جبیں ہو کر کہیں کہ حضرت سنئے بیت بس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی ؛ کہ بورانی است بادنجان و بادنجان بورانی ؛ بخدا ہم پر تو یہ راز سربستہ آج کھلا ہے

کہ آپ بھی کوئی چیز ہیں اور یہ قابلیت رکھتے ہیں کہ کسی قطار میں شمار کئے جائیں ورنہ اسوقت سے پہلے تو ہم آپ کو جیسا سمجھتے تھے اور جس قسم کے تحفہ و ہدایا خوانچۂ کلام میں سنوار کر آپ کے سامنے رکھتے تھے اُس کا فسایقہ تو جناب اب تک نہیں بھولے ہونگے۔ جواباً عرض کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے تکریم آل محمد میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا اور اس آستانۂ مبارک پر رفت و روب کرتے رہے ہم نے آپ کے مقلدین و تابعین کی تالیفات میں دیکھا تھا کہ بجائے رفت و روب کرنے کے آپ نے اُس گھر پر ایسی جھاڑو پھیری تھی کہ سطح زمین تک باقی نہ رکھا تھا۔ پس بر بنا ر استماع اخبار موحشہ و دردناک جو کچھ گستاخی کرنے کا آپ حضرات کی خدمات عالیات میں ہمکو موقعہ ملا اُسکو جواب دعویٰ میں بہت صراحت کے ساتھ راست راست بے کم و کاست عرض کر چکے ہیں بار بار ہم سے نہ کہلوائیے عذر گناہ بدتر از گناہ معلوم ہوتا ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ اُسوقت خلفاء فرمائیں گے۔ کہ اچھا مرشد زادو تم ہم سے کس بات کی خواہش کرتے ہو۔ ہمارا جواب ہوگا کہ آپ سے کوئی مطلب نہیں رکھتے جو آپ کے مزاج میں آئے وہ کیجئے ہم لوگ کچھ وضع کے بھی پابند ہیں۔ خوشامد کو بُرا جانتے ہیں ہیہات بر بن نیست کہ آپ صلح و صفائی نکریں حضرت سے کہدیں کہ ہم اپنے حقوق سے درگذر نکرینگے ان کو کھلے کواڑوں جہنم بھیجدیا جاوے ہمکو وہ دوزخ قبول ہے مگر یہ ننگ کبھی گوارا نہ کرینگے کہ شیعیان مرتضوی ہوکر آپ کے لطف و عاطفت سے سیر بہشت کریں ابھی ڈھینے جولاہے ہماری جان کھا جائیں گے کہ ہمارے پیروں ہی کی بدولت جان بچی۔

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است — رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

مگر چونکہ اہل کمیشن صاحب بخیال مصالحت و خیر اندیشی امت ہم کو آپ صاحبان سے گفتگو کرنے کی ہدایت فرما چکے ہیں لہذا بکراہت چند باتیں پوچھتے ہیں براہ عنایت انکا جواب عنایت فرمائیے۔

شیعہ ۔ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر میں حضرت امیرؑ کی نسبت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ (من کنت مولاہ فہذا علیؑ مولاہ) +

خلفاء ۔ لاریب ہماری موجودگی میں یہ معاملہ حجۃ الوداع سے لوٹتے ہوئے واقع ہوا تھا +

شیعہ ۔ مولا کے کیا معنے ہیں +

خلفاء ۔ مولے کے حسب لغت چند معنے ہیں ۔ لیکن ہر سخن موقعہ و ہر نکتہ مقامے دارد سا ہیں موقعہ پر مولے کے وہی معنے ہیں جو کہ خود رسول پاک نے فرما دیئے ہیں +

شیعہ ۔ براہ عنایت ارشاد فرمایئے کہ نبیؐ نے کیا معنے ارشاد فرمائے ہیں +

خلفاء ۔ حضرت نے جو غدیر میں خطبہ پڑھا تھا ۔ اُس میں پوچھا گیا تھا (کہ الست اولیٰ بالمومنین من انفسہم) یعنے اے حاضرین جلسہ کیا میں تمہارے نفسوں سے اولے نہیں ہوں ۔ اُسوقت ہم سبھوں نے بالاتفاق یک زبان ہو کر جواب دیا تھا ۔ کہ بلے شبہ آپ ہمارے نفسوں سے اولے ہیں اب تم دیکھ لو کہ رسول پاک کو ہم سے کیا نسبت تھی پس جس طرح کہ نفس نبی ہمارے نفسوں سے اولے تھا ایسے ہی حضرت امیرؑ تھے علیؑ بعد نبیؐ مستقل طور پر مولائے مومنین تھے ۔ حاکم و سردار اولے بہ تصرف اسکے معنے ہیں ۔ نبی چونکہ افصح الفصحاء و ابلغ البلغا تھے ۔ لہذا انہوں نے بحق علیؑ ایسا لفظ استعمال فرمایا کہ جس سے بالاتر جامع لفظ دوسرا ممکن نہیں ہو سکتا دیکھو مولا ایسا پاکیزہ ہے کہ خدا نے اپنی ذات پاک کے لئے اسکو پسند فرمایا ہے کئی جگہ قرآن پاک میں مولے آیا ہے ۔ مثل نعم المولیٰ ونعم الوکیل وغیرہا ۔ مختصر یہ ہے کہ اپنی زندگی میں جیسے ہمارے لئے نبیؐ تھے ویسے ہی اون کی وفات کے بعد علیؑ تھے +

شیعہ ۔ آپ کے نام لیوا علماء تو یہ کہا کرتے ہیں کہ اہل یمن کو حضرت امیرؑ سے دشمنی ہو گئی تھی اُن کے سنانے کو مولے فرمایا تھا ۔ جس کے معنے دوست کے ہیں +

خلفاء۔ وہ بکتے ہیں۔ اگر اہلِ یمن کی سرزنش منظور ہوتی تو آپ اِس طرح فرماتے کہ جس نے علیؑ سے عداوت کی اُس نے مجھ سے کی۔ ممکن تھا کہ یمنی یہ بات سُنکر ترکِ عداوت کر دیتے۔ اِس بات سے کہ جسکا میں دوست ہوں اُس کے علیؑ بھی دوست ہیں اہلِ یمن کو کیا تنبیہ ہوئی۔ اور ہم کیا ایسے ناؤں سمجھتے جو علیؑ کے محبِّ مومنین ہونیکے اعلان پر ادائے تہنیت کرتے۔ کیونکہ امر جدید پر مبارکباد واقع ہوا کرتی ہے علیؑ تو ہمیشہ سے ناصر و مددگارِ مومنین تھے۔ اگر اُنکی امداد شاملِ حالِ اہلِ اسلام نہوتی تو کام کیسے چلتا۔ ہر لڑائی کو سوائے علیؑ کے اور فتح کس نے کیا؟ اگر اُحد میں علیؑ بھی ہاتھ چھوڑ بیٹھتے تو اسلام وہیں ختم ہو چکا تھا۔ جانشینی کے وقت جتنی رسومات ادا ہونی چاہیں وہ سب غدیر میں برتی گئیں۔ رسُولِ خدا نے اپنا عمامہ علیؑ کے سر پر باندھا۔ جسکا نام سحابہ تھا۔ یہی عمامہ باندھکر آنحضرتؐ معراج کو تشریف لے گئے تھے۔ پگڑی اُسی کی سر پر بندھوائی جاتی ہے جسکو خلیفہ اور قائم مقام کرنا منظور ہوتا ہے حسّان ابن ثابت شاعر نے قصیدہ پڑھا۔ حضرتؐ نے اُسکو دعائے خیر سے یاد فرمایا۔ جمیع موجودگانِ جلسہ نے مبارکباد کا غُل مچایا۔ اُمہات المومنین وازواجِ مہاجر وانصار کے لیے ایک خیمہ جداگانہ آراستہ کیا گیا جس میں سب نے علیؑ کو مولائے مومنین کے عہدۂ جلیل ملنے پر تہنیت دی۔ اِن واقعات سے اہلِ یمن کو کیا علاقہ ہے؟

شیعہ۔ ہرگاہ آپ کو حضرت امیرؑ کا مولائے مومنین ہونا تسلیم ہے تو یہ فرمایئے کہ بعدِ رسُولِ پاک آپ نے علیؑ کو کیسا سمجھا؟

خلفاء۔ علیؑ حافظِ شریعت و ناصرِ ملت نبوی تھے۔ جیسا ہم رسُول کو جانتے تھے ویسا ہی بعدِ واقعۂ غدیر سے علیؑ کو سمجھتے رہے۔

شیعہ۔ آپ نے علیؑ سے بیعت لی؟

خلفاء۔ استغفراللہ۔ اپنے مولے کو کیسے محکوم بناتے نبیؐ علیؑ کو بروزِ غدیر اپنا نائب کر گئے۔ بلکہ ثقلین اُن کی اطاعت کا ہم کو حکم دے گئے۔ ہم سے یہ گستاخی کب ہو سکتی تھی کہ حاکم کو محکوم اور سردار کو مطیع بنا لیتے۔ ہم لوگ اُنکی بہ پشت پناہی دستی میں دنیاوی ترقیات کرتے تھے۔ اور وہ حافظِ ملت تھے۔ ہر مخالفِ اسلام کے سوالات کا وہی

جواب دیا کرتے تھے۔ اگر ہم دین میں کچھ کام کر سکتے تو لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کیوں کہتے۔

شیعہ۔ آپ کا کیا مذہب تھا سُنّی یا شیعہ؟

خلفاء۔ ہم پر ہی کیا موقوف ہے۔ اُس وقت تو جسقدر مسلمان تھے سب شیعۂ علیؑ ہی کہے جاتے تھے۔ اور اُنہی کے فضائل میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ سُنّی اُس وقت کوئی مسلمان نہ بولا جاتا تھا۔ ہم نے سُنا ہے کہ بھائی معاویہ کے وقت میں اہل جماعت کہے گئے۔ اور عزیز القدر یزید کے زمانہ میں بعدِ قتلِ حسینؑ لفظ سنت بولا گیا۔ دونوں لفظ مِلا کر ایک پورا جملہ اہلسنّت والجماعت مشہور ہوگیا۔ جو کہ ختمِ دنیا تک رائج رہا۔

شیعہ۔ آپ دشمنِ اہلبیتؑ کو کیسا جانتے تھے؟

خلفاء۔ ارے میاں تم کو کس وہم نے گھیرا۔ علمائے فرقۂ سُنّیہ نے یہ غلط لکھدیا ہے کہ ہم نے خاندانِ نبوّت پر جبر کیا۔ اور وہ ہم کو ظالم وجابر وکاذب جانتے تھے۔ ہم تو اپنے حساب اُسکو نطفۂ نا تحقیق خیال کرتے ہیں جس نے آن واحد کے لیے بھی اِس خاندانِ سخاوکرم سے ترچھی نگاہ کی ہو۔ جو اہلبیتؑ سے پھرا وہ خدا اور رسولؐ سے برگشتہ ہوا۔ بقولے ؎ محبتِ شہِ مرداں مجو زبے پدرے + کہ دستِ غیر گرفت است پائے مادرِ او + ہم دشمنِ اہلبیتؑ کو ایسا ہی بُرا جانتے تھے جیساکہ تم سمجھتے ہو۔ اور وہی الفاظ اُسکے حق میں وارد کرتے تھے جو کہ آپ صاحب کہا کرتے تھے۔

شیعہ۔ اُہو! اُہو ہو!! آپ تو ہمارے پیر بھائی نکلے۔ لو آؤ ذرا ہاتھ سے ہاتھ تو ملاؤ۔ مصرع۔ بچھڑے مِل جاتے ہیں جب فضلِ خدا ہوتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ خواہ مخواہ دُور اندازان لوگوں نے باہم برہمی ڈال رکھی تھی۔ آج دوبدو گفتگو کرنے سے ظاہر ہوا کہ الحمدللہ آپ بھی مثل ہمارے فرقۂ لاعنین میں داخل ہیں۔ یہ تو فرمایئے کہ جتنے جوابات غیر طلب علماء پر تحفہ و منتہی الکلام وغیرہ کے جوابوں کا ابطال نہ کرنے سے ایراد و اعتراض کیا ہے وہ آپکے نزدیک عقلاً وانصافاً قابلِ تسلیم ہے یا نہیں۔ اور با جرائے آئینۂ حق نما و تصویرِ غالب ومغلوب ہم نے تحقیقِ حق کے وسائل پورے طور پر بہم پہنچا لیے یا کیا؟ چونکہ آپ حضرات بفضلہ اہلِ کشف وکرامات وارباب باطن سے ہیں صاف

فرما دیجئے کہ بصورت مغلوبیت ہم آپ کے مذہبی حق ہونے کو تسلیم کرتے یا نہ؟

خلفاء — ہم کو بلا حجت و انکار یہہ بات تسلیم ہے کہ تمام تخم فساد ہمارے ہی مقلدین کا بویا ہوا ہے اُن سے پہلے یہ بیجا کارروائی ہوئی کہ قصۂ دوات و قلم و آتش زنی و سقط محسن و غصب فدک و تکدر مزاج سیّدہ و جناب مرتضےٰ کو محض جھوٹ اور خلاف واقعہ درج کتب کرکے خلایق کو توہم و تشویش میں ڈالدیا۔ ہمارے تابعین کی تحریر میں الزامات بالا و دیگر امور مندرجہ صحاح و سیر و تواریخ ہماری سوء عقیدت کا ایسا قوی سبب ہوگیا۔ کہ جسکا دفعیہ ہم کسی تقریر سے نہیں کرسکتے۔ بالآخر متقدمین سے بالاتر متاخرین نے یہہ نیا جھگڑا پیدا کیا کہ امورات صریحی و بدیہی سے انکار کرکے تہلکہ عظیم برپا کردیا۔ کسی نے تو بیدھڑک ہوکر قطعی طور پر کہدیا کہ ہماری کتب قدیم میں یہہ مضامین ہرگز درج نہیں چنانچہ عبد العزیز نے دعویٰ ہبۂ فدک اور شہادت علیؑ و حسنینؑ سے انکار کیا۔ حالانکہ پچیس کتابوں میں اوسکا مفصل ذکر درج تھا۔ بحکم عمر کے آگ اور لکڑیاں لیجانے سے بالکل صاحب تحفہ نے راہ انکار اختیار کی اور یہہ نہ سوچا کہ سولہ کتابوں میں اُسکا تذکرہ بہ تفصیل تمامتر موجود ہے بلکہ اوسکے خاص الخاص باپ شیخ ولی اللہ نے بھی ازالۃ الخفا میں قصۂ آتش زنی کو لکھا ہے ایسے ہی اُس نے بہت سی باتوں کو غیر وقوعی بیان کرکے خلایق کو مغالطہ میں ڈالدیا تھا یہہ ایک فقرہ کہ ایں روایت در ہیچ کتابے از کتب اہل سنت موجود نیست ولو بطریق ضعیف اوسکے قلم پر ایسا چڑہ گیا تھا کہ گویا تکیۂ کلام ہوگیا تھا۔ ہم اسبات کو مانتے ہیں کہ عبد العزیز نے یہ کارروائی بعلم و آگاہی ہماری حفاظت کے لئے کی تھی کیونکہ اگر وہ اُن سب باتوں کو تسلیم کرلیتا تو بہت خلایق ہماری جانب سے بدظن ہوکر گریز و فرار اختیار کرلیتی۔ لیکن ہمارے حق میں اوسکی تحریر کچھ مؤثر نہ ہوئی بلکہ الٹا اثر یہ دکھلایا کہ اُسکے انکاری مضمون کو دیگر کتب میں دیکھکر تم نے اوسکو جھوٹا سمجھکے ہمارے ظالم ہونیکا بہت پختگی سے یقین کرلیا کاش عبد العزیز مذکور بھی رفتار اختیار کرکے یہہ لکھدیتا کہ کتب سابقین میں یہ معاملات شیطانی مار سے محض جھوٹ غلط طور پر درج ہوگئے ہیں ہرگز قابل اعتبار نہیں ہیں۔ تو ہم

کو ہم سے عداوت کرنے میں وہ شدت نہ ہوتی جو کہ بحالت انکار پیدا ہوئی +

ہم آفرین کرتے ہیں مولوی حیدر علی فیض آبادی پر کہ اُس نے ازالۃ الغین وغیرہ میں قطعی انکار کر دیا کہ نہ فاطمہ ؑ نے ابوبکر پر غصہ کیا اور نہ ابوبکر نے ہنگام وفات سیدہ ؑ اُن کی رضامندی میں کوشش کی بلکہ اس قسم کے جملہ قضایا کو غیر واقعی بیان کر کے بخاری و مسلم کی دوسو ذاتی حدیثوں کو غلط بتا دیا۔ ہمارے شیر نے ذرا بھی تو پرواہ نہیں کی کہ صحیحین غلط ہو کر مذہب اہل سنت بالائے ہوا پہنچ جائیگا ایک مولوی مہدی علی مصنف آیات بینات نے بھی باتباع حیدر علی مذکور روایات مطاعن سے انکار کیا۔ تمام علمائے سنیہ میں یہہ ہی دو شخص منکر پیدا ہوئے دو چار اگر اور بھی اس دل و دماغ کے ہوتے تو گو کہ تعصب کی غلطی سے مذاہب اہل سنت درہم و برہم ہو جاتا۔ مگر ہم الزامات شدید سے بری ہو کر لوگوں کی بدزبانیوں کے صدمہ سے بچ جاتے +

اور تماشا دیکھیئے اگر بعض سیدہے آدمیوں نے کچھ حیا کر کے تسلیم بھی کر لیا کہ کتب قدیمہ میں اس قسم کے مضامین آئے ہیں تو دفعیہ میں وہ نور بھری توجیہات نکالیں کہ سبحان اللہ بلا خیال اطراف و جوانب لکھدیا کہ شیعہ نے قابو پا کر ہماری کتابوں میں گڑبڑی مچا دی ہے۔ چنانچہ عبد العزیز نے بھی تحفہ میں اشتہات کو لکھا ہے بھلے آدمیوں کو یہ خیال نہ آیا کہ اگر بفرض محال شیعہ نے موقع پا کر ایسا کر دیا تھا تو وہ اپنی کتابوں میں کرتے ۔ صدہا کتابوں میں کب ممکن ہو سکتا ہے کہ غیر لوگ اپنے حسب مطلب مضمون درج کر دیویں۔ سنی شیعہ سے پچاس گونہ تھے اور نیز زمانہ بھی اُن سے بہت موافق رہا ممکن تھا کہ تمہاری کتابوں میں ہمارے فضایل درج کر دیتے مگر آجتک کوئی خبر ایسی بھی نظر نہیں ہوئی کہ کسی شیعہ نے یہہ خلاف قیاس بات کہی ہو کہ سنیوں نے ہماری کتابوں میں اپنے مطلب کے موافق لکھدیا ہے اگر لکھدینا ایسا ہی آسان تھا تو دونوں طرف سے ہونا پڑنا چاہیئے تھا۔ الحاصل ہمارے جان نثار علما اس قسم کی خارج از بحث باتیں تو ملاتے رہے۔ مگر یہہ نہ ہو سکا کہ بوجہ ہات شافیہ کسی کتاب کا جواب لکھا کر تمہارے شیر شکار

پنجوں سے ہم کو چھڑاتے۔ خیر بڑی کتابوں کی نسبت عدم جوابدہی کا الزام تو اُن پر اس وجہ سے نہیں لگا سکتے کہ بیچارے اتنی عمر کہاں سے لاتے جو تشئید المطاعن عبقات الانوار وغیرہ کا جواب لکھتے۔ اوّل تو وہ کتابیں افضل العلمائے شیعہ کی تصنیفات سے ہیں دوم حجم وضخامت اتنا بڑھا ہوا ہے کہ پانچ کبیر السن آدمیوں کی عمر کا مجموعہ تحفہ ومنتہی الکلام وہدیۃ الشیعہ وآیاتِ بیّنات وغیرہ کے جوابوں کے مطالعہ اور ماخوذ منہ سے مطابق کرنیکے لیے کافی نہ تھا۔ پس بجواب چہ رسد۔ مگر سجاد حسین ہندی کا رسالہ تو چنداں بڑا نہ تھا۔ اور نہ وہ بیچارہ کچھ ذی علم شخص ہے۔ ہم بحلف کہتے ہیں کہ عربی پڑھنے والوں کے محلّہ میں بھی کبھی اُسکا گزر نہیں ہوا۔ وہ غریب تو فارسی بھی باقاعدہ نہیں جانتا موضع پھلت ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ایک مدرس کا شاگرد ہے۔ خیریت سے اُس کے اُستاد بھی کم لیاقت رکھتے تھے۔ اُسنے برنبائے مسلّم وبخاری ہمارا منافق ہونا ثابت کیا تھا۔ جسکی جانچ کے لیے ۲۴ جنوری ۱۹۰۹ء کو بمقام بھیڑہ سادات ضلع مظفر نگر خاص اُس کے گھر پر ایک بڑا جلسہ ہوا۔ ہمارے مقلدین اُس مناظرے میں ایسی گھبرا گئے کہ محمد قاسم کے اُس جواب کو جو کہ ہمارے ثبوتِ ایمان میں لکھا گیا ہے پاس نہ کر سکے۔ شیعوں نے اشتہارِ آئینۂ حق نما میں ذکر کیا کہ بردِ رسالۂ سجادیہ شیخین کا دنیا سے باایمان مرنا ثابت کرو۔ تمام ہندوستان میں سے کسی عالم نے اِس بات کا اقرار نہ کیا کہ ہم رسالۂ سجادیہ کے مضامین کو باطل کر کے ایمانِ صحیح پر اپنے مرشدوں کا دنیا سے جانا ثابت کرینگے بہاں جوشِ طمع سے مبلغ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کی بابت بہت کچھ گفتگو کی۔ ایک شخص عبد الکریم نے بمبئی سے بجوابِ اشتہارِ آئینۂ حق نما ہمارا باایمان مرنا ثابت کیا۔ مگر افسوس ہے کہ شخص مذکور اردو زبان نہ تھا۔ کیونکہ آئینۂ حق نما میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ دلائلِ مندرجۂ رسالۂ سجادیہ کو باطل وابتر کر کے باایمان مرنا ثابت کرو۔ عبد الکریم نے اُس رسالے کو تو آنکھ کھول کر نہ دیکھا۔ اپنی کتابوں سے ہمارے فضائل چھانٹ کر لکھدیے۔ وہ شیعوں پر کیا حجت ہو سکتے تھے۔ وہ اور بھی مذاق اُڑانے لگے۔ کہ خوب جواب لکھا۔ کاش وہ اردو داں ہوتا۔ اور مطالبِ رسالۂ سجادیہ کو توڑ پھوڑ کر ہمارا باایمان مرنا ثابت کرتا تو خوب

ہوتا۔ سوائے رسالۂ مذکور (۲۰) نمبر اور جواب طلب تھے۔ اُنکے بارے میں قلم نہ اُٹھایا۔ جس سے عام طور پر لوگوں کے ذہن نشین ہوگیا کہ کوئی جواب منجانب اہلسنت نہیں ہوسکتا۔ ہمارے تابعین آئینہ حق نما کو دیکھکر ایسے حیران ہوئے کہ مثل پیکر تصویر خاموش ہوگئے۔ ہم تمہاری نیک نیتی سے خوب واقف ہیں۔ لاریب اگر یہ تحریرات یہ تحفہ وغیرہ ہمارے طرفداران باظہار امر حق تم کو ساکت و مجوج کردیتے تو تم دم چار یار نگار تے۔ اس لیے کہ آپ صاحبان کو ہم سے بالذات کوئی منا قشہ نہ تھا۔ محض بہ حمایت خاندان رسولؐ جس کی جانب داری ہر مسلمان پر فرض ہے تم ہم سے اکڑ فوں کرتے تھے۔ یہ سب وبال و نکال برگردن علماء ہے کہ مسکن گزین شہر خموشاں ہوکر تمہاری مشاق زبانوں کے آبرو شکن فقرات ہمکو سنواتے رہے۔ بھائی کیا کہیں۔ کہاں سر دے ماریں۔ زیادہ طول دینے میں اپنے خیر اندیشوں کی شکایت ہوتی ہے۔ ہمارا تو ہر طرح کورٹ ہوگیا۔ دنیا میں انہی نادان دوستوں کی بدولت تمہاری زبان کے صدمات اُٹھاتے رہے۔ اور اب دیکھتے ہیں کہ وہ کسی طرح بچ نہیں سکتے ہیں۔ مجرم اقراری ہوکر ایسے بیڈھب پھنسے ہیں کہ امید رہائی نہیں۔ گو کیسے ہی کیوں نہوں۔ مگر پھر بھی اپنے ہیں۔ جب سے وہ زیر حوالات ہیں دم میں دم نہیں۔ کیونکہ (ضَرْبُ الْغُلَامِ اِهَانَةُ الْمَوْلٰی) مشہور ہے تمام حاضرین محشر کی زبان پر جاری ہو رہا ہے کہ ابو بکر و عمر کے ہوا خواہ جنگی بہیر میں ٹھوکدیے گئے ہم پر تو یہی تباہی پڑتی رہی۔ ہمارے پرانے پرانے مقلد جو کہ ابًا عن جدٍ ہمارے ناموں کے ورد زبان رکھنے سے ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے دفعتًہ دام تقلید توڑکر ایسے بھاگے کہ تمہارے ہم داستان ہوگئے۔ دیکھو شیخ احمد دیوبندی ہمارے کیسے چاہنے والے تھے۔ مگر علماء کا تمہارے سامنے سکوت دیکھکر دفعتہً ہم سے ایسے برسر کینہ ہوئے کہ انوار الہدٰے سے سب کچھ اگلے حال بیان کردیے۔ اور حاضریوں میں شریک ہو ہو کر وہی اَن کہنیاں کہنے لگے جو تم کہا کرتے تھے شیخ حبیب احمد سہارنپوری نے بذریعۂ اشتہارات وہ طوفان مچایا کہ ایک عالم تہ و بالا کردیا۔ پس

بوجوہات بالا ہمارے نزدیک تمہارا کوئی ایسا قصور معلوم نہیں ہوتا کہ جس کو دانستہ تم نے کسی غرض سے کیا ہو۔ تاہم بشریت اجازت نہیں دیتی کہ تم جیسے دریدہ دہن لوگوں کے تاوک سب وشتم کہا کر پھر بھی کوئی رعایتانہ برتاؤ کیا جاوے۔ کیونکہ اگر کسی ڈاکٹر سے چروا کر ہم اپنا سینہ دکھائیں تو غالباً خانہ زنبور کا نمونہ ہوگا۔ ابھی ہم کوئی صاف بات نہیں کر سکتے مگر تمہارے بابہ میں کیا رائے قایم ہوگی ذرا سوچ سمجھ لیں اسوقت جیسا مناسب ہوگا کمشنر صاحب سے کہدینگے یہ سنکر ہم خیال کرینگے کہ گو خلیفہ صاحب نے بالفاظ ظاہر ہماری برارت کر کے تمام وبال الزام بقولے بلا بسر ملا اپنے علماء کی گردن پر ڈالا ہے۔ لیکن ناسور سینہ مندمل نہیں ہوتا۔ ہنوز ریزش کر رہا ہے۔ عجب نہیں کہ اپنے کانٹے نکالنے کی غرض سے کمشنر صاحب کے پیر پکڑ لیویں کہ انتظامی طور پر دو چار روز کے لئے اعراف ہی میں رہنے کی اجازت دیدیجئے۔ پس بنظر تقدم بالحفظ ہم صحابہ کرام کی خدمت میں مودبانہ عرض کرینگے کہ آپ ہماری دو ایک باتوں کا جواب شافی عنایت فرما دیویں اور پھر جو سمجھ میں آئے وہ کریں۔ پہلے یہ فرمائیے کہ آپ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا نبی جانتے ہیں +

خلفاء۔ اس میں کیا کلام ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد +

شیعہ۔ جسقدر احادیث آنحضرتؐ نے ارشاد فرمائی ہیں وہ سب آپ کو محفوظ ہیں +

خلفاء۔ ہم اکثر بلکہ ہر وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ہم کو تمام احادیث پر عبور ہے +

شیعہ۔ آپ نے حضرت سے یہ حدیث سنی ہے اکرموا اولادی الصالحون للہ والطالحون لی +

خلفاء۔ ہم نے اپنے کانوں سے حضرت کو بارہا یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے

شیعہ۔ اس حدیث کے کیا معنی ہیں +

خلفاء۔ حضرت کے ارشاد ہدایت بنیاد کا یہہ مطلب ہے کہ مسلمان میری اولاد کی تعظیم کریں نیک اولاد شخصوں کو خوشنودی خدا کے لئے معزز سمجھیں اور گنہگاروں کی عزت میری خاطر سے کریں +

شیعہ۔ آپ حکم رسول کو واجب الاتباع بھی جانتے ہیں +

خلفاء۔ آنحضرتؐ کے تمام احکام برسر +

شیعہ۔ آپ ایک تیڑہے رشتہ سے ہمارے شاید جدّ فاسد بھی تو ہوتے ہیں +

خلفاء۔ ہاں بذریعہ عائشہ و حفصہ آپ جمیع سادات رفیع الدرجات ہمارے پیارے نواسے ہیں +

شیعہ۔ سخت افسوس ہے درحالیکہ آپ اپنی زبان سے نبی کو سچا اور حدیث اکرمو اولادی کو صحیح تسلیم فرماتے ہیں تو پھر بحیثیت مدعیانہ صیغہ فوجداری میں استغاثہ پیش کرنے سے کیا ہمکو سزا دلانا منظور رہے اگرہم آپ کے علماء کے مغالطوں ہی سے رہرو غصہ و گستاخی ہوئے ہیں تو آپ کو کب شایاں ہوگا کہ بایں ریش سفید اپنے چلبلے اور خوش مزاج بچوں سے برسر مخاصمہ ہوں نانا جان مراعات صلہ رحم ضرور ہے ورنہ سنگدل گنے جاؤگے۔ حضرت سانپ ہرجگہ اینچ پینچ کھا کر چلتا ہے۔ مگر بانبی میں سیدہا ہی جاتا ہے۔ ڈاین عورت غیروں کے بچوں کو کھالیتی ہے مگر باوصف قساوت اپنوں کو نہیں ستاتی۔ اسوقت ہماری بعینہ یہ کیفیت ہوگی کہ جیسے مدت کے چھوٹے ہوئے عزیزوں میں باہم روٹھ منا دا کرتے ہوئے دلفریب نخرے ہوا کرتے ہیں ہم کبھی بڑے نانا کے کاندہے پر سوار ہونگے اور گاہے چھوٹے نانا کی چھاتی سے لپٹے ہوئے ہونگے کوئی نانا ابا جناب عثمان کی وہ لمبی اور خوشنما ڈارھی جسکو نانی عائشہ نے ایک یہودی کی۔ دراز ریش سے بلفظ نعثل تشبیہ دی تھی ہلا ہلا کر بصد ناز خوردانہ کہے گا۔ کہ خالو جی بس جادو دنیا کے قصہ کہانیوں پر نظر نہ کرو یہ واقعات دیکھکر حضرت خلفاء کو سخت پیچیدگی ہوگی کیونکہ اگر حدیث مسلمہ خود پر عمل نہیں کرتے تو آنحضرتؐ کی نصیحت و وصیت کے خلاف کرنا پڑتا ہے ایسے ہی صلہ رحم نہ کرنے سے سخت طبیعتوں

اور سنگدلوں کی فہرست میں چہرہ لکھے جانیکا منتظر ہے۔ اور نیز حضرت رسولؐ و بتولؑ و تمام آلِ رسولؐ سے جو کھڑے ہوئے سب باتیں سُن رہے ہیں شرمندگی اُٹھانیکا توی کھٹکا لگا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں کلام ایسے گروہ قانون پیشہ سے ہی جنکی جرح وقدح حشر میں اگر دوسرا حشر برپا کردے تو عجب نہیں۔ناچار حضرت ابوبکر صدیق بمقتضائے نرم مزاجی و اخلاقِ حمیدہ جناب فاروقِ اعظم سے ارشاد فرمائینگے کہ بھائی عمر اِس وقت فظاظت و غلاظت یعنی بدمزاجی و تندخوئی کو ترک کرو خشونت و تیز مزاجی کو چھوڑ دو۔ مرتے مرگئے۔ مگر تمہاری اینٹھ مروڑ نہ گئی۔ اگر کوئی نائی دھوبی ہوتا تو دبا لیتے۔ بھلا یہ سادات وشیعیان جنکو ائمہ علیہم السلام سے فیضِ باطنی پہنچا ہے ہم آپ جیسی لوگوں سے رُکینگے۔ ایک کنیز حسنیہ نے عہدِ ہارون رشید میں سات سو علماء کو بند کرکے مثل خر در گِل کردیا تھا اتنی جماعت سے کیسے بازی لیجاؤگے حدیثِ اَکْرِمُوا اَوْلَادِيْ کا سوائے ازیں کہ ہم اپنے حقوق سے درگزر کریں کوئی اور بھی جواب ہے۔ نا ز تو دیکھو کہ ایک بے جوڑ رشتہ سے طالب صلۂ رحم بھی ہیں۔ بس اب مصلحت یہی ہے کہ اِس مقدمہ میں قطعی باز دعوے دیدو۔ ورنہ مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں اِس مجمع میں کچھ کہ نہ دیں۔ اِن کے منہ کو لگام نہیں۔ اِس وقت اِن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا مفت کرم داشتن میں داخل ہے۔ کیونکہ اتفاقاتِ وقت سے ہوا میں گرہ لگ گئی ہے کہ یہ لوگ بہ نرمی وملائمت گفتگو کررہے ہیں۔ ورنہ آپ نے سُنا ہوگا کہ حمایتی ٹٹو عراقی کے لات مارا کرتا ہے۔ یہ لوگ اپنے حامیان و مددگاران پر ایسے بھولے ہوئے ہیں کہ ہم جیسے آدمیوں کو بال برابر نہیں جانتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہدایت بنیاد یَا عَلِيُّ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ اِن کے بچے بچے کو یاد ہے۔ سورۂ طور کی یہ آیۂ وافی ہدایہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ انہیں ازبر یاد ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اہلِ ایمان کی ذریت اُن سے ملحق کردی جائیگی۔ اِن لوگوں کے دماغ میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ گو ہم کیسے ہی کیوں نہوں مگر انجام کار

اپنے اجدادِ گرامی و پیشوائے نامی کے حوالے کر دیے جائینگے۔ اندریں صورت اگر ہم نے
بازِ دعوے داخل بھی نہ کیا تو کیا ہوگا۔ بھلا یہ ہوسکتا ہے کہ جنابِ رسولِ مقبول و علیؑ
و بتولؑ اپنے جگر گوشگان کو موردِ آفات دیکھکر محض ہم بیچاروں کی خاطر سے خاموش
ہو رہینگے۔ وہ تو قیامت برپا کر دینگے۔ شاہزادہ حسنؑ و حسینؑ جب عرض کرینگے کہ
بارِ خدایا سوائے اِن لوگوں کے اور کسی مسلمان نے ہمارے زخموں پر مرہم اشک کا پھایا
نہیں چڑھایا۔ کسی نے ہمارے ماتم میں شالِ عزا گلے میں نہیں ڈالی۔ اپنے گھروں کو ماتم سرا
نہیں بنایا۔ نذر و نیاز میں ہزار ہا روپیہ خرچ نہیں کیا۔ ممکن نہیں کہ ایسے حسنۂ عظیم کے سامنے
ہماری شان میں اِنکا کم و بیش کہنا کچھ وقعت پذیر ہو۔ انجامِ کار مقدمہ خفیف ہوکر خارج
ہو جائیگا پھر کیا کروگے؟ سوائے حجاب و ندامت کچھ حاصل نہ ہوگا۔ عدالت کی رائے
مخفی نہیں رہی۔ معلوم ہو چکی ہے۔ علماء سپردِ حوالات کیے گئے۔ سلطانی حقوق
سے مدعا علیہم بری ہو چکے۔ اب مقدمہ میں کیا رہگیا۔ کوئی سنگین جرم حسب
تعریفاتِ کتابِ تعزیرات واقع نہیں ہوا۔ نہ دانت ٹوٹا۔ نہ سر پھٹا۔ نہ خون نکلا۔ نہ کوئی
گہرا زخم آیا۔ نہ چہرے مہرے کی حیثیت میں کوئی فرق پڑا۔ نہ ناک کٹی۔ نہ ہڈی ٹوٹی۔ نہ دس بیس روز
کسی ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔ فقط زبانی باتوں کی نسبت ہمارا استغاثہ ہے۔
اوّل تو صفائی اِس غضب کی گزری ہے جس سے ہوائے برأت جھوم جھوم کر اوراقِ
مسل اُڑا رہی ہے۔ دوم۔ جوتی پیزار۔ گالی گلوج۔ مادر پدر کے مقدمات میں کسی کو پھانسی
لگتے نہیں سُنی۔ بیش ازیں نیست کہ کچھ خفیف المقدار جرمانہ ہو جائے۔ اُس سے کیا اُن سخت
سخت باتوں کا معاوضہ مِل سکتا ہے جنکو سنتے سنتے قبر میں پہنچ رہی ہے۔ جو قسمت کا لکھا
تھا وہ ہو چکا۔ نہ معلوم کیا شامتِ اعمال تھی جو ایسا سخت مقدمہ اُٹھایا۔ اب درگزر مناسب
معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ حضرت عمرؓ انتہا درجے کے عاقل تھے عجب نہیں کہ خلیفہ ابوبکر صاحب نے
یہ قانونی دور اندیشیاں کی ہیں کہ اتفاقاً خاک ڈالو سید صاحبوں کو چھوڑ دو مگر دیگر شیعوں کو
جو بحیثیت اُمتی ہونیکے ہمارے جگر کباب کیا کرتے تھے اُن کو تو چٹ کر لو۔ آگے مودّۃ اولادِ نبی
و صلۂ رحم وغیرہ کے دلائل میں اگر بیس پائی ہے تو بمقابلہ ساداتِ رفیع الدرجات

ہے۔ اس میں اُمتیوں کو کیا حق ہے۔ بہت نہیں تھوڑے ہی سہی۔ اُن کے لقمہ کر لینے سے کچھ تو بات بنی رہے گی۔ نرا باز دعوی دینے سے تو سخت شرم معلوم ہوتی ہے۔ اس سے تو مقدمہ ہی نہ کرتے۔ خواہ مخواہ عدالت بھی چڑھے بدنامی بھی لی اور نتیجہ میں جیسے تھے ویسے ہی رہے۔ مجھ کو یہ بھی کھٹکا ہے کہ کہیں باز دعوی داخل کرنے سے عدالت کو جھوٹا مقدمہ دائر کرنے کا احتمال نہ ہو جائے۔

شیطان کے کان میں تیر اگر کوئی ایسا لیسٹ لگ گیا تو پھر علماء سے آگے جاؤ گے حضرت ابوبکر یہ کُنہہ کی بات سنکر اُچھل پڑیں گے اور کہیں گے کہ تم کو بھی دور کی سوجھتی ہے۔ یار ہو تو دراز قد مگر بات بڑی عقل کی کہتے ہو۔ اُسوقت خلفاء کے چہرے کا رنگ مائل بہ بشاشت دیکھکر جناب سیدہ فرمائیں گی کہ نانا صاحب آپکا خیال کس طرف گیا براہ مہربانی ان پیاری اُمتیوں کی طرف نگاہ بھر کے نہ دیکھا۔ میرے نزدیک یہ اُمتی ہزار درجہ سیّدوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ شُہداء کربلا جو کہ انصار حسینؑ سے تھے اُن کے بارہ میں میرے پیارے مہدی نے زیارت ناحیہ میں بیان کیا ہے کہ یا ابا عبداللہ آپ کے طرفداروں پر میرے ماں باپ نثار و تصدّق ہو جائیں۔ غور کرو کہ ایسا جلیل الشان امام جو کہ تمام عالم میں نور محمدیؐ کی روشنی پھیلا کر اسلام کو قاف سے تا قاف پہنچائے اور جس کے پیچھے حضرت عیسےؑ جیسے اولوالعزم نبیؑ نماز پڑھیں وہ اُمتیوں پر اپنے ماں باپ کا فدا ہونا جو کہ طاہر معصوم تھے بہ حلف بیان کرے۔ اُمتیوں کی نجات کے واسطے تو میں نے حسینؑ کی شہادت کے محضر پہ دستخط کئے۔ تمام کنبکی بربادی منظور کی۔ زینبؑ و کلثومؑ کی بے ردائی گوارا کی۔ اُنہیں کی نسبت تمہاری بدنیتی دیکھی گئی۔ سیّدوں کے ساتھ سلوک کرنے سے مجھ پر کوئی احسان نہیں اور نہ سادات نے ہماری طرفداری سے کوئی نادر زمانہ و قابل تعجب کام کیا۔ ہر ایک قوم کا قاعدہ ہے کہ اپنے بزرگوں کی پچ کیا کرتی ہے۔ ہم تو بعنایت الٰہی خدا کے برگزیدگان میں اول درجہ پر ہیں۔ جن لوگوں کے بزرگ فاسق و نابکار ہوتے ہیں وہ بھی حتی الوسع اپنے بڑے بوڑھوں کا اتباع کرتے ہیں

اور جو لوگ کہ ذی لیاقت و پاک و ابرار و شجاع و جوانمرد بزرگوں کو چھوڑ کر ناپاک ڈرپوک بے لیاقت اور بھگوڑوں کا دامن سنبھالتے ہیں۔ وہ ناخلف و عاق کردہ والدین کہلاتے ہیں۔ میں ایمانا کہتی ہوں کہ سب سے زیادہ لائق تعجب و قابل حیرت انہیں میرے ذی عزت امتی شیعہ کی کاربروائی ہے اپنے قدیم مذہب کو چھوڑا رشتہ داروں سے گئے۔ برادری سے چھوٹے۔ حقہ پانی بند ہوا۔ بھاجی نوالہ سے گئے۔ متروکات جد و پدر سے محروم ہوئے۔ ہزارہا قسم کی تکلیفیں ہماری محبت میں تمہارے دوستوں کے ہاتھوں سے اٹھائیں۔ مرتے مر گئے لیکن ہمارا دامن نہ چھوڑا۔ یہ تو میرے محسن ہیں ان کے احسانات کا بدلہ تو سوائے اس کے کہ میں اپنے ساتھ بہشت میں لیکر جاؤں اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسوقت تمام سادات صف بستہ کمریں کس کے چیں بجبیں بلکہ غصہ سے آستین چڑھا کر ہونٹ چبا چبا کر کہیں گے کہ واہ جناب آپ بھی خوب چیز ہیں۔ تمام زلیخا پڑھ گئے مگر یہ نہ سمجھے کہ عورت تھی یا مرد اے حضرت ہمارے مقابلہ میں آپ باز دعوی داخل کرنے سے کیا ہم پر کچھ احسان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خیال دل سے دور کیجئے۔ ہم ابتدائے کلام میں آپ سے کہہ چکے ہیں کہ جناب کے طفیل سے بہشت میں جانا ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ آپ باز دعوی نہ دیں۔ خوب مقدمہ لڑائیں۔ کسی بیرسٹر ایٹ لا کو پیروی کے لیے بلائیں کچہری میں چاندی سونے کا مینہہ برسائیں۔ ہم کب رکنے والے ہیں ذرا کمشنر صاحب کی رپوٹ چلنے دو پھر دیکھو تو سہی آپ کے اس حق العباد کو کیسا برباد کرتے ہیں۔ بھلا یہ تو فرمائیے جس جرم میں آپ کے مقلد ماخوذ ہوئے ہیں اس الزام دینے میں تو ہم سید و امتی دونوں ایک حیثیت رکھتے ہیں آپ کے تابعین کی غلط تحریروں اور بیجا توجیہات و تاویلوں نے جو اثر پھر ڈالا وہی ان پہ پیدا کیا یہ کیونکر عقل باور کرسکتی ہے کہ مقدمہ میں یکبام و دو ہوا ہو جائے۔ آخر دست برداری میں کیا آپ اپنے علماء کی شکایت نہ کریں گے۔ اگر ناکی ذہو گئے تو جناب کا وہ تمام تر بیان غلط ہو جائیگا جس کو بہت شد و مد کے ساتھ ابھی کر چکے ہو کہ (لاریب ہمارے ہی علماء ضلالت و

عداوت کے سبب ہوئے ہیں۔ آپ دل میں یہ سوچے ہونگے کہ سیدوں کے ساتھ معاملے کرنے میں علیؑ و فاطمہؑ خوش ہو جائینگے۔ اور ایک بڑی جماعت کا لقمہ بھی کر لینگے۔ خوب سمجھ لیجیے کہ جس قانونی حجت پر ہمکو خدا تعالےٰ نے اپنے حق سے بری کیا اور آپکے علما نے ننگی تلواروں کے پہرے میں دیئے گئے انمیں ہم اور یہ دیگر مومنین یکساں حالت رکھتے ہیں۔ آپ ہمارے مقابلہ میں حدیث اَکْرِمُوْا اَوْلَادِیْ پر عمل نہ کریں۔ ہمارا اس میں کیا نقصان ہے۔ تم ہی حضرتؐ سے آنکھیں چراؤ گے صلۂ رحم پر عمل نہ کرنے سے رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی صفت سے نکل کر بے رحموں اور سنگدلوں میں شمار کیے جاؤ گے۔ ہم آپکے احسان کا بار گراں اٹھانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اہل عقل کے نزدیک اوچھے کا احسان بُرا ہوتا ہے۔ مگر خبردار ان مومنین کی طرف آنکھ بھر کر نہ دیکھنا۔ ورنہ سوئی چبھو دینگے ابھی کچھ ہو جائیگا۔ اپنا اور تمہارا خون کر کے انتڑیوں کا ڈھیر لگا دینگے۔ ہمارا اور انکا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ڈٹیں قدم جو بے انکے بہشت میں رکھیں۔ خدا تو ہمارے عذرات قابل تسلیم مان کر روبکار درمیانی میں معافی عطا فرمائے۔ اور آپ آزاد کردۂ باری کی گرفتاری میں چال بازیاں کریں۔ آنحضرتؐ کے فرمانے سے بصد کراہت ہم تم سے برسر کلام ہوئے تھے۔ ورنہ ہماری عادت تو آپکے ساتھ کسی اور طرح ہی پیش آنیکی تھی۔ ہماری منہ بانہ باتیں سنکر آپ چل نکلے۔ دماغ میں بوئے انانیت آگئی۔ جب تک آپ کو یہ چورن نہیں ملنے کا یہ بدہضمی کہیں دفع تھوڑے ہی ہو گی۔ آپ شکر نہیں کرتے کہ ہم نے اپنی نوجوان شوخ طبیعتوں کو مشکل سے بہلا پھسلا کر ابھی تک روکے رکھا ہے۔ ورنہ کتنی دفعہ میدان حشر آٹھویں محرم کا نمونہ ہو جاتا۔ لو چلو سامنے سے ہٹو ذرا ہوا آنے دو۔

شوخ طبیعت صاحب قبلہ ذرا اجازت دیجیے ہم ان کی اسی طرح مٹ لیں جسکے یہ خوگر ہیں۔

صلح کل۔ بھائی سنبھلو طبیعت کو روکو۔ بزرگوں کے ساتھ گستاخی نہیں کیا کرتے۔ دیکھو ہمکو ابھی اپنی پہلی تیز زبانی کی ندامت سے سر اٹھانیکا موقعہ نہیں ملا تم دبی ہوئی آگ پر پھر پھونس ڈالکے اور مشتعل کرنا چاہتے ہو۔

شوخ طبیعت۔ اجی حضرت آپ تو اسی پرانی وضع کو بیٹھے جاتے ہیں۔ ہم نئی روشنی کے آدمی سید صاحب رکھتے ہیں۔ دو حرفوں میں اُنکو اِس طرح اُڑا دینگے کہ جیسے ہوا سے مچھر اُڑ جایا کرتے ہیں۔

خلفاء۔ ارے یارو کہیں خدا کے لیئے ایسا کام نہ کرنا۔ آج محشر میں ہر ملک کے لوگ موجود ہیں۔ خواہ مخواہ ہماری اہانت ہو گی۔

شوخ طبیعت۔ حضرت بیرون میں گھٹلیاں تو آپ ہی ملاتے ہیں۔ ایک نہ ایک شاخ نکالی جاتی ہیں۔ میاں جو ہونا تھا وہ ہولیا۔ اہلِ مقدمہ کو چاہیئے کہ عدالت کے اشاروں کو سمجھ کر کام کریں۔ وہ آدمی ہی کیا ہے جسنے عدالت کی مرضی کو سمجھ کر کام نہ کیا۔ گو کہ آپ بزرگ ہیں اور ہم خورد۔ لیکن بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال۔ خوب سمجھ لیجیئے کہ عادلِ حقیقی نے یہ مقدمہ خفیف سمجھ کر حوالۂ کمیشن کیا ہے۔ اور اپنے حقوق کی معافی اور علماء کی ماخوذی سے بہت کچھ زور گھٹا دیا ہے۔ ہماری یہ شیرانہ و دلیرانہ گفتگو سُنکر غالباً حضرتِ ابو بکر کو جناب عمر سے یہ کہنے کا موقع ملیگا کہ بھائی تم نے تدبیر تو اچھی کی تھی مگر افسوس ہے کہ ظالموں نے چلنے نہ دی۔ اور بالآخر ہمیں کو اس طرح دبا لیا کہ جیسے کسی خطاوار کو دبوچ لیتے ہیں۔ بس اب چُپ رہو کچھ نہ کہو۔ قوتِ عقل سے جتنی باتیں کروگے اُسی قدر بارِ الزام سے یہ لوگ اور دبائینگے۔ تب دونوں بمصلحت خندۂ ناوملانہ ہے ایسے کھِل کھلا کر ہنسینگے کہ دانت نکل آئینگے۔ فرمائینگے کہ اے صاحب زادو شاباش و مرحبا۔ یہی چاہیئے۔ رفاقت اِسی کو کہتے ہیں کیوں نہو۔ آخر تو بنی فاطمہؑ ہو۔ خلق و مروّت تمہارا زیور ہے۔ جب آپ کے نانا رسولؐ نے امت کے واسطے قتلِ حسینؑ گوارا کیا تو یہ کیا بڑی بات تھی۔ جو در باب اسْتیولے تم سے وقوع پذیر ہوئی۔ ہم تمہارا دل دیکھتے تھے کہ کہاں تک اخلاقِ محمدیؐ کا نباہ کرتے ہو۔ واقع میں آپ رفاقت کے پورے اور دوستی کے لیئے سزاوار ہیں۔ آپ خفا نہوں ہم قطعی باز دعوائے لکھکر کمشن صاحب کی خدمت میں پیش کیئے دیتے ہیں۔

مضمون بازدعوی خلفاء

باآنکہ شیخ ابوبکر وعمر وعثمان ومعاویہ ویزید ومروان وغیرہ خلفاء اثنی عشر سکنائے ملک عرب کے ہیں جو کہ مامقران نے ایک مقدمہ بصیغہ فوجداری ازالۂ حیثیت عرفی کا موالیان خاندان رسولؐ پر دائر کیا تھا جو کہ بذریعہ کمیشن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد ہوا۔ اس کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ یہ مقدمہ ہم سے بوجہ نادانی بلاغور وخوض دائر ہوکر ضمیر پر چڑھ گیا تھا۔ کاش پہلے سے ہم اس کی حقیقت واصلیت معلوم کر لیتے تو ایک لغو وبے سروپا مقدمہ دائر کرکے تکلیف دہ عدالت نہ ہوتے۔ مدعا علیہم کا بیان تحریری دیکھنے اور بالمقابل گفت وشنود کرنے سے واضح ہوا کہ شیعیان مرتضوی کو ہم سے کوئی عداوت وپرخاش بالذات نہ تھی نہ انھوں نے کبھی اپنی آنکھ سے ہمکو دیکھا تھا اور نہ ہمارے ہاتھ سے کوئی صدمہ اٹھایا تھا۔ جس سے ہم کو یہ خیال کرنیکی گنجایش ہو جائے کہ بجوش خصومت ہماری عزت خداداد کے مٹانے میں ان کی طرف سے کوششیں عمل میں آئیں۔ بلکہ اصلیت اس معاملہ کی وہی ہے کہ جسکو انھوں نے جواب دعوے میں بصراحت تمام تر ظاہر کیا ہے گو کہ ہمارے دوستداران وموالیان کی غلط بیانیوں وافتراپردازیوں سے مشوش ہوکر انھوں نے ہمارے سینہ وجگر کو ایسا ہدف تیر ملامت بنایا تھا کہ جسکے درد وصدمہ سے ابتک سیدھے ہونے کی طاقت نہیں اور نہ امید ہے کہ ابدالآباد ہمارے دل سے ان کلمات کا سیاہ دھبہ چھوٹے۔ لیکن بایں ہمہ مواد عناد ہم ان کے ازبس مشکور اور نہایت تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ آل رسولؐ واولاد بتولؑ کے بڑے پکے اور سچے دوستدار وحامی ومددگار رہیں۔ اللہ اکبر دنیا میں کیسے کیسے صدمات جانگزا اٹھائے گھر جلائے گئے۔ زبانیں قطع ہوئیں۔ جائدادیں ضبط ہوئیں۔ قتل کئے گئے۔ جلاوطن ہوئے۔ رشتے ناتے چھوڑے اور جھگڑے اٹھائے گئے۔ برادری کا کھانا دانہ اٹھنا بیٹھنا موقوف ہوا۔ امتناع روزگار کے لئے شاہی دفاتر سے سرکلر جاری

ہوئے سب اذیتوں کی برداشت کی۔ مگر محبت اہل بیت سے منہہ نہ موڑا۔ ہم اپنے مدعا علیہم کو عقل سلیم پر نہایت تحسین و آفرین کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنا ایک کلیہ مقرر کر لیا تھا کہ بحکم آیہ وافی ہدایہ (قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ) محبت اہل بیت چونکہ ہر مسلمان پر فرض عین کی گئی تھی اور نیز بروئے حدیث ثقلین انھیں کے مطیع و فرمانبردار ہونے پر نجات اخروی موقوف و منحصر رہی تھی۔ لہذا انھوں نے اُنکے دامن کو یہ سمجھکر مضبوط پکڑ لیا کہ انہیں کی موالات و اطاعت کا خدا کی جانب سے سوال کیا جائے گا اور ہماری اطاعت و محبت کے لئے چونکہ مثل آیہ و حدیث موصوفہ بالا کوئی صاف و صریح حکم لائق پرسش قیامت نہ تھا۔ نظر بر آں ہمکو چھوڑ دیا۔ ہر چند کہ ہم صحابہ کی شان میں بھی آیات مدح وارد ہوئی تھیں مگر بایں وجہ کہ وہ جملہ آیات عام صحابہ سے بشرط مومنیت علاقہ رکھتی تھیں اور ہمارا مومن ہونا اُن کے نزدیک بوجہ تحریرات نقلدان ما مقران ثابت نہ ہوا تھا۔ بلکہ ہزارہا قسم کے رزائل و فضائح ہماری نسبت محقق ہو چکے تھے۔ نظر بر آں انھوں نے ہمارا تعلق اُن آیات قرآنی سے سمجھ لیا جن کا نزول صحابۂ فاسقین و فاجرین کے بارہ میں ہوا تھا۔ ہماری دانست میں مدعا علیہم کا ہم کو نابکار امت قیاس کر لینا چنداں مستبعد نہ تھا کیونکہ جسکو اپنے گھر میں عزت نہیں اُسکو باہر کیسے ملیگی درحالیکہ ہمارے مریدوں نے جھوٹی خبروں سے ہمارا وقار گھٹایا تھا۔ تو پھر یہ پر اس کا اثر کیوں نہ پڑتا۔ بلکہ اگر وہ ہم کو اچھا سمجھتے تو بڑی بیوقوفی کرتے کیونکہ وہ شخص نہایت احمق ہے کہ اہل خاندان سے کسی کی بُرائی سُنکر اُس پر عمل نہ کرے اور بلاوجہ اچھا سمجھا جائے سچی بات یہ ہے کہ ما مقران کی خوش وضع اور طرحدار تصویر کے گرد اگر علماء نے ایسے بھدے و بدنما اور ٹیڑھے خطوط و نقوش دکھائے۔ جس سے ہمارا پاک نورانی مرقع قابل نفرین معلوم ہونے لگا۔ بطور کھتونی ہم بعض مقران اپنے مریدوں کی وہ غلط کاریاں دکھانا چاہتے ہیں۔ جس سے ہماری خوشنما و دلفریب صورت گندی سیاہی سے عام نظروں میں لائق نفرت و بیزاری دکھائی گئی ؛

تفصیلِ معاملاتِ منجانب ابوبکر بطورِ جھوتی

مجھ احد الفریق کو ہمارے تابعین و مقلدین نے لکھدیا کہ

(۱) غارِ ثور میں ایک سانپ کے بچے سے ڈر کر ہیں ہیں وغیں غیں کرنے لگے۔

(۲) یہ کہ عمرو ابن العاص شریر و مکار کی ماتحتی میں قواعدِ جنگ سیکھے۔

(۳) یہ کہ نبیؐ کو کفار میں تنہا چھوڑ کر جنگِ احد سے بھاگ آئے۔

(۴) یہ کہ سورۂ برات کی تبلیغ سے معزول کیے گئے۔

(۵) یہ کہ جنگِ خیبر کے فتح نہ کرنے سے خطابِ مفروری پایا۔ اور محبتِ خدا و رسولؐ سے مستثنیٰ کیے گئے۔

(۶) یہ کہ ہمیشہ لوگوں کی ماتحتی کی۔ کبھی سردار نہ بنائے گئے۔

(۷) یہ کہ اسامہ غلام زادے کے ماتحت کیے گئے۔

(۸) یہ کہ بر ردِ حکمِ نبیؐ بہ معیتِ اسامہ مدینے سے باہر قدم نہ رکھا۔

(۹) یہ کہ اپنی حیات کے وقتِ آخر میں (قوموا عنی) کہکر نبیؐ نے حجرے سے مجھکو باہر نکلوا دیا۔

(۱۰) یہ کہ آنحضرتؐ نے ہمکو ملزم باحداثِ بدعات قرار دیکر مثلِ شہدائے احد بایمان مرنے میں ادائے شہادت سے مضائقہ کیا۔

(۱۱) یہ کہ ہم کاہنوں سے عروجِ مصطفوی کی خبر پاکر بہ امیدِ جاہ و ثروت ایمان لائے تھے۔

(۱۲) یہ کہ ابن ربیعہ سے اس درجہ تکلیف اٹھائی کہ چہرے اور ناک کی حیثیت میں فرق پڑ گیا۔

(۱۳) یہ کہ ہمارا ایمان مثلِ ایمانِ شیطان تھا۔

(۱۴) یہ کہ بموجبِ حدیث مندرجہ صحیح مسلم ہماری صورت تو انسان کی تھی مگر دل شیطان کا تھا۔

(۱۵) یہ کہ مالک بن نویرہ مردِ مسلمان کو زبردستی مرتد قائم کرکے مع قوم قتل کر ڈالا۔ اور پھر بیت المال سے اُسکا خونبہا ادا کیا۔

(۱۶) یہ کہ خالد ابن ولید نے مالک بن نویرہ کی زوجہ سے زنا کیا۔ اور مینے باوصف ثبوت اُسکو سنگسار نہ کیا۔ بلکہ سیف اللہ کا اُسکو خطاب دیا۔

(۱۷) یہ کہ مقدمۂ ہبۂ فدک میں شہادت علیؑ و حسنینؑ کو ناکافی سمجھا۔

(۱۸) یہ کہ علیؑ سے بیعت طلب کی۔

(۱۹) یہ کہ درباب وراثتِ انبیاء علیؑ نے قرآن سے احتجاج کیا اور میں نے اُسکو نہ مانا۔

(۲۰) یہ کہ خانۂ سیدہؑ کو مرجعِ مفسدان و باغیان سمجھ کر عمر کو اُس کے جلانیکے واسطے بھیجا۔

(۲۱) یہ کہ فاطمہؑ کو میں نے ایسا ناراض کیا کہ اُسنے جوشِ غیظ و غضب میں تاحیات خود مجھ سے کلام نہ کیا اور اپنے جنازے پر حاضر ہونیکی مجھ کو اجازت نہ دی۔

(۲۲) یہ کہ علیؑ و فاطمہؑ ہمکو ظالم و جابر و غاصب سمجھتے تھے۔

(۲۳) یہ کہ بقولِ عمر علیؑ مجھ کو اور نیز برادرِ والاشان خود عمر کو کاذب و غادر و خائن سمجھتے تھے۔

(۲۴) یہ کہ نبیؐ کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں چلے گئے اور دفنِ نبیؐ پر انتظامِ خلافت کو مقدم سمجھا۔

(۲۵) یہ کہ میں نے اپنی ذات کو ناقابلِ خلافت سمجھکر اقالۂ بیعت کیا۔ یعنی خلافت سے استعفا دینا چاہا۔

(۲۶) یہ کہ بقولِ عمر میری خلافت ایک شرارۂ جانسوز تھی اور بلا مشورۂ اہلِ حل و عقد دفعۃً اور ناگہانی طور پر قائم ہو گئی تھی۔

(۲۷) یہ کہ میں نے اپنی گردن پر شیطان کا سوار ہونا اور مجھکا بدراہ کرنا تسلیم کیا تھا۔

(۲۸) یہ کہ وفورِ جہالت سے چور کا بایاں ہاتھ کٹوا دیا۔

(۲۹) یہ کہ فجاءۃ اسلمی مردِ مسلمان کو آگ میں جلوا دیا۔

(۳۰) یہ کہ مسائلِ میراث جدہ اور حقیقتِ کلالہ مندرجۂ قرآن سے میں ناواقف تھا۔

(۳۱) یہ کہ اس جالوت عالم یہود کے مقابلہ میں مجھ کو ایسا عجز ہوا کہ اُسنے مجھے خلیفۂ رسُول نہ سمجھا۔
(۳۲) یہ کہ میں لوگوں سے پوچھ پاچھ احکامِ متعلقۂ قضا میں حکم دیا کرتا تھا۔
(۳۳) یہ کہ مجھ کو خالہ اور عمہ کی میراث معلوم نہ تھی۔
(۳۴) یہ کہ اوصافِ نبیؐ کے بیان کرنے سے مجھ کو عجز ہوا۔
(۳۵) یہ کہ علمائے یہود کے جواب میں ہمنے بجائے علمی مباحث کے لاٹھی سونٹے سے کام لیا۔
(۳۶) یہ کہ فَاکِهَةً وَّاَبًّا مندرجۂ قرآن کے میں معنی نہ جانتا تھا۔

کھوٹی افعال متعلقہ عمر

اول تو میں اُن بعض تشنیعات میں بھی غالب شریک گردانا گیا ہوں جن کا ذکر بہت ہونے دھونے سے بڑے بھائی صاحب نے کیا ہے۔ مگر وہ خاص خاص باتیں بھی عرض کرتا چاہتا ہوں جن کو ہمارے مقلدین نے میری ذات سے مخصوص سمجھا ہے۔
(۱) یہ کہ عمر ابنِ عبدِ وُدّ کی بروز جنگِ خندق اِس عنوان سے شوکت بیان کی کہ جس سے دیگر دلیرانِ اسلام کے جی چھوٹ چھوٹ گئے۔ اور ہمت ٹوٹ گئی۔
(۲) یہ کہ میں نے بروزِ صلح حدیبیہ آنحضرتؐ کی نبوت میں شک کرکے اُنکو نبی مطلق نہ سمجھا۔
(۳) یہ کہ میں نے بہ شرطِ بہم پہنچ جانے ستر آدمیوں کے عہدنامۂ حدیبیہ کی توڑ ڈالنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔
(۴) یہ کہ میں نے آنحضرتؐ کی وفات سے بایں خیال انکار کیا کہ انبیا مرگ سے مستثنےٰ ہیں جس سے میری صریح جہالت ثابت ہوئی۔
(۵) یہ کہ میں نے آنحضرتؐ کو بوقتِ طلبداشت دوات و قلم ہذیان گو کہا۔
(۶) یہ کہ خانۂ سیدہؑ پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ گیا۔

(۷) یہ کہ ضربِ مُشت ولگد سے باعثِ سقطِ محسن ہوا۔
(۸) یہ کہ سندِ فدک کو فاطمہؑ سے چھین کر پھاڑ ڈالا۔
(۹) یہ کہ مسائل میں عاجز ہوکر کلّ النّاس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال کہا۔
(۱۰) یہ کہ حذیفہ بن الیمان سے پوچھا کہ آنحضرت نے مجھے بھی منافق فرمایا ہے؟
(۱۱) یہ کہ میں نے حذیفہ کے سامنے اپنے نفاق پر بہ این کلمہ کہ باللہ یا حذیفۃ انا من المنافقین حلف اُٹھایا۔
(۱۲) یہ کہ میرا قول مثلِ اقوالِ شیطان تھا۔ اور شیطان بجد سے مجھ سے خائف تھا کہ میرے سایہ سے بھاگتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اَلشَّیطَانُ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ۔
(۱۳) یہ کہ میں نے جناب بھائی صاحب قبلہ کی خلافت کو ایک امرِ ناگہانی بیان کیا اور مثل اُنکے ادّعائے خلافت کرنیوالے کو واجب القتل سمجھا۔
(۱۴) یہ کہ میں نے بعد مسلمان ہونیکے بھی شراب پی۔ بلکہ تا دمِ مرگ نہ چھوڑی۔
(۱۵) یہ کہ آیۂ لاتقربوا الصّلوٰۃ وانتم سکارٰی کی نسبت میرا یہ خیال تھا کہ بوقتِ خیال شراب پینی نہ چاہیے۔ اور باقی اوقات میں مضائقہ نہیں۔
(۱۶) یہ کہ میں نے اپنی ذات کو شدید النفس وضعیف الایمان واجہل النّاس بیان کیا۔
(۱۷) یہ کہ میں فظ وغلیظ یعنی تندخو وبدمزاج تھا۔
(۱۸) یہ کہ میں نے مسماۃ فروہ ہمشیرۂ ابوبکر کو باین جرم کہ میری مسند نشینی کے وقت وہ اپنے بھائی کو رورہی تھی پٹوایا۔
(۱۹) یہ کہ میں نے بشرکت دیگر صحابہ آنحضرتؐ سے بدرشتی گفتگو کرکے تقسیم اموال وغنائم میں اُنکو غیر عادل کہا۔
(۲۰) یہ کہ اپنی ایجاد کی ہوئی تراویح کو میں نے بدعت کہا۔
(۲۱) یہ کہ متعہ کو میں نے باختیار خود بایں لفظ انا اُحرّمھما حرام کیا۔
(۲۲) یہ کہ خمس کو آلِ نبیؐ سے روکدیا۔
(۲۳) یہ کہ ایک حاملہ عورت کو جوکہ جرمِ زناکاری کی اقراری تھی رجم یعنی سنگسار کرڈالا۔

(۲۴) یہ کہ میں نے ایک حاملہ عورت کو اس قدر پٹوایا کہ بالآخر اسکا حمل گر گیا۔
(۲۵) یہ کہ میں نے اپنی کنیز کے ساتھ روزے کی حالت میں ہمبستری کی۔

چناں بردو آوردو آورد و برد ❊ کہ دایہ ز حسرت پس پردہ مرد

کا مصداق ہو گیا۔
(۲۶) یہ کہ میں اور نیز میرے ہمعصر جماع بلا انزال پر غسل نہ کیا کرتے تھے۔
(۲۷) یہ کہ مجھ کو نماز عیدین کی سورتیں اور شکیات نماز معلوم نہ تھے۔
(۲۸) یہ کہ میں ایسا جاہل تھا کہ سبحان اللہ و بسم اللہ و الحمد للہ کے معنی تک نہ جانتا تھا۔
(۲۹) یہ کہ میں نے ۶۰ برس کی عمر میں جبکہ مادہ رجولیت قطع ہو چکا تھا علیؑ کو مضطر و خائف کر کے اُن کی لڑکی سے عقد کیا۔ اور قبل از نکاح اُسکو چھاتی سے لگایا۔ اور ساق پا کھولی اور بوسے لیے۔
(۳۰) یہ کہ بخیال اسکے کہ مقام معروف کشادہ نہ ہو بلکہ تنگ و منقبض رہے میں نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی مشق بہم پہنچائی تھی۔

کھتونی متعلق معاملات عثمان

اکثر صفات مصرحہ بالا میں بندہ اور بڑے بھائی اور منجھلے صاحب شریک ہیں لیکن میں اُن باتوں کا بھی ذکر نامناسب سمجھتا ہوں جن کا تعلق خصوصیت کے ساتھ ہمارے معتقدین نے مجھ سے کیا ہے۔

(۱) یہ کہ غلاموں سے مرواتے مرواتے ابن مسعودؓ کا اچار بنوا دیا۔
(۲) یہ کہ ابوذر غفاریؓ کو بلا جرم و قصور ننگے اونٹ پر بٹھا کے مدینے سے عرب کے کالے پانی یعنی ربذہ میں بھیج دیا۔
(۳) یہ کہ عمار یاسرؓ کو اسقدر پٹوایا کہ بیہوش ہو گئے۔
(۴) یہ کہ میں نے متعدد قرآن جلوا کر بی بی عائشہ کی زبان سے محرق القرآن کا خطاب پایا۔

(۵) یہ کہ میرے موالی و دوستدار خود دجال کی دُم پر ہاتھ رکھے ہوئے لشکرِ دجال میں شامل ہونگے۔

(۶) یہ کہ میں نے لونڈی سے ایسے وقت میں مجامعت کی کہ میری بی بی کی نعش گھر میں پڑی ہوئی تھی جو کہ دخترِ نبیؐ تھی۔

(۷) یہ کہ میرے والد بزرگوار مخنث تھے اور بوجہ اُنکے مخنث ہونیکے شوقین مزاج اُن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے۔

(۸) یہ کہ میں نے بیت المال پر اپنی سسرال والوں کو اختیاراتِ مالکانہ دیدیئے تھے۔

(۹) یہ کہ مسلمانوں نے میری اعانت سے بوجہ ناراضگی ہاتھ اُٹھا لیا تھا۔ اور مصریوں نے انبارِ خس و خاشاک پر میرا لاشہ پھینکدیا تھا جس میں سے کتوں نے ایک ٹانگ توڑ کر لے گئے تھے اور انجام کار و نعش مقابرِ یہود میں دفن کی گئی تھی جسپر کسی نے نماز بھی نہ پڑھی۔

خصوصیات متعلق بہ معاویہ

(۱) یہ کہ علیؑ مجھ کو خاطی و باغی جانتے تھے۔

(۲) یہ کہ میں علیؑ سے برسرِ جنگ ہوا۔ اور اُنکو علانیہ منبروں پر بُرا کہلوایا۔

(۳) یہ کہ میں نے امام حسنؑ کو زہر دلوایا۔ اور اُنکے مرنے پر خوشی کی تکبیریں کہیں۔

(۴) یہ کہ میں نے بروقت مصالحۂ امام حسنؑ عہدنامہ میں یہ شرط کی کہ یزید کو ولیعہد نہ کیا جائیگا۔ مگر انجام کار اُس پر وفا نہ کی۔

(۵) یہ کہ حسبِ درخواست امام حسنؑ باہمی معاہدے میں مَیں نے علیؑ کے سب و شتم بند کرنے سے مضائقہ کیا۔

(۶) یہ کہ میرے افعال قابلِ لعن تھے۔

(۷) یہ کہ میں ولد الحلال نہ تھا۔

تفصیلِ معاملات منجانب یزید

یہ کہ بعض علمار نے میرے ملعون ہونے میں سکوت اختیار کیا۔ اور بعض نے تازیانۂ لعن لگا دیا۔ بعض نے مجھ کو دعائے خیر سے یاد کرکے مومن تسلیم کیا۔ بعض نے مجھ کو شاہزادہ مان لیا۔ اور بعض نے مجھ کو قتلِ حسینؑ میں خطا کار اور بعض نے حسینؑ کا جائز طور پر قتل ہونا تسلیم کرلیا۔ علمار نے مجھ کو بموجب حدیثِ خلفائی اثنا عشر کلھم من قریش چھٹا خلیفۂ رسول اللہ جانا۔ اور غیرِ علمار کو میری خلافت سے حجاب واقع ہوا۔

بیت

کس کی ملت میں گنوں آپ کو تبلا اے شیخ :: تو کہے گبر مجھے گبر مسلماں مجھکو

فدوی کی نوعیتِ ایمان قائم کردی جائے۔

جبکہ مقلدانِ ماتقدم نے ہماری تصویر کو ایسے خط و خالِ نفرت انگیز سے عام منظر گاہوں پر لٹکایا تو مدعا علیہم کو اُس سے بچڑے نفور پیدا ہوا کہ قدح پیشی کرنے لگے۔ دوست کا یہ کام ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہوسکے اپنے حبیب کے عیبوں کو چھپائے۔ اور اُسکی لغزشوں اور سوءِ کرداریوں کو دلچسپ باتوں سے خوشنما کردکھائے۔ نہ یہ کہ دوست میں ایسے عیوب و قبائح و رزائلِ نافرہ قائم کرے جو کہ درحقیقت اُس کی ذات سے توقوع پذیر نہوئے ہوں۔ ہم بہت تعجب کررہے ہیں کہ باوجود ایسے واقعات کے جن مسلمانوں نے ہمکو واجب التعظیم سمجھ کر پیشوائے دین سمجھا اُنکی پاس ہمارے اچھے اور برگزیدہ ہونیکا کیا ثبوت تھا؟ ہرچند کہ وہ لوگ جواب دے سکتے ہیں کہ جن کتب میں یہ وحشت و نفرت دلانیوالے معاملات درج تھے اُنھی کتابوں میں بیش از بیش فضائل و مناقب بھی لکھے ہوئے تھے۔ ہمنے احادیثِ اخبار و فضائل پر عمل کیا۔ اور رزائل کو چھوڑ دیا۔ گو کہ اُنکا یہ جواب کسی قدر قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اُس کے ہم

ملہ جملہ معاملات مندرجہ کھتونی اہلسنت کی کتب معتبرہ میں درج ہیں ہنگام ازخواست ثبوت میرے ذمہ ہے ۱۲

یہ حجت کر سکتے ہیں کہ جن عمدہ باتوں کا التزام اُنہوں نے ہماری ذات سے سمجھ کر متقدمین و برگزیدہ ہونیکا پہلو حاصل کیا تھا اُن جملہ احادیث فضائل و مدائح کو مولوی حامد حسین صاحب مؤلف عبقات الانوار و استقصار الافحام وغیرہ بذریعۂ کتاب مسمیٰ بہ شوارق النصوص وضعی ثابت کر چکے تھے۔ بلکہ ہمارے ہی مقلدین معتمدین کے اُنہوں نے اظہار دکھائے تھے۔ جن سے واضح ہوتا تھا کہ فلاں فضیلت کی تیاری میں اتنی اشرفیاں خرچ ہوئیں اور فلاں حدیث کے وضع کرانے میں اتنے دام لگے۔ لطف تو اس میں تھا کہ عالم شیعوں کے ایسے سخت حملہ سے احادیث فضائل کو بچا کر بعد از آں ہماری دوستی کا دم بھرتے۔ یہ کیا کہ ہمارے چرک آلود بدن کو بلا صاف کیے اور دھوئے دُھلائے سر پر اُٹھائے اُٹھائے پھرے۔ ہم بجائے خود متعجب ہیں کہ باوصف ایسے مشاہدات کے اُن کی نظروں میں ہمارا کیوں اقتدار جاگزین ہوا۔ سوچتے سوچتے معلوم ہوا کہ ہمارے جان نثاران و پیروکاران میں اکثر و عموماً اراذلِ اسلام مثلاً دُھنئے۔ جولاہے۔ رنڈی۔ بھڑوے۔ ہیجڑے۔ قصائی۔ گاڑھے۔ تیلی۔ تنبولی۔ نائی۔ دھوبی۔ کُنجڑے۔ جھوجھے۔ مخنث وغیرہم داخل تھے۔ جنکو عقل و تمیز سے اصلاً بہرہ نہ تھا۔ اور وہ لوگ اکثر ہندوستان کے چوہڑے۔ چمار۔ جاٹ۔ گوجر وغیرہ سے مسلمان ہوئے تھے۔ بھلا ایسے جہلا جنکو بوجہ بے علمی بہائم سے تشبیہ دینا ذرا بھی مبالغہ نہیں رموز و غوامض دینیات کو کیا سمجھتے تھے۔ نہ وہ بطرز واجب خدا کو جانتے تھے۔ نہ رسولؐ کو نہ علیؑ کو نہ بتولؑ کو محض گوشت گاؤ کھانے پر مرتے تھے۔ یا نا ملائم باتوں پر جھگڑے اُٹھا کر جاہلوں کے جھنڈے گاڑ کر اپنی کثرت و جماعت سے فُڑاتے تھے۔ اُنکے دلوں میں خاندانِ رسولؐ کی الفت مطلق نہ تھی۔ بلکہ محبت اہلبیت کو ایک بُری چیز سمجھ کر مخصوص متعلق بہ شیعہ جانتے تھے۔ اُسکی وجہ یہ تھی کہ سلاطینِ اسلام کے زمانے میں طمع دنیا یا سلطنت کے دباؤ سے مسلمان ہوئے تھے۔ چونکہ سُنی بادشاہوں کا زمانہ تھا۔ لہذا بحکم الناس علیٰ دین ملوکھم وہ بھی سُنی رہے۔ نہ اہلبیت کے معاملات

اُن کو علمائے وقت نے سنائے اور نہ موالات خاندان رسالت پر رغبت دلائی بلکہ ہمیشہ یہی سمجھاتے رہے کہ تعزیہ نہ دیکھنا۔ جورو حرام ہو جائیگی۔ مجلس میں نہ جانا۔ جلوے پر تبرا پھونک کر سنیوں کو کھلاتے ہیں۔

بعض اشخاص اقوام متذکرہ بالا سے جو فرقہ شیعہ میں داخل ہوگئے اُن کی نسبت یہ خیال کرنیکی گنجائش ہے کہ سادات و مومنین کے فیضان صحبت سے بوجہ طہارت ولادت جو کہ شیعہ ہونیکے لیے ایسی ہی ضروری ہے جیساکہ نماز کے واسطے وضو۔ بزمرۂ موالیان دودمان رسالت معدود ہوگئے۔ کاش ہم لوگ خاصکر ہم بھی مثل دیگر اہل اسلام ہوتے۔ اور ہماری جگہ کوئی اور فرمانروائے ملک اسلام ہوا ہوتا۔ اور یہ جملہ معاملات نزاعی ہماری نظر سے اُسی طرح گزرتے جیساکہ اور مسلمانوں کی نگاہ سے گزرے تھے تو واللہ ہم بھی وہی رفتار اختیار کرتے جو عدعلیہم نے کی تھی۔ ایک دم کے واسطے بھی ایسے خلفائے رذالت مآب کے محلہ میں نہ رہتے۔ اِس وقت ہم نہایت تعجب سے انگشت بدندان ہیں کہ وہ سید صاحب کیسے تھے جو بند قبا کھول کھول کر دنیا میں دعوے سیادت کرتے تھے۔ اور ہماری کردار پر جس کو علماء نے غلط طور پر ہم سے منسوب کیا تھا نظر بھر کر نہ دیکھتے تھے اور مثل دُھنے جولاہوں کے حقوق اہلبیت کو بے وجود محض سمجھے ہوئے تھے۔ تمام دنیا کا قاعدہ ہے کہ جس کسی کو ذرہ برابر بھی اپنے بزرگوں کا مخالف اور معاند پاتے ہیں کبھی اُسکی طرف پیر پھیلا کر نہیں سوتے۔ سنی سید کس دل و جگر کے آدمی تھے کہ اپنے خاندان کی تباہی ہمارے ہاتھوں سے کتابوں میں معائنہ کرکے آن واحد کے لیے بھی ہم سے چیں بہ جبیں نہ ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی جہت خاص سے مثل اقوام رذیل دھنے جولاہے وغیرہ کے اپنے بزرگوں کے اقتدار سے ناواقف تھے یعنی بادیانشستہ حیات مردم شماری دیکھیے۔ فیصدی مشکل سے دو سید سنی پائے گئے۔ اور سوائے قوم مغل جو کہ اکثر وعموماً مثل سادات شیعہ ہوتے ہیں باقی جملہ مسلمانان اِس کثرت سے سنی نظر آئے کہ اُن اقوام مختلفہ کے شیعوں کی تعداد کا پرتہ فی صدی پر نہ پھیل سکا بلکہ ہزارہا

سنیوں میں بہزار دقت ایک آدھ شیعہ برآمد ہوا۔ سادات کا عموماً وفطرۃً امامیہ ہونا صریح طور پر اس واقعہ کا ثابت کرنیوالا ہے کہ سادات نے اپنے بزرگوں کی روش کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ کیونکہ دنیا کے جسقدر فرقے دیکھے گئے۔ اُن میں ضرور یہ بات پائی گئی کہ اُس فرقے کا اکثر حصّہ اُسی سے نامزد رہا ہے جو کہ اُسکا پیشوا بنا ہے۔ اتنی عمر آئی ہم نے آج تک نہیں دیکھا کہ کوئی گروہ کسی خاص شخص سے منتسب ہوا ہو اور پھر قوت استحالہ پیدا کرکے کُل یا اُسکا جزو اعلےٰ دوسرے گروہ میں مل گیا ہو۔ سادات کے بزرگ پنجتن۵۔ دوازدہ امام۱۲۔ چہاردہ معصوم۱۴ ہیں۔ لہذا وہ پنجتنی وامامیہ واثنا عشری وغیرہ القاب کو بڑے فخر کے ساتھ اپنی ذات سے چسپاں کرتے رہے۔ اور سُنی سیّدوں نے جو ان القابِ جلیلہ کو مکروہ سمجھکر چھوڑ دیا اور چاریاری و حنفی و مالکی وغیرہ کہلائے گئے۔ نظر برآں سمجھا گیا کہ اُنہوں نے بہ خلافِ رفتار زمانہ اپنے اب وجد کی تقلید توڑکر غیر لوگوں کی اطاعت کا پٹّہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔

الحاصل ہم بڑی فکر و تردد میں تھے کہ آخر اسکا سبب اصلی کیا ہے کہ علماء نے باوصفیکہ ہماری تائید میں سرگرمی رکھی اور کبھی مثلِ شیعہ بد اور نالائق نہ کہا۔ پھر کیوں صفات رزیلہ سے ہم کو منسوب کرکے خلائق کو لعن طعن کرنے پر جرأت دلائی۔ بعد تجسس وتلاش وتحقیقات یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچا کہ تمام تر اثر عبداللہ ابن سبا یہودی کی تعلیم کا ہے۔ حضور پر تو سب روشن ہے مگر احتیاطاً عرض کیا جاتا ہے کہ یہ شخص علمائے یہود سے ایک جلیل القدر فاضل تھا۔ اُسنے بجوش عداوت اسلام چاہا کہ مسلمانوں کی جماعت کو جو کہ یوماً فیوماً ترقی کرکے کہیں سے کہیں پہنچنے والی ہے تتر بتر کر دیا جائے اور اُنکی عقبےٰ میں ایسی خرابی ڈالی جائے کہ کوئی مسلمان بہشت کے گرد نہ پھر سکے اُس ملعون نے پہلے یہ کارروائی کی کہ علے الاعلان مذہب اسلام قبول کرکے مسلمانوں سے میل جول واتحاد پیدا کیا اور خوب اپنا ربط بڑھاکے عام نظروں میں وقار جما یا۔ یہاں تک اُس کے فضل وکمال و نہادی اخلاق نے مسلمانوں کے دل میں جگہ پائی کہ اُس کی باتیں کان دھر کر سننے اور اُن پر عمل کرنے لگے۔

رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دو عظیم القدر گروہ پس از وفات خود چھوڑے تھے۔ ایک اپنے اہلبیت اور دوسرا ما مقراں کا جو کہ اصحاب سے نامزد تھا۔ یہودی مذکور دونوں طبقے کے آدمیوں کے فضائل و مناقب بر سبیلِ وعظ و مذاکرہ سنایا کرتا تھا۔ لیکن کبھی ہماری طرف حرکاتِ ناپسندیدہ کا الزام بھی لگا دیا کرتا تھا۔ مگر چونکہ عاقل و فرزانہ ازبس تھا۔ بایں توہم کہ طبائعِ اہلِ اسلام اُس سے منحرف نہو جائیں اُن بُرائیوں کا دفع دخل کر کے سامعین کی اشک شوئی بھی کر دیا کرتا تھا مثلاً اُس نے کہا کہ عمر نے ہنگامِ طلب داشتِ خامہ و دوات نبیؐ کو کتابت سے روک دیا۔ اور اُنکو ہذیان گو کہا۔ مسلمانوں کے کان کھڑے ہوئے کہ ہیں ایسا کرنیوالے نے امت کی بڑی حق تلفی کی۔ اگر وصیت قیدِ قلم میں آجاتی تو امت ضلالت سے بچتی اور انبیاء پر الزامِ ہذیان لگانا سخت گستاخی میں داخل ہے۔ اُسنے وہیں روکدیا کہ بھائی مسلمانو خبردار عمر پر الزام نہ لگانا۔ ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ اُسنے آنحضرتؐ کے حال پر رحم و شفقت کر کے ایسا کہا تھا کہ بیماری میں لکھنے لکھانے سے اذیت ہوگی۔ رہا ہذیان یہ لازمۂ شانِ بشریت ہے بیماری میں بیمار بہکنے لگا کرتے ہیں۔ ایک وعظ میں بیان کیا کہ عمر آگ اور لکڑیاں لیکر سیدہؑ کے گھر پر گئے۔ مرید بول اُٹھے کہ بڑی شقاوت کی کہ اپنے پیشوائے دین کی بیٹی کو درحالیکہ وہ مبتلائے رنجِ مرگِ پدری تھی ڈرایا۔ اور دھمکایا۔ یہودی مذکور نے جواب دیا کہ عمر کا اِس فعل سے یہ مطلب نہ تھا کہ فاطمہؑ کو اس فعل سے اذیت پہنچے۔ بلکہ چند بد معاش و فتنہ انگیز بلا اُنکی مرضی کے خلیفۂ اوّل کو تختِ خلافت سے اُتارنے کیلئے اُنکے گھر میں شورہ کیا کرتے تھے۔ اُن کی تنبیہ و توبیخ کے لیے یہ عمل کیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں اگر جلا بھی دیا جاتا تو جائز تھا۔ ایک روز کہہ اُٹھا کہ شیخینؓ نے آنحضرتؐ کے حکم کو نہ مانا اور باوصفِ تاکید شدید لشکرِ اُسامہ کی شرکت سے پاکشی کی۔ سامعین کہنے لگے کہ حضور یہ بات تو بڑی قابلِ نفرت معلوم ہوتی ہے کہ محکوم ہو کر آقا کا حکم نہ مانیں۔ اُسنے وہیں مضمون ملا دیا کہ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے ڈیرے خیمے تو باہر بھیجدیے تھے۔ مگر دفعتہً بذریعۂ امّ ایمنؓ خبر پہنچی

کہ حضرتؐ کا حال دگرگوں ہے اور کوئی دم کے مہمان نظر آتے ہیں۔ لہذا بہ نظرِ محبت واپس چلے آئے۔ ایک وعظ میں بیان کیا کہ حضرتِ عمر نے متعہ کو بتاکیدِ شدید دوام کے لیے حرام کیا۔ اہلِ جلسہ نے کہا کہ متعہ تو بمفادِ آیہ وافی ہدایہ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُم) قرآنِ پاک میں جائز و مباح بیان کیا گیا ہے۔ اور رسولِ پاک کی زمانہ میں برابر معمول رہا ہے۔ ابوبکر نے کبھی اِس میں دخل نہ دیا۔ عمر کون تھے جو امرِ جائز کو اپنی حکم سے منع کر بیٹھے۔ اُس نے جواب دیا کہ حکمِ امتناع تو آچکا تھا اور آنحضرتؐ بھی اُسکا اعلان کرچکے تھے مگر شوقین مزاج صحابہ چوری چھپے برابر کیے جاتے تھے۔ جب حضرتِ عمر کا زمانہ آیا تو اُن کو یہ فکر ہوئی کہ متعہ کا شیرہ لوگوں کے مُنہہ کچھ ایسا لگا ہوا ہے کہ ہرگز نہیں چھوڑتے۔ ممانعتِ رسولؐ کچھ کارگر نہ ہوئی۔ خلیفۂ اوّل کا تمام زمانہ گزر گیا مگر فساقِ صحابہ نے اُس فعلِ بد کو جو کہ کُھلّم کُھلّا زناکاری ہے بالکل نہ چھوڑا۔ احکامِ قرآن کو یہ لوگ محض بے حقیقت جانتے ہیں۔ یہاں سیاستِ سلطانی کی ضرورت ہے۔ چونکہ عمر پیدائشی تیز مزاج تھے لہذا اُنھوں نے بایں خیال کہ میرے رعب و دبدبہ سے صحابہ کا پیشاب خطا ہوتا ہے اعلان فرما دیا کہ میں متعہ کو حرام کرتا ہوں۔ اگر آئندہ کسی نے کیا سزا پائیگا۔ مطلب فقط اتنا تھا کہ خلائق زنا سے بچے۔

کسی جمعیت میں عبداللہ مذکور نے بیان کیا کہ شیخین مدّت تک عمرو ابن العاص شریر و مکّار کی ماتحتی میں قواعدِ جنگ سیکھتے رہے۔ اربابِ مجلس نے چونک کر کہا کہ خلیفۃ اللہ و اُمنائے ملّتِ رسول اللہ کے لیے بڑی نازیبا بات معلوم ہوتی ہے کہ شریر و مکّار سے لڑائی کے داؤں گھات سیکھے ہوں۔ اُستاد کی تعلیم کا اثر شاگرد میں ضرور ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ شیخینِ کرام کی طبائع میں بھی مکّاری و شرارت وغیرہ اخلاقِ بد کا کوئی اثر آگیا ہو۔ وہ مردود بولا کہ بھائی یہ بات نہیں ہے جو تم سمجھے ہو۔ بلکہ آنحضرتؐ کو بعلمِ نبوّت آگاہی تھی کہ یہ لوگ بعد ہمارے متمکّنِ سریرِ سلطنت ہونگے۔ لہذا اُس بدمعاش کا شاگرد کرا دیا کہ فنونِ جنگ وغیرہ سے واقفیت پیدا کرکے اپنے اپنے عہدِ حکومت میں انتظامِ مملکت بطرزِ واجب کریں۔ اور یہی قاعدہ ہے کہ پہلے رنگروٹ

بنایا جاتا ہے۔ پھر لین میں رکھکر قواعد تبلائی جاتی ہے۔ زاں بعد پہرے چوکی کا کام
لیا جاتا ہے۔ پھر مفصلات میں بھیجکر دیکھا جاتا ہے کہ کس طرح اپنی خدمات کو انجام
دیا۔ جب ہر طرح اطمینان ہو جاتا ہے تب کوئی علاقہ سپرد کیا جاتا ہے۔ اگر خلفاً
سے پہلے ذلیل کام نہ لیے جاتے تو ناتجربہ کاری سے مہماتِ خلافت کی انجام دہی
میں معطل نہ رہتے؟ یہ عمرو ابن العاص ہی کی تعلیم کا اثر تھا۔ کہ انتظامِ مملکت اچھا رہا۔
لوگوں نے کہا کہ حضور کیا اچھا ہوتا جو دو چار مہینے کے واسطے آنحضرتؐ جناب عثمان کو بھی
کام سیکھنے کے واسطے کسی شریر و مکار کے زیرِ کمان فرما دیتے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ بھی
چست و چالاک بنکر خدماتِ خلافت کو مثل خلفائے اوّلین انجام دیتے۔ مروان وغیرہ
کے بھروسے پر نہ رہتے۔ ایک روز یہ تشویش ڈالدی کہ آیاتِ برأت کی تبلیغ سے ابوبکر
معزول ہوئے۔ حاضرین نے کہا کہ حضور جب چند آیات کی تبلیغ سے وہ
ناقابل تجویز ہوئے تو خلافت جیسے منصب جلیل کو کس طرح انجام دیا ہوگا؟ بجواب
ارشاد ہوا کہ عرب میں یہ قاعدہ ہے کہ عہدنامہ اصل شخص سے کرتے ہیں۔ یا
ایسے آدمی سے جو اُسکا داماد یا فرزند ہو۔ چونکہ ابوبکر کو کوئی قرابتِ قریبہ نہ تھی
لہذا اُن سے سورہ برأت لیلی گئی۔ اور حضرتِ علیؑ کو دیدی گئی۔ کیونکہ وہ آپکے بھائی
اور خویش اور سب سے بالاتر یہ کہ نفسِ ناطقہ تھے۔ کہیں یہ کہ بیٹھا کہ مقدمۂ ہبۂ
فدک میں شہادتِ علیؑ و حسنینؑ و اُمِ ایمنؓ کو ناکافی سمجھکر ابوبکر نے رد کردیا۔ مُرید بولے
جناب ایسے ابرار و صالحین کی گواہی ناکافی سمجھ کر مقدمہ بعدمِ ثبوت خارج کر دینا
کچھ بے طور نظر آتا ہے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ فاطمہؑ مقدمۂ ہبہ غلط طور پر برپا کرکے حضرت
امیرؑ اور اپنی اولاد سے جھوٹی گواہی دلواتیں۔ اُسنے اطمینان دلایا کہ نہیں فاطمہؑ کا
دعوئے بھی سچا تھا۔ اور گواہوں کا بیان بھی راستی سے آراستہ تھا۔ مگر ابوبکر کو
مجبوری یہ تھی کہ موافق شرعِ شریف سیدؐ سے شہادت پیش نہو سکی۔ حسنینؑ
خورد سال اور علیؑ ایک مرد تھے۔ کاش حضرت امیرؑ کے ساتھ کوئی دوسرا بالغ شخص
ادائے شہادت کرتا تو جھٹ سے ڈگری مل جاتی۔ ابوبکر حسبِ استدعائے فاطمہؑ

فدک دے بھی دیتے مگر انکو یہ خوف ہوا کہ خلائق یہ کہیگی کہ نبیؐ کی صاحبزادی کا لحاظ کرکے اُس کے مفیدِ مطلب فیصلہ دیدیا۔ بعض سے کہدیا کہ فاطمہؑ نے نفسانیت سے فدک کا دعوے کیا تھا۔ مریدوں نے کہا کہ حضور نفسانیت سے دعوے کرنا تو صاف رہروِ مسلکِ بے ایمانی ہونا ہے۔ کیا جناب فاطمہؑ ایسی تھیں۔ مردود نے جواب دیا کہ میاں وہ معصوم نہ تھیں جن سے وقوعِ بے ایمانی بعید القیاس ہو وہ مثلِ سائرالناس نفس رکھتی تھیں۔ اور اکثر صفاتِ نفسانی اُنسے بلا اختیار ظاہر ہو جاتی تھیں۔ کہیں یہ فقرہ سُنادیا کہ فاطمہؑ ابوبکر سے بحدے ناراض ہوئیں کہ تاحیات خود کلام نہ کیا۔ سامعین نے تعجبا عرض کیا کہ جنابِ والا غضبِ جنابِ سیّدہ مغضوب الیہ کو کشاں کشاں جہنم میں لیجانیوالا ہے۔ اُسنے دلاسا دیا کہ میاں خجالت وندامت سے ایسی گوشہ نشین ہوئیں کہ کبھی دربابِ فدک گفتگو نہ کی۔ وہ ترکِ کلام بالخصوص معاملۂ فدک کی ندامت سے واقع ہوا تھا۔ نہ کہ غیظ وغضب سے۔ کسی جگہ چار آدمیوں میں بیٹھکر یہ کہدیا کہ فاطمہؑ نے وصیّت کی تھی کہ ابوبکر میرے جنازے پر نہ آئے۔ معتقدوں نے کہا کہ اُستاد ایسی وصیت تو بڑی ناراضگی اور سخت درجہ کی عداوت میں ہوا کرتی ہے۔ اُس برہم زنِ اسلام نے جواب دیا کہ نہیں۔ پردہ داری وحیا کی وجہ سے سیّدہؑ نے ابوبکر کے لیے وصیت کی تھی کہ میرے لاشے پر نہ آئیں۔ اُنکو منظور تھا کہ غیر آدمی کا سایہ بھی جنازے پر نہ پڑے۔ کسی صحبت میں یہ وہم ڈالدیا کہ علیؑ ابوبکر وعمر کو کاذب وغادر وخائن و آثم جانتے تھے۔ زیرِ منبر بیٹھنے والوں نے دست بستہ عرض کی کہ سرکار یہ علامتیں تو منافقین کی ہیں۔ کیا حضرت علیؑ کے نزدیک یہ صاحب منافق تھے۔ جو کاذب وغیرہ سمجھے گئے۔ وہ مفتری بیان طراز ہوا کہ میاں تم تو ہر بات میں کچھ نہ کچھ دخل درمعقولات کردیتے ہو۔ حضرتِ علیؑ شیخین کو اوپر کے دل سے کاذب جانتے تھے۔ تہِ دل سے تھوڑا ہی سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ آپنے عام جلسہ میں اعلان کردیا کہ صحابۂ مخصوصین حضرات ثلثہ جنگِ اُحُد سے ایسے نوک دُم بھاگے کہ عمر مثل پہاڑی بکری کے خوف واضطراب سے پہاڑ کی چوٹیوں پر اُچکتے پھرے۔ یارانِ جلسہ کہنے لگے کہ یا پیر ایسے بھگوڑوں کی

خلافت تو شانِ اسلام کو نہایت گھٹانے اور بدنما کرکے دکھلانیوالی ہے۔ عبداللہ مذکور نے وہیں تڑسے جواب گھڑ دیا کہ تم لوگ نہیں جانتے۔ یہ آفت جس پر پڑتی ہے وہی اِسکو خوب سمجھتا ہے۔ جان کا رکھنا فرض ہے۔ جب دیکھا کہ مخالف غلبہ پا گئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ میدانِ جنگ سے ناک کان سلامت لیکر گھر چلا آنا۔ یہ بھی ہر کسی کا کام نہیں۔ ایک دن فرمانے لگے کہ شیخین تین روز تک قلعۂ خیبر پر گئے مگر ناکامی واپس آئے۔ بالآخر آنحضرتؐ کو یہ کہنا پڑا کہ کل میں اپنا علم ایسے شخص کو دونگا جو کرار و غیر فرار ہے۔ اور خدا اور رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ یاروں نے کہا کہ حضور اس سے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ خلفاء جنگِ خیبر میں ثابت قدم نہیں رہے بلکہ پچھلے پاؤں بھاگے۔ اگر نہ بھاگتے تو آنحضرتؐ غیر فرار نہ فرماتے۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضراتِ خلفاء کو نہ خدا و رسولؐ دوست رکھتے تھے اور نہ وہ خدا و رسولؐ کو۔ اگر دوست رکھنے والے ہوتے تو آنحضرتؐ یہ استثنائے عام نہ فرماتے کہ کل میں یہ علم ایسے شخص کو دونگا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حسب بیانِ مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام شیخین ان جمیع صفات سے بے بہرہ تھے۔ وہ شقی کہنے لگا کہ میاں تم تو بڑے تقریریے ہو۔ ایک ایک بات میں سو سو شاخیں نکالتے ہو۔ بھائی قلعۂ خیبر کا فتح نہ ہونا مستلزمِ فرار نہیں۔ بیچاروں سے جہاں تک ممکن ہو سکا تین روز تک بھاگ دوڑ رکھی۔ کیا اُنہوں نے ٹھیکہ لے لیا تھا کہ دروازۂ قلعہ کو توڑ کر حارث و مرحب خیبری کو مار ہی ڈالینگے۔ رہا فقرۂ ثانی یعنی خدا و رسولؐ کی دوستی کا ذکر۔ یہ حضرتِ علیؑ کی صفات میں داخل ہیں۔ خلفاء کی ذات سے کچھ علاقہ نہیں۔ ایک وعظ میں ترانہ سنج ہوا کہ بی بی عائشہؓ صدیقہ حضرتِ حضرتِ امیرؑ سے لڑ پڑیں۔ اور ہزارہا مسلمانوں کا اجار بنگیا۔ یارانِ جلسہ نے کہا کہ حضور حسب مفادِ حدیث یا علیؑ حربک حربی بیوی صاحبہ کا شاہِ مرداں سے برسر جنگ ہونا قطعی حرام معلوم ہوتا ہے۔ یہ تمام مسلمانوں کا خون اُن کی گردن پر رہا۔ وہ خانہ برانداز اسلام بولا کہ نہیں۔ عائشہؓ غلطی سے حضرتِ امیرؑ کو معینِ قاتلانِ عثمان سمجھ کر آلاتِ حرب سے آراستہ

ہوکے میدانِ جنگ میں آئی تھیں۔ چونکہ مجتہدہ تھیں لہذا یہ غلطی خطائے اجتہادی میں داخل ہوکر فردِ اعتراض سے نظری ہوگئی۔ اور جنگ چونکہ بلاقصد و ارادۂ طرفین ویسے ہی ہوائی طور پر غلط فہمی سے واقع ہوگئی تھی۔ لہذا الزام خونریزی بھی دفع ہوگیا۔ اور قاتل و مقتول دونوں کھلے کواڑوں بہشت میں چلے جائینگے۔ ایک دن کمبخت نے یہ غضب کیاکہ عائشہ کی نسبت یہ مشہور کردیاکہ حضرتِ امام حسنؑ کے جنازے پر تیر لگوائے۔ اور روضۂ رسولِ مقبول میں دفن سے مانع آئیں۔ معتقدین نے کہاکہ یا ہادی اُم المؤمنین کی جانب سے یہ کارروائی اُنکی انتہائے سنگدلی اور سفاکی پر دلالت کرتی ہے۔ جواباً کہنے لگے کہ دراصل اِس میں دھوکا تھا۔ مروان نے ایک عورت کو اونٹ پر بٹھاکے کہدیاکہ عائشہ منعِ دفن کےلیے آن پہنچی۔ مروانیوں نے اس بہانہ سے خوب تیر چلوائے کارروائی وچالاکی تو مروان کی تھی مگر بیچ میں غریب اُم المؤمنین آسیائے بدنامی میں مونگ کی دال کی طرح دلی گئیں۔



واضح رائے اربابِ عقل ہوکہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکھا ہے کہ مذہبِ شیعہ نے عبداللہ ابنِ سبا یہودی سے رواج پایا ہے۔ مگر شاہ صاحب اِسکا کوئی ثبوت نہیں دکھا سکے۔ اور جو ٹوٹا پھوٹا ثبوت حضرت ممدوح نے حوالۂ قلم کیا ہے اُسکا رد حقیر نے رسالۂ **تصویرِ غالب و مغلوب** واقعاتِ ابنِ سبا میں کماحقہ کردیا ہے الحق ابنِ سبا کے متعلق آج تک ایسا بیان وقفِ قلم نہیں ہوا۔ جیساکہ رسالۂ مذکور میں کیا گیا ہے۔ اِس جگہ جتنی باتیں نحیف نے بیان کی ہیں وہ سب اہلسنّت کی جوابات مندرجہ کتب ہائے مناظرہ ہیں۔ جملہ مطاعن کاجواب علمائے اہلسنّت نے کتابوں میں یہی دیا ہے جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اگر کسی کو اعتراض ہو تو ہر جواب کے کتب اہلسنّت میں درج ہونیکا ثابت کرنا میرے ذمّہ ہے۔ اگر یہ جملہ جواب دامنِ خلفاء کو گردِ الزام سے صاف کرسکتے ہیں تو اہلسنّت سمجھ لیں کہ خلفاء کی جملہ دست اندازیاں جائز و صحیح تھیں اور اگر بادی النظر

میں ہر جواب پوچ و واہی متصور ہو تو یقین فرمالیں کہ مطاعنِ خلفاء کا ایسا بے سر و پا جواب دینا۔ یہ تعلیم عبد اللہ ابنِ سبا ہے۔ یا آنکہ اُس کے کسی او ہمزاد کی۔ القصہ اسی طرح صدہا عیوب جن کا تذکرہ اوپر کر چکے ہیں ہماری ذات میں قائم کیئے۔ اور ہر ایک بُرائی کے ساتھ ایک صواب کی بھی پخ لگادی۔ انہی باتوں کو جو کہ عبد اللہ ابن سبا مذکور سے سُنی تھیں لوگوں نے درجِ کتب کر دیا۔ پس آہستہ آہستہ ہماری خوبیاں اور اہلبیت کی بُرائیاں اِن لوگوں کے دلوں میں ایسی راسخ ہوگئیں کہ اسی پر بنائے اعتقادات قائم ہوئی۔ یہودی مذکور نے ہم پر الزام قائم کرنے میں توجیہ الفاظ استعمال کیں اور دفع اعتراضات کے لیے بہت دھیمے فقرات بیان کیے۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا اور اہلبیت کا اقتدار مسلمانوں کی نظر سے جاتا رہا۔ اہلبیت طلب فدک میں اہلِ نفسانیت سے شمار ہو کر بے ایمانِ محض سمجھے گئے۔ اُن کی شہادت ناقابلِ قبولِ اعتقاد کی گئی۔ ناقص العقل والدین مانے گئے۔ وہم وخطا کے ساتھ اُنکو نسبت دیگئی۔ کسی مسئلہ میں اجماعِ اہلبیت حجت نہ ٹھیرا۔ صدہا بلکہ ہزارہا مسائلِ فقہ اُنکے برخلاف بنائے گئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام جھوٹے متصور ہوئے۔ صحاح میں خاندانِ نبوت سے کوئی روایت نہ لی گئی۔ مؤلفِ بخاری شریف صادقِ آلِ محمدؐ سے ایسے کھٹکتے رہے کہ اُنکو قابلِ اخذِ روایت نہ سمجھا۔ چرمی موزے پر بخلافِ حضرتِ علیؑ اپنے اجتہاد سے مسح جائز سمجھ لیا۔ علیؑ و یزید و مابندگان باعتبارِ خلافت مثلِ دانہائے تسبیح ایک دھاگے میں پرو دیے گئے۔ اہلبیت بحدّے بے اقتدار یقین کیے گئے کہ اُن کا گھر جلانا اور قتل و غارت کرنا بلکہ اُنکے ساتھ پرخاش و مجادلت کرنا معیوب نہ سمجھا گیا۔ قرآن قابلِ دریدگی و سوختنی تجویز ہوا۔ حسینؑ باغی و خارجی کہے گئے۔ فرقۂ ابنِ سبا نے اہلبیت کی تو یہ گت بنائی اور ہم بیچاروں کو تیلی کے بیل کی طرح حماقت و سفاہت کے چکر پر بایں بیدردی دوڑایا کہ جسکا کچھ حال مختصر طور پر کھوتونی اعمال میں درج کر چکے ہیں۔ کچھ یہی نہیں کہ تعلیم یہودی مذکور سے گویا اہلبیت ہی کو علماء نے معیوب بتایا ہو۔ بلکہ انبیائے سابقین سے بھی بے پر کا اُڑا کے کسی کو نہیں چھوڑا۔ ایسے پاک و معصوم گروہ کو خلاف کار

بتلادیا۔ کتب میں صدہا خطائیں اُن کی ثابت کرڈالیں۔ خیر پہلے نبیؐ تو بقولے اپنا حاکم تو حاکم اور دوسرا حاکم آدمی چنداں قابلِ لحاظ نہ تھے۔ مگر ان علماء نے تو بمصداق

شعر

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں ۔ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

اپنے نبیؐ کو بھی بے داغ لگائے نہیں چھوڑا ہے۔ لکھ مارا کہ علیؑ کی محبت میں وہ اکثر مرکزِ عدالت سے ہٹ جایا کرتے تھے۔ حالتِ صوم میں اپنی بی بی سے لپٹ بیٹھتے تھے۔ اہلیہ کو کاندھے پر چڑھاکے ناچ دکھایا کرتے تھے۔ یہاں تک بھی خیریت تھی کہ ہم کو اور انبیاؑ و اہلبیتؑ کو بُرا بتایا۔ تعلیمِ یہودی خدّامِ دولت کو بھی اچھوتا نہیں چھوڑا۔ بندگانِ عالی کا عادل ہونا ایسا غیر ضروری سمجھا کہ اصولِ دین سے نکال ڈالا۔ حضور کی جسمیت ہاتھ پیر شکل و شمائل و ناک کان کے قائل ہوئے۔ کذب و ظلم و قبائح کو منافی شانِ بندگانِ والا نہ سمجھا۔ چنانچہ امکانِ کذب باریتعالے ایک بڑا ادق اور لائق بحث مسئلہ قرار دیا گیا۔ امرد سے جناب کو تشبیہ دی گئی۔ غرضکہ ان مزخرفات و واہیات باتوں کے بیان کرنیکو ایک طوالت چاہیے۔ جن کا اعتقاد اپنے مرشد کی تعلیم سے فرقۂ ابنِ سبا نے کیا ہے۔ ہر چند کہ یہودی کا تیرِ تدبیر ایسا چلا کہ جس نے اسلام کے سینے کو بالکل فگار کردیا۔ اور باہم مسلمانوں میں خوب جوتی چلوائی۔ لیکن آفرین ہے شیعیانِ مرتضوی کے استقلالِ رائے پر کہ انہوں نے اُس ملعون کی دلفریب و جاد و آمیز گفتگو پر مطلقاً اعتنا نہ کیا۔ اور اہلبیتِ رسولؐ کی محبت و اطاعت کا اُسی طرح دم بھرتے رہے۔ جیسا کہ باتباعِ حکمِ نبویؐ اُن پر ضروری تھا۔ لیکن ہم ہر طرح مارے پڑے۔ اِدھر تو علمائے دوست صورت و دشمن سیرت نے صفاتِ بد و نالائق سے ہمکو نسبت دیکر اوراقِ کتب سیاہ کیے اور اُدھر شیعوں نے وہ جملہ معالات ہمارے عزیز دوستوں کی تالیفات میں دیکھکر ابرِ مطاعن سے وہ موسلا دھار پانی برسایا کہ کشتیِ آبرو موجِ آفات کے صدمات اُٹھاتی اُٹھاتی یہاں تک پہنچ گئی۔ غرضکہ عبداللہ ابنِ سبا یہودی کی تعلیم کا اثر پورا پورا انہی علمائے دشمن

سیرت دو دست صورت پر پڑا۔ اہلبیت رسول کو بھی حسب تصریحات بالا انہوں ہی نے برا سمجھا۔ اور بندگان درگاہ و انبیائے سابقین عدول مقبول و خود حضور پاک کو بھی صفات مکروہ و ناشائستہ سے یہی حضرات درج تالیفات کرتے رہے۔ کہنے کو تو اہلسنت والجماعت ہیں۔ مگر اصل میں عبداللہ مذکور کے شاگرد رشید ہیں۔ بانی اس مذہب کا درحقیقت ابن سبا ہے۔ ہمارے پاس بڑی دلیل اس بات کی کہ پیشوائے اہلسنت یہودی ہے یہ ہے کہ مذہب اہلسنت اسلام میں قدیم نہیں ہے۔ بلکہ بعد مرنے عبداللہ ابن سبا کے معاویہ و یزید کے وقت میں حسب گزارش بالا وجود پذیر ہوا ہے۔ اور سب سے اول و اقدم فرقہ شیعہ ہے۔ جس کی فضیلت میں احادیث صحیحہ وارد ہو چکی ہیں۔ عبدالعزیز نے بھی تحفہ میں بہ اصرار بیان کیا ہے کہ پہلے ہمارے بزرگ شیعہ تھے۔ مگر زیدیہ و اسمٰعیلیہ کے وقت میں ہم لوگ شیعہ سے سنی ہوئے ہیں۔ پس بہت صاف طریقہ سے حسب تائیدات بالا ثابت و متحقق ہو گیا کہ مسلمانوں میں سنی لوگ عبداللہ ابن سبا کی امت ہیں۔ مگر یہ فرقہ انتہا درجہ کا عیار و چالاک ہے۔ بعد اتباع یہودی ان لوگوں کو یہ بات منظور ہوئی کہ اپنی ذات پر عبداللہ کی شاگردی کا الزام نہ آنے دیا جائے اور شیعوں کو اسکا شاگرد مشہور کر دیا جائے۔ تاکہ یہ راز سربستہ رہے۔ اور ہماری کاریگری پر خلائق با معان نظر غور کرنے سے رک جائے۔ پس بہ اتباع و کاسہ لیسی علمائے سابقین اس عبدالعزیز نے جسکی سرخ آنکھیں اور لمبی ڈاڑھی اور اونچا پاجامہ ہے یہ لکھدیا کہ عبداللہ ابن سبا یہودی ہے مذہب شیعہ نے تہذیب و آراستگی پائی ہے۔ مگر واہ رے سجاد حسین بارھوی پرچہ جات سلسلۂ **تصویر غالب و مغلوب** اور رسالۂ **واقعات ابن سبا** میں وہ بھڑکتا ہوا جواب دیا ہے کہ قلم چوم لیا جائے تیری ذات پاک کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ عبدالعزیز کی تمام تر بیان کو بقاعدہ جرح انس عنوان سے باطل کیا ہے کہ کوئی شخص اسکو اٹھا ہی نہیں سکتا۔ ہم مناسب موقع سمجھ کر عبدالعزیز کی تحریر کے بعض فقرات یہاں لکھا چاہتے ہیں جن سے اسنے عبداللہ مذکور کو بانی مذہب شیعہ بہ انتساب خود ثابت کیا ہے۔ لکھا ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے ایک روز

مجمع میں اپنے رفقا کے سامنے بیان کیا کہ اے بھائیو تم کو غور کرنا چاہیے کہ جناب علیؑ مرتضےٰ ایسے جامع کمالات ہیں کہ نوعِ انسان سے اُنکا کوئی ہم رتبہ نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ (از جناب مرتضوی چیزہا صادر می شوند کہ مقدورِ بشر نیست از خوارقِ عادات و اخبارِ غیب و احیائے اموات و بیانِ حقائق الہیہ و کونیہ و محاسبات دقیقہ و جواباتِ حاضرہ و بلاغتِ عبارت و فصاحتِ الفاظ و زہد و تقوےٰ و شجاعتِ مفرط کہ چشم و گوشِ جہانیان مانندِ آں ندیدہ و نشنیدہ ہیچ میدانید کہ اینہمہ از کجاست و سرِ ایں امر چیست۔ ہمہ تن بعجز در دادند و زمامِ تسلیم و انقیاد بدستِ او نہادند۔ بعد از تشویشِ بسیار و تاکیدِ بیشمار در حفظِ اسرار وانمودہ کہ اینہمہ خاصِ الوہیت است کہ ظہور می نماید و در کسوتِ ناسوت و لاہوت جلوہ می دہد فَاعْلَمُوْا اَنَّ عَلِیًّا ھُوَ اللّٰہُ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یعنی تم کو سمجھنا چاہیے کہ بہ تحقیق علیؑ خدا ہے اور سوائے علی علیہ السلام کے اور کوئی خدا نہیں ہے) اس سے آگے صاحب تحفہ نے یہ لکھا ہے کہ فقط فرقہ نصیریہ پر علیؑ کو خدا تسلیم کرلینے کا اثر پڑا اور کسی نے اُسکی تعلیم سے متاثر ہو کر علیؑ کو خدا نہ جانا۔ الغرض اگر بقول عبد العزیز مذہبِ شیعہ کے عبد اللہ ابن سبا سے رواج و شیوع پایا تھا۔ تو وہ کونسی بات گروہِ شیعہ نے اُس سے سیکھی تھی۔ جس کو کفر و شرک و بدعت و بے ایمانی سمجھا جائے۔ عبد العزیز کی تمام تر گفتگو میں بدانستِ ما فدویان فقط ایک یہ فقرہ معتقدین کو کفر کا جامہ پہنانیوالا تھا فَاعْلَمُوْا اَنَّ عَلِیًّا ھُوَ اللّٰہُ۔ اُسی کا اعتقاد نصیری نے کیا۔ اِس صورت سے شیعہ قطعی بری ہو گئے۔ سوائے اقرارِ الوہیت و ربوبیت اگر دیگر معاملات مشتہرہ عبد اللہ کا اعتقاد کرنا حرام تھا تو ہمکو سمجھا دیا جائے کہ کیا علیؑ میں سخاوت شجاعت۔ فصاحت۔ بلاغت۔ قوتِ احیائے اموات و مادۂ جوابات نہ تھا۔ کہ جس کو بعید الخیال جانکر شیعوں نے علیؑ کے افضل البشر ہونیکا اعتقاد کرلیا۔ ہم خود اقراری ہیں کہ یہ جملہ اوصاف و خصائل علی علیہ السلام کی ذات سے خصوصیت کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں۔ جس نے علی علیہ السلام کو حامل

فضائلِ بالا سمجھا۔ وہ مومن با ایقان ہے۔ سو جن لوگوں نے علی علیہ السلام کی ذات سے اِن کمالات کا انفکاک کیا وہ آنا گروہ شیطان یعنی شاگرد عبد اللہ ابن سبا ہے۔ چنانچہ بعض علمائے سنیہ نے خواہ مخواہ اقرارِ الوہیت کو عبد اللہ ابنِ سبا کی شاگردی میں داخل کیا ہے۔ ہم نے مانا کہ نصیری گروہ یہودی کی تعلیم سے سرنہاد ہوا۔ مگر اِن لوگوں سے پوچھا جائے کہ صوفیہ جن کو بہ لفظِ کرام یہ حضرات یاد کرتے ہیں کس کے شاگرد ہیں۔ جنھوں نے کفریات بک بک کر علانیہ خدائی کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور بعض نے نبیؐ صاحب سے بھی اپنی ذات کو بالاتر سمجھا ہے۔ چنانچہ شیخ احمد سرہندی نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے۔

بیت

پنجہ با پنجہ خدا دارم من چہ پروائے مصطفےٰ دارم

بایزید بسطامی لکھتا ہے کہ

نیست اندر جبہ ام غیر از خدا ٭ چند جوئی در زمین و در سما

منصورِ حلاج نے اَنَا الحق کہا۔ یعنی میں خدا ہوں۔ یہ بھی علمار لکھتے ہیں کہ جب بجرم دعوئے خدائی منصور دار پر کھینچا گیا تو ہر قطرۂ خون سے آوازِ اَنَا الحق آتی تھی۔

اِس جگہ عدالت کو غور فرمانا چاہیے کہ محض علیؑ کے افضل النّاس سمجھنے سے بچارے شیعہ تعلیم یافتہ مدرسۂ ابنِ سبا ہیں۔ یا کہ یہ علمار جنھوں نے بلا طعن و تشنیع نہ ہمکو چھوڑا۔ نہ رسولؐ کو اور نہ اُن کے اہلبیت کو۔ اور سرکار کی ساتھ دعوے برابری کیا۔ قصّہ مختصر یہ تمام عذاب و نکال بر گردنِ علماء ہے۔ جنھوں نے عبد العزیز مذکور سے مخفی تعلیم پاکر ہماری صاف ستھری صورت کو میلے کچیلے گندے اور ناپاک روغن سے چکنا چپڑا بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ جس پر چہار طرف سے لعن و طعن کے سخت سخت ڈھیلے ساون بھادوں کے

مینھہ کی طرح برسنے لگے۔ امیدوار ہیں کہ جملہ علمائے فرقۂ سنیہ مع تابعین ومقلدین اُس جگہ بھیجدیے جائیں جس مقام کو حضرت عزت نے راہزنان راستۂ شریعت کے لیے تجویز فرمایا ہے۔ اور بمقابلۂ شیعہ چونکہ بنا وابستگی ہم نے یہ مقدمہ دائر کیا تھا۔ جس سے عدالت کو دردسری ہوئی۔ اُسکی معافی چاہتے ہیں اور مقدمہ سے بصد ندامت وخجالت دست بردار ہوتے ہیں۔ اس واسطے یہ چند کلمے بطریق بازدعوے لکھکر کمشنر صاحب کے حوالے کیے گئے تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں۔

العبد	العبد	العبد
ابوبکر بقلمِ خود	عمر بقلمِ خو	عثمان بقلمِ خود
العبد	العبد	العبد
معاویہ بقلمِ خود	یزید بقلمِ خود	مروان بقلم خود

رپورٹ اہلِ کمیشن

بحضورِ پر نورِ جنابِ اقدسِ الٰہی جلّ شانہٗ وعمّ نوالہٗ

غریب پرور سلامت۔

جنابِ عالی

بندے کو ابھی تحقیقات کرنیکی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ متخاصمین باہم سُلجھ گئے۔ اور بالآخر منجانبِ مدعیان قطعی بازدعوٰے گزر گیا۔ جوکہ بجنسہ بجہتِ ملاحظہ ارسالِ عدالت ہے۔ حقیقت میں یہ دعوٰے قابلِ رجوع نہ تھا۔ مدعیان نے بلا سمجھے بوجھے بہ مقتضائے جوشِ طبیعت غلطی سے استغاثہ پیش کرکے ایک شورِ عظیم مچا دیا تھا۔ جس میں انجامِ کار ندامتِ شدید اُٹھاکر بازدعوٰے دیدیا۔ زیادہ حدِ ادب۔